زیر ہدایت حضرت مفتی عبد الرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح صاحب رفیق دار الافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹر ایڈیشن

فتاویٰ رحیمیہ

افادات

حضرت مولانا حافظ قاری مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ

خطیب بڑی جامع مسجد راندیر سورت

دار الاشاعت

زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹرایڈیشن

فتاویٰ رحیمیہ

جلد پنجم

کتاب الصلوٰۃ

افادات

حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

فتاویٰ رحیمیہ کے جملہ حقوق پاکستان میں بحق دارالاشاعت محفوظ ہیں
نیز ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے بھی جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت محفوظ ہیں

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
کمپوزنگ : مولانا مامون الحق صاحب
طباعت : ۲۰۰۳ء حسان پرنٹنگ پریس، کراچی۔
ضخامت : صفحات

……ملنے کے پتے……

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈ پو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
ادارۃ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ 437-B دیب روڈ لسبیلہ کراچی

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم

صفۃ الصلوٰۃ

سجدہ اور قعدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کس طرح رکھے	۱۹
کم سن بچہ بالغوں کی صف میں کب کھڑا رہے اور کب کھڑا نہ رہے	۱۹
آنکھ میں موتیا ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟	۱۹
پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے	۲۰
صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟	۲۰
مریض آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا	۲۰
تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ میں جانے کی تکبیر کب کہی جائے	۲۱
تکبیر تحریمہ یا رفع یدین اور تکبیرات انتقالات کا صحیح طریقہ	۲۲
نمازوں میں رکوع وسجود کی تسبیحات زور سے پڑھے یا آہستہ	۲۳
تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے	۲۴
بعد نماز گوشہ مصلی کو لپیٹنا چہ حکم دارد؟	۲۵
قبلہ کی جانب پاؤں کر کے سونا	۲۵
انتظار صلوٰۃ کی فضیلت	۲۵
شروع کی ہوئی نماز تکبیر ہونے پر توڑے یا نہیں؟	۲۶
نماز کے سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ	۲۶
بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے؟	۲۷
قومہ وجلسہ میں دعاؤں کا حکم	۲۷
مقتدی کے بیٹھنے کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو وہ التحیات پڑھے یا نہ پڑھے	۲۸
سورہ فاتحہ کے شروع میں اور سورہ فاتحہ وسورت کے درمیان تعوذ وتسمیہ پڑھے یا نہ پڑھے	۲۸
زبان سے غلط نیت نکل گئی تو کیا حکم ہے	۲۹
نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ غلط نیت کی ہے تو کیا نماز میں نیت درست کر سکتا ہے	۲۹
ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا	۲۹
سجدہ میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا انگلیاں نہ رکھیں تو سجدہ معتبر ہوگا یا نہیں	۳۰
حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہی پھر بلا توقف رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے	۳۰
ناقص العقل شخص کون سی صف میں کھڑا ہو	۳۰

مضمون	صفحہ
صف اول کس کو کہتے ہیں	۳۱
ایک یا ایک سے زائد مقتدی ہوں اور ان میں عورت بھی ہو تو ان کی صف بنانے کی کیا صورت ہوگی	۳۱
قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے یا نہ باندھے جائیں	۳۲
مرد اور عورت کے رکوع میں فرق	۳۳
تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی زانو پر رکھ دے یا کھڑی رکھے	۳۳
تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حدیث سے ثبوت	۳۴
نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت	۳۵
غیر مقلدین کا دعویٰ کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے	۳۶
قرأت خلف الامام کے متعلق تشفی بخش جواب	۳۷
احادیث مبارکہ	۴۰
آثار صحابہؓ و تابعین	۴۵
حضرت علیؓ کا اثر، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا اثر	۴۶
حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا اثر، ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر	۴۷
حضرت زید بن ثابتؓ کا اثر، حضرت جابر بن عبداللہؓ کا اثر	۴۸
حضرت علقمہ بن قیسؒ کا اثر، محمد بن سیرینؒ کا اثر، سوید بن غفلۃؒ کا اثر، ابراھیم نخعیؒ کا اثر	۴۹
خلفائے راشدین، فاروق اعظم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۵۷
لطائف و معارف	۵۷
حدیث عبادہ کا جواب	۶۰
خلاصہ کلام	۶۲
رفع یدین اور آمین بالجہر	۶۲
رفع یدین سے متعلق امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ	۶۶
رفع یدین نہ کرنے کے متعلق غیر مقلدین کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان	۶۷
آمین بالجہر:	۶۸
شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تحقیق	۷۰
آہستہ آمین کہنے کی ایک اور دلیل:	۷۱
شعبہ کی روایت کی وجوہ ترجیح:	۷۲
سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ	۷۲
سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ	۷۳

مضمون	صفحہ
مرد اور عورت کی نماز میں کہاں کہاں فرق ہے؟	۷۳
قعدہ میں سیدھا پاؤں کھڑا نہ رکھ سکے یا بلا عذر اس کی عادت بنالے تو کیا حکم ہے	۷۶
نماز کا سلام پھیرنے میں ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' کہنا کیسا ہے؟	۷۶
مقتدی تشہد پورا کرے یا امام کی اتباع کرے	۷۷
اللہ اکبر میں لفظ اللہ یا اکبر کے ہمزہ یا باء پر مد کرے تو کیا حکم ہے؟	۷۷

باب القرأۃ وزلۃ القاری

مضمون	صفحہ
امام قرأت کتنے زور سے پڑھے	۷۹
تنوین کے بعد ''الف لام'' آنے سے قرأت میں پیدا ہونے والی صورتیں	۷۹
فجر میں قرأت کی مقدار	۸۲
منفرد کی اقتداء کی جائے تو وہ جہراً قرأت کرے یا سراً	۸۲
سورہ فاتحہ اور سورہ کے بیچ میں بسم اللہ	۸۲
ایک ہی سورۃ کی قرأت دو رکعت میں	۸۳
قرأت میں الینا کی جگہ علینا پڑھے	۸۳
سورۃ کے آخری حروف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ پڑھے تو کیا حکم ہے؟	۸۳
تعوذ اور سورۃ میں وصل کہاں کرے اور فصل کہا	۸۴
ایاک نستعین میں الف حذف کرے تو کیا حکم ہے	۸۴
قرأت میں پیش کی جگہ زبر پڑھے تو کیا حکم ہے	۸۴
ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ	۸۵
صلوۃ کسوف میں قرأت آہستہ ہونی چاہئے یا زور سے؟	۸۵
نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا	۸۵
قرأت میں ایک سورت کا فاصلہ	۸۶
قرأت میں ''الینا'' کی جگہ ''علینا'' پڑھے تو نماز ہوئی یا نہیں	۸۶
امام کو بلا ضرورت لقمہ دینا	۸۶
نماز میں اواخر سورۃ بقرہ اور قل ھو اللہ کی قرأت	۸۷
نماز میں وانحر کی جگہ وانھر پڑھنا	۸۸
امام قرأت شروع کر چکا ہو تو مقتدی ثناء نہ پڑھے	۸۸
صحت وقف کی ایک شرط تابید بھی ہے	۸۸
فرض قرأت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے	۸۹

مضمون	صفحہ
فاذاھم بالساھرۃ کی جگہ بالساحرۃ پڑھ دیا	۹۰
قاف کو کاف سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہوگئی	۹۱
دھاقا کی جگہ دہاقا پڑھ دے تو کیا حکم ہے	۹۱
غلط پڑھنے کے بعد صحیح کرے تو کیا حکم ہے	۹۱
قرأت میں چند آیات چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے	۹۱
سورۂ غاشیہ میں "الامن تولی وکفر پر وقف کرے یا وصل	۹۲
احد عشر کی جگہ عشر پڑھا	۹۲
قرأت تعلمون کی جگہ تعملون پڑھنا	۹۲
قرأت میں فحش غلطی کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے	۹۲
سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ واجب ہے اوراس واجب قرأت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے	۹۳
امام کی قرأت میں کوئی حرف سنائی نہ دے تو کیا نماز میں نقص پیدا ہوگا	۹۳
فرض نماز میں ایک سانس میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی عادت بنالینا	۹۴
نماز میں قرأت کی مقدار مسنون	۹۵
جہری نماز میں امام کا کس قدر زور سے پڑھنا ضروری ہے	۱۰۰
سری قرأت کا درجہ	۱۰۰
درجہ ادنیٰ قرأت سریہ	۱۰۱
افضل یہ ہے کہ امام سورۂ فاتحہ ترتیلاً پڑھے	۱۰۲
مد منفصل کا کیا حکم ہے؟ اس میں قصر جائز ہے یا نہیں؟	۱۰۲
فرض نماز میں امام کو لقمہ دینے کی توقیت	۱۰۳
نماز میں قرأت کی غلطی درست کرلی	۱۰۳
ایک امام صاحب کی تکبیر تحریمہ اور دیگر تکبیرات میں حا کی آواز نکلنا	۱۰۴
ایک امام کے حالات اوران کی امامت کا حکم	۱۰۴
قرأت میں رکاوٹ پیش آنے پر امام رکوع کب کرے؟ بقدر واجب یا بقدر مستحب قرأت کے بعد	۱۰۶
اللہ اکبر کی ہا کو کھینچ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے	۱۰۷
امام نے " ضرب اللہ مثلا للذین آمنوا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط " پڑھا تو نماز لوٹانی پڑے گی	۱۰۷

مفسدات صلوٰۃ

مضمون	صفحہ
امام نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے	۱۰۷
نماز میں آستین چڑھانا	۱۰۸
چار رکعت والی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور بات کرلی	۱۰۸
لفظ اللہ اکبر میں باء اور راء کے درمیان الف کا اضافہ کرنا	۱۰۹
مقتدی کا ارکان میں امام سے آگے بڑھنا	۱۰۹
نماز میں امام کے بقدر واجب پڑھ لینے کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو کیا حکم ہے	۱۱۰
امام نے سہواً سورۂ فاتحہ یا سورت چھوڑ دی اور رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھی	۱۱۰
دعاء قنوت بھول جانا اور رکوع کے بعد پڑھنا	۱۱۱
قعدہ اولیٰ سہوا چھوٹ گیا پھر کھڑا ہوجانے کے بعد لوٹا	۱۱۱
سلام پھیرنے میں بھول سے دیر ہوجائے	۱۱۲
نماز پڑھنے میں اندھا آجائے تو اس کو روکے یا نہیں۔ کیا حکم ہے؟	۱۱۲
بحالت صلوٰۃ گلے میں شیرینی (مٹھاس) ہو تو نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں	۱۱۲
لڑکوں کی صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے	۱۱۲
مسبوق نے ایک رکعت پاکر امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا تو؟	۱۱۳
تعداد رکعت میں شک ہوجائے	۱۱۴
قعدہ اخیرہ میں امام فوت ہوگیا تو کیا حکم ہے؟	۱۱۴
نماز شروع ہونے کے بعد کسی کے توجہ دلانے پر امام کا تکبیر کہنا	۱۱۴
نماز ظہر میں چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کرے اور پانچ رکعت پڑھ لے	۱۱۵
جمائی لیتے ہوئے آواز نکلی اور ایک دو حرف ہوجائے تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟	۱۱۵
تدارک زلہ کی صورت میں صحت صلوٰۃ وعدم فساد کا حکم	۱۱۵
پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں	۱۱۷
بلا تحری نماز پڑھنے کے بعد قبلہ پر مطلع ہونا	۱۱۸
کھانے کے بعد بلا کلی کے نماز	۱۱۸
حالت نماز میں بچہ نے ماں کا دودھ پی لیا	۱۱۸
خوش الحانی سے نماز میں گریہ طاری ہونا	۱۱۹

مضمون	صفحہ
عشاء کی نماز میں آخری قعدہ نہیں کیا اور چھ رکعت نماز پڑھادی تو فرض نماز ادا ہوئی یا نہیں	۱۱۹
حالت نماز میں امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر گئی اس کا حکم	۱۱۹
نماز کی حالت میں وساوس آئیں انکا علاج	۱۲۰
مکروہات صلوٰۃ	
نماز کیلئے جگانا	۱۲۰
تہجد پڑھنے والے کی لوگ اقتداء کرلیں تو کراہت کے ذمہ دار کون ہے؟	۱۲۱
ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا رکھے تو کیا حکم ہے	۱۲۲
زبردستی صف اول میں جگہ پکڑنا	۱۲۲
مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟	۱۲۲
نمازیوں کی صف اول کے آگے بڑھانے پر اشکال اور اس کا جواب	۱۲۳
نماز میں عمامہ باندھنا	۱۲۴
نماز میں داڑھی اور کپڑوں سے کھیلنا	۱۲۴
تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا	۱۲۵
قبرستان کی مسجد میں جماعت کرنا	۱۲۵
غصب کردہ زمین میں نماز کا حکم	۱۲۵
نماز میں وسوسہ دور کرنے کیلئے بار بار اعوذ باللہ پڑھنا	۱۲۵
سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونا	۱۲۶
نماز میں سر سے ٹوپی گر جائے تو کیا کرے	۱۲۶
نماز میں بلند آواز سے یا اللہ کہنا کیسا ہے	۱۲۶
سجدہ سے قعدہ میں بیٹھتے وقت زمین پر سے سیدھا پیر اٹھ جائے تو کیا حکم ہے	۱۲۷
ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ڈھیلا کر کے کھڑا رہنا	۱۲۷
سجدہ میں جاتے ہوئے پائجامے کو اوپر کھینچنا اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد دامن کو نیچے کرنا	۱۲۷
اذان ہو جانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا	۱۲۸
عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا	۱۲۸
امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہ سکتا ہے	۱۲۹
اکیلا امام اونچے مقام پر کھڑا ہو	۱۳۰

مضمون	صفحہ
متفرق مسائل	۱۳۱
سر پر رومال لپیٹ کر نماز پڑھنا کیسا ہے	۱۳۲
تکبیر تحریمہ یا رکوع میں شریک ہونے کیلئے دوڑنے کا حکم	۱۳۳
رکعت اور رکوع حاصل کرنے کیلئے دوڑنا	۱۳۳
حنفی امام شافعی مقتدی کے آمین ختم ہونے تک رکا رہے	۱۳۳
رکعت فوت ہو جانے کے خوف سے صف سے دور رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ ڈالے	۱۳۴
نماز کیلئے عورتوں کا مسجد میں آنا	۱۳۴
کھلی کہنی نماز پڑھنا	۱۳۵
نماز میں کھنکھارنا	۱۳۵
نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے	۱۳۵
بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے	۱۳۶
صف اول میں جگہ ہونے کے باوجود صف ثانی میں کھڑا رہنا	۱۳۶
سنتیں ادا کرنے کے بعد دنیاوی باتیں	۱۳۶
نماز میں کھنکھارے تو کیا حکم ہے	۱۳۶
نمازی کے آگے سے گزرنے والے کیلئے کیا وعیدیں ہیں؟	۱۳۷
نماز عشاء اور تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے تو صحیح ہے یا نہیں	۱۳۷
نماز میں اواخر سورۃ بقرہ اور قل ھو اللہ کی قرأت	۱۳۸
دوسرا سلام امام کے سلام سے پہلے پھیر دیا ہے	۱۳۸
آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا	۱۳۹
قومہ اور جلسہ اطمینان سے کریں	۱۳۹
پہلی صف کا امام کے برابر کھڑا ہونا	۱۴۱
کھلے سر نماز پڑھنا	۱۴۲
سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنے پر نماز کا اعادہ اور دوسری جماعت میں نئے مقتدیوں کا شامل ہونا	۱۴۲
امام صاحب کا عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکنا	۱۴۳
نماز میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے	۱۴۳
نماز میں آستین اتار سکتا ہے یا نہیں	۱۴۴
مردوں کا ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا اور اس حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے	

مضمون	صفحہ
بحالت نماز لکھی ہوئی چیز پڑھ لے تو کیا حکم ہے	۱۴۵
نماز میں اپنے بدن اور کپڑوں سے کھیلنا	۱۴۹
فرض نماز کے بعد امام سنت اور نوافل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے	۱۴۹
کھلے سر نماز پڑھنا	۱۵۰
محراب میں امام کا قیام کب مکروہ ہے	۱۵۱
نماز میں امام کی مکروہ حرکتیں	۱۵۱
مسبوق لاحق مدرک	
حرم شریف میں بوقت ازدحام مسبوق کیلئے کیا حکم ہے	۱۵۲
مغرب کی ایک رکعت ملے تو بقیہ رکعات کس طرح ادا کرے	۱۵۲
مسبوق کے تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا	۱۵۳
کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے	۱۵۳
امام جب قعدہ اخیرہ میں بیٹھے تو مسبوق امام کے ساتھ درود دعا پڑھے یا نہیں	۱۵۳
رکوع میں جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے تو کیا حکم ہے	۱۵۳
چار رکعت والی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملے تو چھوٹی ہوئی رکعتیں کس طرح ادا کرے	۱۵۴
مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو بعد میں کس طرح ادا کرے؟	۱۵۴
فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب	۱۵۵
ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں یاد کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔؟	۱۵۶
فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۵۳ کے فتویٰ کی تائید میں مزید دو فتوے	۱۵۶
حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام	۱۵۶
مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر لیا	۱۵۷
مسبوق کیلئے ثنا تعوذ اور تسمیہ کہنا	۱۵۷
صلوٰۃ المریض	
بیمار آدمی فرض نماز بیٹھ کر کب پڑھ سکتا ہے	۱۵۸
بیمار شخص نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا الگ نماز پڑھے کس صورت میں قیام کر سکتا ہے	۱۵۸
مریض کیلئے تکیہ اونچا کیا گیا اور اس نے اس پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے	۱۵۹

مضمون	صفحہ
مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست	۱۵۹
سجدہ کرنے میں قطرہ آتا ہے تو نماز کس طرح پڑھے	۱۶۰
آنکھ کے آپریشن کے بعد نماز پڑھنے کا طریقہ	۱۶۲
مؤذن کا معذوری کی وجہ سے اپنے لئے مصلی بچھانے پر اصرار کرنا	۱۶۳
رکوع وسجدہ کرنے سے ریح خارج ہوجاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے	۱۶۴
بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بوقت رکوع زیادہ جھکنا	۱۶۵
باب مایتعلق بالسفر والمسافر	
امام اور مقتدی مسافر یا مقیم	۱۶۶
سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم	۱۶۶
نماز قصر کیلئے کتنی مسافرت شرط ہے	۱۶۶
نیت اقامت کی صحت کیلئے ایک ہی جگہ کی تعیین شرط ہے	۱۶۷
چھوٹا بڑا راستہ	۱۶۸
قصر کے احکام کب جاری ہونگے	۱۶۸
نصف مسافت سے واپس ہوجائے	۱۶۸
قصر کب کرے کب نہ کرے	۱۶۸
اصلی وطن پہنچنے سے اتمام کا کیا حکم ہے	۱۶۹
وطن اقامت سے وطن اصلی میں آئے تو اثناء راہ قصر ہے یا اتمام	۱۶۹
وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق	۱۶۹
مسافر نے ظہر کی چار رکعت پڑھی	۱۷۰
مسافر نماز پوری پڑھے تو اعادہ ہے	۱۷۰
وطن اقامت سفر سے باطل ہوجاتا ہے	۱۷۱
وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا	۱۷۱
وطن اقامت سفر سے باطل ہوجاتا ہے	۱۷۲
وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہوجائے گا	۱۷۳
مقیم مسافر امام کی اقتداء کرے تو قرأت کا کیا حکم ہے	۱۷۳
حالت سفر میں سنتوں کا حکم	۱۷۳

مضمون	صفحہ
مسافر شرعی سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کرلیا	۱۷۴
وطن اقامت صرف نیت سفر سے باطل نہیں ہوتا	۱۷۵
دوسرا اقامت مسافت شرعی پر نہ ہوتو پہلا وطن اقامت باطل ہوگا یا نہیں	۱۷۵
قیدی نماز کب قصر کرے	۱۷۵
وطن اصلی متعدد ہوسکتا ہے یا نہیں	۱۷۶
وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہوجاتا ہے	۱۷۷
محض کسی جگہ شادی کرنے سے وطن اصلی بن جاتی ہے	۱۷۷
مسافر نے غلطی سے چار رکعت پڑھا دیئے	۱۷۸
سوال میں درج شدہ مختلف صورتوں کا حکم	۱۷۸
روزانہ ملازمت کے سلسلے میں جائے تو مسافر ہوگا	۱۷۹
ٹرک ڈرائیور کب مسافر بنے گا	۱۷۹
مسافر مقیم کے پیچھے قضا نماز میں اقتداء کیوں نہیں کرسکتا	۱۷۹
مسافر نے مقیم کے پیچھے نماز ادا کی پھر معلوم ہوا کہ نماز فاسد ہوگئی تھی تو اب کیا کرے	۱۸۰
آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے بنے گا	۱۸۰
شرعی مسافر کب ہوگا	۱۸۱
ڈرائیور کنڈیکٹر اتمام کرے یا قصر	۱۸۱
مقیم کی اقتداء میں مسافر کا قصر کرنا	۱۸۲
مقیم مقتدی امام مسافر کے سلام کے بعد بقیہ رکعات میں قرأت کرے یا نہ کرے	۱۸۲
حنبلی مسافر امام قصر نہیں کرتا تو حنفی مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں	۱۸۲
سجدۃ السہو	
سورۂ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو کیا حکم ہے	۱۸۳
فرض نماز کی چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ	۱۸۳
جمعہ کی چار رکعات سنت کی قعدہ اولی میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے	۱۸۳
سنت مؤکدہ اور نوافل کے قعدۂ اولی میں درود پڑھ سکتا ہے	۱۸۴
بجائے فاتحہ التحیات	۱۸۴
صلوٰۃ التسبیح میں تسبیح کم وبیش ہوجائے	۱۸۴

مضمون	صفحہ
اگر امام قرأت میں غلطی کرے تو سجدہ سہو کرے یا نہیں	۱۸۴
سجدہ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد	۱۸۵
اگر سلام پھیرنے میں سہو ہوجائے	۱۸۵
چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائے تو کیا حکم ہے	۱۸۵
سجدہ سہو میں بجائے دو سجدہ کے ایک سجدہ کرے تو کیا حکم ہے	۱۸۶
جہری نماز میں سرا اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں	۱۸۶
نماز میں سورۃ فاتحہ بتمامہا واجب ہے یا نہیں	۱۸۷
سورۃ فاتحہ سے پہلے سورۃ پڑھنا شروع کردے	۱۸۸
سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا	۱۸۸
امام سورۃ فاتحہ کے بعد سوچتا رہے	۱۸۸
سلام پھیرنے میں تاخیر ہوتو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں	۱۸۹
سورۃ فاتحہ اور چند آیات پڑھنے کے بعد پھر سورۃ فاتحہ پڑھے	۱۸۹
تشہد کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے	۱۹۰
سورۃ فاتحہ مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے	۱۹۰
سجدہ سہو کے وجوب میں تمام نمازیں برابر ہے یا نہیں	۱۹۱
سجدہ سہو میں مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے	۱۹۱
مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو رکوع چھوٹ گیا یا صرف ایک سجدہ کیا تو کیا حکم ہے	۱۹۲
قرأت میں تکرار کرے تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں	۱۹۳
امام قعدہ اولی یا قعدہ اخیرہ چھوڑ کر کھڑا ہونے لگا اور مقتدی کے لقمے سے بیٹھ گیا تو؟	۱۹۳
غلطی سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا؟	۱۹۳
عیدین اور جمعہ کی نماز میں سجدہ سہو کس وقت ساقط ہوتا ہے؟	۱۹۳
سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں	۱۹۴
مغرب یا عشاء کے آخری رکعتوں میں امام نے سورۂ فاتحہ جہراً پڑھ لی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں	۱۹۵
کیا مسبوق تراویح میں سجدہ سہو کرے گا؟	۱۹۵
مقتدی کے سہو سے سجدہ سہو	۱۹۶
سجدہ سہو بھول سے ایک ہی کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں	۱۹۶
امام وتر کی تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوکر خاموش رہا تو کیا حکم ہے	۱۹۷

مضمون	صفحہ
فرض کی آخری رکعتوں میں قرأت بالجہر	۱۹۷
سجدۂ تلاوت	
آیت سجدہ کو مکرر پڑھنا	۱۹۸
آیت سجدہ سن کر بجائے سجدہ کے رکوع میں چلا جائے	۱۹۸
نماز میں سجدہ تلاوت کے بعد دوبارہ آیت سجدہ پڑھ لے تو؟	۱۹۸
چند حفاظ باہم آیت سجدہ کی تلاوت وسماعت کرے تو کتنے سجدے کرے؟	۱۹۸
تراویح میں سجدہ تلاوت کا اعلان کرے یا نہیں	۱۹۹
مقتدی کے لقمہ دینے سے امام آیت سجدہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت ایک ہے یا دو	۱۹۹
سورۂ صٓ میں سجدہ تلاوت کی آیت کونسی ہے؟	۲۰۰
سجدہ کی ایک آیت دو رکعتوں میں پڑھی تو کتنے سجدے واجب ہونگے	۲۰۰
نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کرنا	۲۰۰
رکوع اور سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرے تو کیسا ہے؟	۲۰۱
سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کھڑے ہو کر ایک دو آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا بہتر ہے	۲۰۲
سجدۂ تلاوت کے ایک آیت کی تکرار کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم	۲۰۲
سورۂ صٓ میں اناب پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے	۲۰۳
دو رکعت پوری کرکے دوسری نماز میں وہی سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی جو پہلے دو رکعت میں پڑھی سجدہ واجب ہوگا یا نہیں	۲۰۴
سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا؟	۲۰۴
سجدۂ تلاوت کے بجائے فدیہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں	۲۰۴
آیت سجدہ سے قبل سجدہ	۲۰۵
آیت سجدہ پڑھے بغیر نماز میں سجدہ تلاوت کر دیا	۲۰۵
آیت سجدہ پڑھ کر بھی نماز میں سجدہ تلاوت نہیں کیا	۲۰۵
ایک ہی مجلس میں استاد کی مختلف طلباء سے ایک آیت سجدہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا	۲۰۶
باب قضاء الفوائت	
کیا آنحضرت ﷺ کی نماز کبھی قضاء ہوئی تھی	۲۰۷
قضا نماز باقی ہو اور جماعت کھڑی ہو تو کیا کرے	۲۰۷
جماعت میں شریک ہونے کے بعد قضا یاد آئے	۲۰۸

مضمون	صفحہ
سوال میں مذکورہ صورت میں مریض پر نمازوں کی قضاء لازم ہے یا نہیں	۲۰۸
زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے	۲۰۸
بلا عذر نماز قضاء کرنا	۲۱۰
بیمار کی نماز کی قضاء اور فدیہ	۲۱۱
(باب السنن والنوافل)	
ظہر کی جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے سنت کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں کتنی رکعت ادا کرے	۲۱۳
ظہر کی سنتیں شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے	۲۱۳
صلوٰۃ تسبیح کا طریقہ اس کی فضیلت اور اس کے متعلق مسائل	۲۱۴
شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن ختم کرنا	۲۱۴
تسبیح میں کمی ہو گئی تو سجدہ سہو سے تلافی ہوگی یا نہیں	۲۱۶
تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے	۲۱۶
تحیۃ الوضوء پڑھنے سے قبل بیٹھنا کیسا ہے	۲۱۷
تہجد با جماعت کا حکم	۲۱۷
تہجد کی دو رکعت ادا کرنے میں اذان ہو جائے	۲۱۹
نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد میں	۲۱۹
عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ	۲۱۹
نماز تہجد کا صحیح وقت	۲۲۰
فرض نماز ذمہ باقی رکھ کر نوافل میں مشغول ہونا	۲۲۰
نماز اشراق کیلئے تعیین مکان شرط ہے	۲۲۲
سنت پڑھے بغیر فرض شروع کرے تو کیا حکم ہے	۲۲۳
وتر کے بعد کی نفل کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر	۲۲۳
نماز عصر سے پہلے نفل نماز کا ثواب	۲۲۴
عصر اور عشاء سے قبل کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے	۲۲۵
ظہر اور جمعہ سے قبل کی چار رکعت سنت ایک سلام سے یا دو سلام سے	۲۲۶
نوافل کی چار رکعت میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود دعا پڑھنے کی گنجائش	۲۲۷

مضمون	صفحہ
تہجد کیلئے جس کی آنکھ نہ کھلتی اس کا عشاء کے بعد چار رکعت بنیت تہجد پڑھنا	۲۲۷
تہجد پڑھنے کے دوران کسی کے دیکھ لینے سے خوش ہونا کیا حکم رکھتا ہے	۲۲۸
صلوٰۃ الوتر	
امام نے وتر میں قنوت نہیں پڑھی رکوع میں چلے گئے مقتدیوں میں بعض نے کیا اور بعض نے نہیں کیا تو کیا حکم ہے	۲۳۰
غیر رمضان میں وتر با جماعت ادا کرنا کیسا ہے	۲۳۰
وتر کی نماز میں امام صاحب سہواً قعدہ اولیٰ چھوڑ کر کھڑے ہوگئے پھر لقمہ دینے سے قعدہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مفتیٰ بہ قول ہے	۲۳۱
وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ دوسری میں سورۃ کافرون تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص مستحب ہے مگر مداومت نہ کرے	۲۳۱
تہجد گزار کیلئے بھی رمضان شریف میں وتر کا جماعت سے ادا کرنا افضل ہے	۲۳۲
وتر پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کے دو رکعت واجب الاعادہ ہے تو کیا حکم ہے	۲۳۳
وتر کے تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا وہ دوبارہ دعائے قنوت پڑھے یا نہیں	۲۳۴
رمضان میں جو عشاء پڑھائے کیا ضروری ہے کہ وہی وتر پڑھائے	۲۳۴
تہجد گزار وتر با جماعت پڑھے	۲۳۴
عشاء کی نماز فوت ہونے یا بلا وضوء پڑھنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھی گئی تو وتر کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں	۲۳۴
نماز وتر میں مسنون قرأت	۲۳۵
وتر با جماعت	۲۳۵
وتر کی دعا یاد نہ ہو	۲۳۶
دعائے قنوت کے ساتھ درود پڑھنا	۲۳۶
مقتدی دعائے قنوت پوری کرے یا نہیں	۲۳۶
دعا قنوت چھوٹ گئی	۲۳۶
وتر میں دعا قنوت پڑھنا بھول گیا۔	۲۳۷

باب صفة الصلوٰة

سجدہ اور قعدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کس طرح رکھے:

(سوال ۱) قعدۂ اولیٰ اور سجدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کھلی رکھے یا بند۔

(الجواب) مردوں کے لئے رکوع میں دونوں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر اور ان کو چھیدی کر کے گھٹنے پکڑنا مسنون ہے۔ سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر زمین پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سر قبلہ کی طرف رہیں ان دونوں حالتوں کے علاوہ انگلیوں کو حسب عادت رکھے نہ کھولے نہ بند کرے ضاقاً اصابع یدیہ (درمختار) ای ماصقا جنبات بعضها ببعض (قهها) ولا يندب الضم الا هنا ولا التفريج الا في الركوع كما في الزيلعي وغيره (شامی ج ۱ ص ۴۶۵ فصل واذا اراد الشروع في الصلاة) فقط واللہ اعلم۔

کم سن بچہ بالغوں کی صف میں کب کھڑا رہے اور کب کھڑا نہ رہے:

(سوال ۲) کم سن نابالغ لڑکا نماز پڑھتا ہے نماز عشاء میں اور لڑکے حاضر نہیں ہوتے تو یہ لڑکا بالغوں کی صف میں کھڑا رہ سکتا ہے کہ پیچھے تنہا کھڑا رہے؟

(الجواب) ایک سے زائد بچے ہوں تو ان کی علیحدہ صف بنائی جائے، بالغوں کی صف میں کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ اگر ایک ہی لڑکا ہو تو پیچھے تنہا کھڑا نہ رہے مردوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔ بحرالرائق میں ہے ان الصبی الواحد لا یقوم منفرداً عن صف الرجال بل یدخل فی صفهم یعنی ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف چھوڑ کر تنہا کھڑا نہ رہے بلکہ مردوں کی صف میں جا ملے (ج ۱ ص ۳۵۳ باب الامامة) اور درمختار میں ہے فلو واحد ادخل فی الصف۔ یعنی اگر ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں شامل کیا جائے (شامی ج ۱ ص ۵۳۴ باب الامامة مطلب فی کلام علی الصف الاول) صورت مسئولہ میں جب لڑکا ایک ہی ہے اور سمجھدار ہے تو اس کو بالغوں کی صف میں لے لیا جائے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آنکھ میں موتیا ہو تو نماز کا کیا حکم ہے:

(سوال ۳) آنکھ میں موتیا ہے۔ آپریشن کرانا ضروری ہے ورنہ آنکھ چلی جائے گی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ آپریشن کے وقت بعض دن اشارہ سے بھی نماز پڑھنے کی ڈاکٹر کی اجازت نہیں ہوتی۔ تو آپریشن کرائے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں معذوری ہے آپریشن کرائے، سر کے اشارہ سے نماز پڑھی جاتی ہو تو قضا کی اجازت نہیں اور اگر سر کے اشارے سے نماز پڑھنے میں نقصان ہوتا ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں نماز کی قضا کی اجازت ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) وان تعذر القعود ولو حکماً اوما مستلقیا علی ظهره درمختار علی هامش شامی صلاة المریض ج ۲ ص ۹۹

پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے؟

(سوال ۴) ایک آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے تو پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ اور بیٹھنے میں یہ چیز نہیں ہے تو یہ آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے یا بیٹھ کر؟

(الجواب) ایسا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے (فتاوی سراجیہ ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۵) کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے تو قطرے ٹپکتے ہیں اور چت لیٹ کر سونے میں یہ عذر نہیں ہے تو نماز کس طرح پڑھے؟

(الجواب) اس صورت میں سوتے سوتے اشارہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کھڑے کھڑے نماز پڑھے (نفع المفتی والسائل ص ۹۸) فقط۔

صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟:

(سوال ۶) صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟ درمیان میں یا کونے پر؟

(الجواب) صف میں جگہ نہ ہو تو امام رکوع کرے وہاں تک انتظار کرے اگر کوئی دوسرا شخص آ جائے تو اس کے ہمراہ امام کی سیدھ میں صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے اگر کوئی نہ آئے تو اکیلا ہی وہاں کھڑا ہو جائے۔ ومتی استوی جانباه یقوم عن یمین الا مام ان امکنه و ان وجد فی الصف فرجة سدها والا انتظر حتی یجیئ آخر فیقفان خلفه وان لم یجئ حتی یر کع الامام یختار اعلم الناس بهذه المسائل فیجذ به ویقفان خلفه ولو لم یجد عالماً یقف خلف الصف بحذاء الا مام للضرورة (شامی ج ۱ ص ۵۳۱) ومن اتی الجماعة یکره له القیام خلف الصف وحده متی وجد فی الصف فرجة وان لم یو جد فی الصف فرجة ینتظر الی الرکوع فان جاء واحداً یقوم احدهما فی جنب الا خر بحذاء الا مام والا یجذب واحداً من الصف الی نفسه فیقف فی جنبه لکن الاولی فی زماننا القیام وحده بحذاء الا مام لغلبة الجهل علی الناس فلو جرا حدا یفسد الصلوة (مجالس الا برار م ۵۴ ص ۳۲۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مریض آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا:

(سوال ۷) بیمار آدمی مسجد میں آ کر باجماعت نماز پڑھتا ہے مگر بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ آیا جائز ہے یا ناجائز؟

(الجواب) جو مریض قیام سے عاجز ہے یعنی اگر قیام کرے تو گر جانے یا مرض کے بڑھ جانے یا جلد اچھا نہ ہونے کا اندیشہ ہو یا بے حد تکلیف ہوتی ہو اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن اگر کھڑے رہنے کی استطاعت ہے تو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر تھوڑی دیر کھڑا رہ سکتا ہو تو اتنی دیر کھڑا رہے یہاں تک کہ اگر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنے کی طاقت ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے بعض مریض کھڑے ہوتے ہیں پھر بھی بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہتے

ہیں، یہ جائز نہیں ہے "درمختار" میں ہے۔ وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوماً بقدرما یقدرو لوقد ر اٰیة او تکبیرة علی المذهب لان البعض معتبر بالکل (درمختار) (قوله علی المذهب) فی شرح الحلوانی نقلا عن الهندوانی لو قدر علی بعض القیام دون تمامه او کان یقدر علی القیام لبعض القراة دون تمامها یومر بان یکبر قائما ویقرأ ما قدر علیه ثم یقعد ان عجزو هو المذهب الصحیح لا یروی خلافه عن اصحابنا ولو ترک هذا خفت ان لا تجوز صلوته (شامی ج ۱ ص ۷۱۰ باب صلاة المریض) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ میں جانے کی تکبیر کب کہی جائے:

(سوال ۸) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ تکبیر تحریمہ کب کہے ہاتھ باندھنے سے پہلے یا ہاتھ باندھ کر (۱) اگر امام صاحب کان تک ہاتھ اٹھانے کے بعد جب ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ (۲) اگر امام صاحب کا ہاتھ ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر کا ایک جزء کہے اور ہاتھ باندھنے کے بعد دوسرا جزء تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں (۳) غرض کہ تکبیر تحریمہ کب شروع کرے اور کب ختم کرے (۴) رکوع و سجود کی تکبیرات کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ (۵) اگر امام نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) تکبیر تحریمہ یا تکبیر اولی اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں (۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) شروع کرے اور تکبیر ختم ہوتے ہی ہاتھ باندھ لے (۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے (۳) پہلے تکبیر شروع کر کے فوراً ہاتھ اٹھا کر ایک ساتھ ختم کر دے (بحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۵ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاۃ الخ۔ درمختار مع الشامی صفت صلاۃ ج ۱ ص ۴۶۵)

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت افضل ہے تیسری صورت بھی جائز ہے مگر معمول بہا نہیں ہے (ہدایہ ج ۱ ص ۸۴ باب صفۃ الصلاۃ) (شامی وغیرہ۔ بحر الرائق)

اور جوہرہ میں ہے۔ اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب دونوں ہاتھ کان کے محاذات میں پہنچ کر قرار پکڑیں تب تکبیر شروع کرے۔ (جوہرہ ج ۱ ص ۴۹ باب صفۃ الصلاۃ)

صورت مسئولہ میں نماز ہوگی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر کو مؤخر کرنے کی عادت غلط اور مکروہ ہے یہ ثنا پڑھنے کا محل ہے نہ تکبیر کہنے کا۔ تکبیر ہاتھ باندھنے تک ختم ہو جانی چاہئے۔ ہاتھ باندھنے تک مؤخر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ اونچا سننے والا اور بہرا مقتدی امام کی رفع یدین کو دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی بنا پر اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر تکبیر کا پہلا لفظ "اللہ" کہنے میں مقتدی سبقت کرے یا لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے مگر لفظ "اکبر" امام کے ختم کرنے سے پہلے ختم کر دے تب بھی اقتداء صحیح نہ ہوگی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۴۸ حوالہ بالا) لہذا امام کو یہ عادت ترک کرنی چاہئے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب۔

(الجواب ۲) رکوع و سجود کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لئے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کرے اور (رکوع میں پہنچتے ہی) ختم کرے اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر شروع کرے اور (سجدہ میں پہنچتے ہی) ختم

کرے رکوع وسجود میں پہنچ کر تکبیر کہنا خلاف سنت اور مکروہ ہے اور دوطرح کی کراہت لازم آتی ہے۔ ایک کراہت ترک محل کی کیونکہ یہ تکبیریں تکبیرات انتقال کہلاتی ہیں رکوع اور سجدہ کی طرف منتقل ہونے یعنی رکوع کے لئے جھکنے اور سجدہ میں جانے کے وقت ان کو کہنا چاہئے تھا یہ ان کا محل تھا جس کو ترک کردیا۔ دوسری کراہت، اداء بے محل کی۔ یعنی جس وقت تکبیر کہہ رہا ہے وہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کا وقت تھا تکبیر کا وقت نہیں تھا اس وقت تکبیر بے محل ہے۔ منیۃ المصلی ص ۸۸، ص ۹۴ وکبیری میں ہے[1] مختصر کہ امام کا یہ عمل خلاف سنت ہے۔ انہیں سنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ، رفع یدین اور تکبیرات انتقالات کا صحیح طریقہ:

(سوال ۹) کیا فرماتے ہیں۔ علمائے کرام اس بارے میں کہ تکبیر تحریمہ جو فرض ہے اس کو ہاتھ باندھنے سے پہلے کہے یا ہاتھ باندھنے کے بعد۔

(۱) اگر کوئی امام کان تک ہاتھ اٹھا لینے کے بعد یا ناف تک ہاتھ لانے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر امام ناف تک ہاتھ لانے کے بعد تکبیر شروع کرے اور ہاتھ باندھنے کے بعد تکبیر پوری کرے۔ تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۳) نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کا آغاز کب کرے اور تکبیر پوری کب کرے؟

(۴) رکوع اور سجدہ کی تکبیرات کا صحیح وقت کون سا ہے؟ اور صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۵) اگر امام ہر نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الالجواب) تکبیر تحریمہ یعنی تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں۔

(۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کان تک اٹھا کر تکبیر شروع کرے اور تکبیر ختم ہونے پر دونوں ہاتھ باندھ لے۔

(۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ساتھ ساتھ شروع کرے اور دونوں ساتھ ساتھ ختم کرے۔

(۳) پہلے تکبیر شروع کرکے ہاتھ اٹھا کر ساتھ ساتھ ختم کرے۔ وفیہ ثلثة اقوال ۔

القوال الا ول:۔ انہ یرفع مقارنا للتکبیر وھو المروی عن ابی یوسف قولا وعن الطحاوی فعلاً واختارہ شیخ الا سلام وقاضی خاں وصاحب الخلاصة والخفقد والبدائع والحیط حتی قال البقالی ھذا قول اصحابنا جمیعاً ویشھد له المروی عنه صلی اللہ علیه وعلم انه کان یکبر عند کل خفض ورفع وما رواہ ابوداؤد انه صلی اللہ علیه وسلم کان یرفع یدبه مع التکبیر وفسر قاضی خاں المقارنة بان تکون بداء ته عند بدأته وختمه عند ختمه.

---

(۱) وینبغی ان یکون ابتدآء التکبیر عند اول الخرو والفراغ منه عند الا ستوآء راکعاً وقال بعضهم یکبر قائما ثم یرکع وھذا یستلزم تاخیر التکبیر الی ان یصل الی الرکوع ولیس بشی والقول الا ول وھو المقارنة اصح الا قوال صفة الصلاة ص ۳۴۵)

القول الثانی:۔ وقته قبل التکبیر و نسبه فی المجمع الی ابی حنیفة رحمه اللہ ومحمد رحمه اللہ وفی غایة البیان الیٰ عامة علمأ بنا وفی المبسوط الیٰ اکثر مشائخنا وصححه فی الهدایة ویشهد له ما فی الصحیحین عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حتیٰ یکونا حذاء منکبیه ثم کبر .

• القول الثالث:۔ وقته بعد التکبیر فیکبر اولا ثم یرفع یدیه ویشهد له ما فی صحیح المسلم انه کان اذا صلی کبر ثم رفع یدیه (بحر الرائق فصل اذا اراد الدخول فی الصلاۃ الخ. ۳۰۵ ج ۱ درمختار مع الشامی صفت صلاۃ ص ۴۶۵ ج ۱)

مذکورہ صور ثلثہ میں پہلی دوسری صورت افضل ہے۔ تیسری صورت بھی جائز ہے۔ لیکن معمول بہا نہیں ہے۔ والا صح انه یرفع یدیه او لا ثم یکبر لان فعله نفی الکبریا ء عن غیر اللہ والنفی مقدم علی الایجاب). (هدایه ص ۶۸ صفة الصلاۃ ج ۱ شامی . بحرالرائق)

"جوہرۃ" میں ہے اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب ہاتھ کان کے برابر پہنچ جائے تب تکبیر شروع کرے۔ والا صح انه یرفع اولا فاذا ستقر تافی موضع المحاذاۃ کبر (جوھرہ ص ۴۹ ج ۱ باب صفة الصلاۃ)

صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر میں تاخیر کرنا۔ یعنی ہاتھ باندھ کر تکبیر کہنے کی عادت کر لینا غلط اور مکروہ ہے۔ یہ وقت ہے ثناء پڑھنے کا۔ نہ کہ تکبیر کہنے کا۔ تکبیر ہاتھ باندھنے پر ختم کردی جائے۔ ہاتھ باندھنے تک تاخیر کرنے میں دوسری خرابی یہ ہے کہ کم سننے والا اور بہرا مقتدی، امام کو ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا، تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی وجہ سے اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی۔ اگر لفظ اللہ کہنے میں مقتدی پہل کرے بلکہ لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے لیکن لفظ اکبر کو امام کے ختم کرنے سے پہلے مقتدی ختم کردے تب بھی اقتداء درست نہ ہوگی۔

فلو قال اللہ مع الا مام و کبر قبله (ای قبل فراغه) لم یصح (درمختار مع الشامی ص ۴۴۸ ج ۱ صفة الصلاۃ فصل اذا اراد الخ) لہٰذا امام کو چاہئے کہ یہ عادت ترک کردے۔

رکوع اور سجدے کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع میں جاتے وقت تکبیر بھی ساتھ ساتھ شروع کردے اور ساتھ ساتھ ختم کرے۔ اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر ساتھ ساتھ شروع کرے اور ساتھ ہی ختم کرے۔ رکوع وسجدہ میں پہنچنے کے بعد تکبیر کہنا سنت کے خلاف ہے اور اس میں دو ۲ کراہتیں بھی لازم آتی ہیں۔ ایک کراہت تکبیر کے وقت کو ضائع کرنے کی اور دوسری کراہت بے وقت تکبیر کہنے کی۔ کیونکہ یہ وقت رکوع وسجدے کی تسبیح پڑھنے کا ہے تکبیر کہنے کا نہیں۔

فلما فرغ من القراء ۃ یخیر راکعا مکبرا وینبغی ان یکون ابتداء تکبیرہ عند اول الخرور والفراغ منه عند الا ستواء وقال بعضهم اذا اتم القراء ح حالة الخرور لاباس به بعد ان یکون مابقی من القراء ۃ حرفاً او کلمة والا ول اصح (منیة المصلی ص ۸۸ صفة الصلاۃ)

وفی موضع آخر وان یاتی بالاذکار المشروعۃ فی الانتقالات بعد تمام الانتقال وفیہ کراھتان تکرھا عن موضعہ وتحصیلھا فی غیر موضع (ص ۹۴ کبیری ص ۳۴۵ صفۃ الصلوٰۃ

نمازوں میں رکوع وسجود کی تسبیحات زور سے پڑھے یا آہستہ

(سوال ۱۰) بعض آدمیوں کی عادت ہے کہ فرض۔ سنت۔ وغیرہ نمازوں میں ثناء۔ اور رکوع وسجود کی تسبیحات اور تکبیرات انتقالات اور تشہد، درود شریف، اور نماز کے بعد دعاء اور وظیفہ وغیرہ زور سے پڑھتے ہیں کہ قریب نماز پڑھنے والے کو حرج ہوتا ہے اور نماز میں غلطی ہوتی ہے۔ خشوع اور خضوع فوت ہوتا ہے۔ تو اس قدر زور سے پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) فرض وغیرہ میں ثناء اور رکوع وسجود کی تسبیحات وغیرہ یا تلاوت قرآن مجید، ذکر اور اوراد اور وظیفہ وغیرہ اس قدر زور سے پڑھنا کہ دوسروں کی توجہ بٹے، نماز پڑھنے والوں کو غلجان ہو وہ بھول جائیں یا ان کے خشوع وخضوع میں یا اعتکاف کرنے والوں کی یکسوئی میں فرق آئے، سونے والوں کی نیند میں خلل پڑے (اس طرح پڑھنا) درست نہیں۔ گناہ کا موجب ہے۔ لہٰذا ایسی عادت چھوڑ دینی چاہئے۔

وفی حاشیۃ الحموی عن الامام الشعرانی انی اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصلی او قاری ، الخ (شامی ص ۶۱۸ ج ۱ احکام المسجد مطلب فی رفع الصوت بالذکر.)

وقد ذکر الشیخ عبدالوھاب الشعرانی فی کتابہ المسمی "بیان ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور" مانصہ واجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعۃ فی المساجدو غیرھا من غیر تکیر الا ان یشوش جھر ھم بالذکر علی نائم اومصلی اوقاری کما ھومقرر فی کتب الفقہ (الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی ص ۵۶۰) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے:

(سوال ۱۱) تکبیر تحریمہ کی وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھے یا چھوڑ کر پھر باندھے صحیح طریقہ کیا ہے؟

(الجواب) تکبیر تحریمہ کے بعد اور وتر میں دعائے قنوت سے، اسی طرح نماز عید کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھا کر باندھ لئے جائیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کسی سے ثابت نہیں اختلاف اس بات میں ہے کہ ثناء اور قرات پڑھنے کی حالت میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے رکھے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باندھنے کا حکم ہے۔ (کیونکہ وہ ہاتھ باندھنے کو قیام کی سنت قرار دیتے ہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک ثناء کے وقت چھوڑنے کا حکم ہے ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا قرات کے آداب میں سے ہے۔ اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوۃ اخرج کفیہ من کمیہ ثم رفعھما حذاء اذنیہ ثم کبر بلا سد ناویا ثم وضع یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ عقب التحریمۃ بلا مھلۃ مستفتحا. یعنی۔ جب مرد نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں آستین سے نکالے

پھر ان کو کانوں کے مقابل اٹھائے پھر تکبیر کہے بلامد کے نیت کرتے ہوئے پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ تحریمہ کے بعد بلاتاخیر کے ثناء پڑھتے ہوئے (نور الایضاح ص ۶۷ فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوٰۃ)

اور "مراقی الفلاح" میں ہے (تحت سرۃ عقب التحریمۃ بلامھلۃ) لانہ سنۃ القیام فی ظاھر المذھب وعند محمد سنۃ القراءۃ فیرسل حال الثناء وعندھما یعتمد فی کل قیام فیہ ذکر مسنون کحالۃ الثناء والقنوت وصلوۃ الجنازۃ ویرسل بین تکبیرات العیدین اذلیس فیہ ذکر مسنون ص ۵۲ ایضاً)

فالاعتماد سنۃ القیام عندھما حتی لا یرسل حالۃ الثناء وعند محمد رحمہ اللہ سنۃ القراءۃ حتی انہ یرسل حالۃ قراءۃ الثناء الخ (الجوھرۃ النیرہ ص ۵۰ ج ۱ باب صفۃ الصلاۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

بعد نماز گوشۂ مصلی کو لپیٹنا چہ حکم دارد؟:

(سوال ۱۲) نماز پڑھنے کے بعد مصلے کا ایک کونہ لپیٹ لیتے ہیں۔ ورنہ شیطان اس پر نماز پڑھتا ہے۔ یہ اعتقاد کیسا ہے؟

(الجواب) مذکور رواج کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ اعتقاد بالکل غلط ہے۔ فقط۔

قبلہ کی جانب پاؤں کر کے سونا:

(سوال ۱۳) ہمارے ہاں ایک مسلم برادر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سوتا ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ قبلہ جہت پیر کر کے سونا گناہ ہے اس نے کہا کہ اپنے پیغمبر بھی سوتے تھے اور سونا گناہ نہیں ہے۔ اور کہتا ہے کہ گاؤں کے مشرقی جانب میں قبرستان ہو تو میت کو کیسے لے جاتے ہیں؟ ایسی دلیل پیش کرتا ہے بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) بجانب قبلہ پیر پھیلا کر سونا مکروہ تحریمی قریب حرام ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے وہ فاسق اور مردود الشہادۃ ہے یعنی شرعاً اس کی گواہی مردود اور نامقبول ہے (شامی ج ۱)[1] الجاہل، ضدی شخص دینی بحث اور سوال وجواب کے قابل نہیں ہے فقط واللہ اعلم بالصواب.

انتظار صلوٰۃ کی فضیلت:

(سوال ۱۴) حدیث شریف میں ہے کہ آدمی جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے اس کا یہ وقت نماز میں گذرا ہوا شمار ہوتا ہے تو اس کے لئے باوضو رہنا ضروری ہے یا بے وضو بھی اسی قدر ثواب ہے؟

(۱) مدلو جلیہ فی نوم او غیرھا ای عمداً لانہ اساءۃ ادب قال فی الشامیۃ تحت قولہ لانہ اساءۃ ادب افاد ان الکراھۃ تنزیھۃ لکن قد مناعن الرحمۃ فی باب الاستنجاء انہ سیاتی انہ بمد الرجل الیھا ترد شھادتہ قال وھذا یقتضی التحریم فلیحرر، درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۱۳ مطلب فی مکروھات الصلاۃ)

(الجواب) مذکورہ فضیلت کے لئے باوضو رہنا ضروری ہے۔ وضو نہ ہو تو نماز کا انتظار نہیں سمجھا جائے گا۔ وقد صرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم او لوح ان من الرجحات انہ اذا توضأ فاحسن وضوءہ ثم توجہ الی المسجد لاینھضہ الا الصلوۃ کان مشبہ فی حکم الصلوۃ وخطواتہ مکفرات للذنوبہ۔

ترجمہ:۔ اور نبی کریم ﷺ نے صراحۃً یا اشارۃً فرمایا کہ فضیلت نماز کو بڑھانے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص وضو کرے اور وضو اچھی طرح کرے (یعنی وضو کے آداب مثلاً قبلہ رو بیٹھنا۔ دنیا کی باتیں نہ کرنا۔ مسنون طرح پر مسواک کرنا وغیرہ کا خیال رکھے اور ان کو پورا کرے) پھر مسجد کی طرف روانہ ہو۔ اور اس کا محرک صرف نماز ہی ہو تو اس کا چلنا نماز کے حکم میں ہوگا۔ اور اس کے قدم گناہوں کے کفارہ کرنے والے ہوں گے (ہر قدم پر گناہ معاف ہوگا۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۸۸ ج ۲)

شروع کی ہوئی نماز تکبیر ہونے پر توڑے یا نہیں؟:

(سوال ۱۵) مسجد میں نماز ہو جانے کے خیال سے گھر میں نماز شروع کی۔ پھر مسجد کی اقامت سنی تو نماز پوری کرے یا توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز پوری کرے۔ "خلاصۃ الفتاوی" میں ہے۔ ولو افتتح الصلوۃ فی منزلہ ثم سمع الاقامۃ فی مسجد آخر او فی مسجدہ یتم الصلوۃ۔

ترجمہ:۔ اگر مکان میں نماز شروع کی۔ پھر دوسری مسجد یا محلہ کی مسجد کی اقامت سنی تو نماز پوری کرے (ص ۲۲۹ ج ۱ الفصل السادس والعشرون فی المسجد وما یتصل بہ) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز کے سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ:

(سوال ۱۶) نماز کے سلام میں ورحمۃ اللہ کے بعد "وبرکاتہ" کا اضافہ کیا جائے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) "وبرکاتہ" کا اضافہ متروک العمل ہے (قولہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ) لم یقل وبرکاتہ کما فی الھدایۃ الاختلاف فیہ قال المظھر فی شرح المصابیح لفظ برکاتہ لم یرد فی سلام الصلوۃ وفی السراج وانہ لا یقول وبرکاتہ وصرح فی النووی بانہ بدعۃ ولیس فیہ شیئ ثابت ولکن یردہ ما فی الحاوی القدسی من انہ مروی وایضاً قال امیر الحاج رد النووی بانھا جاءت فی سنن ابی داؤد من حدیث وائل بن حجر باسناد صحیح (حاشیۃ الدرر علی الغرر ج ۱ ص ۶۲)

قائلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ ھو السنۃ ودرج الحدادی علیکم السلام (و) انہ (لا یقول) ھنا (وبرکاتہ) وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی وفی الحاوی انہ حسن (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۹۱ مطلب فی وقت ادراک فضیلۃ الافتتاح) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے:

(سوال ۱۷) جب کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مستحب اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پیٹھ کو اتنی جھکائی جائے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جائے۔ سرین اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ نفع المفتی والسائل میں ہے الاستفسار صلی النفل قاعدا فکیف یرکع فیہ. الاستبشار. الرکوع یتم بانحناء الظھر لکن المستحب ان یرکع بحیث یحاذی جبھتہ قدام رکبتیہ نقلہ الشامی عن حاشیۃ الفتال عن البرجندی (ص ۷۶) ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یخفف جبھتہ قدام رکبتیہ لیحصل الرکوع (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ مطلب الرکن الاصلی والرکن الزائد) تحت بحث الرکوع والسجود. فقط واللہ اعلم بالصواب.

قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم:

(سوال ۱۸) قومہ اور جلسہ میں امام اور مقتدی دعا پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مقتدی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر (قومہ میں) ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کہہ سکتا ہے۔ جب کہ وقت مل جائے امام سے پیچھے رہنا لازم نہ آتا ہو، اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) اللھم اغفرلی کہے اور وقت مل جاتا ہو تو وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی بھی کہہ سکتا ہے ممنوع نہیں ہے۔ (قولہ لیس بینھما ذکر مسنون) قال ابو یوسف سألت الامام ایقول الرجل اذا رفع رأسہ من الرکوع والسجود اللھم قال یقول ربنا لک الحمد وسکت ولقد احسن فی الجواب اذلم ینہ عن الاستغفار. نھر وغیرہ. اقول بل فیہ اشارۃ الی انہ غیر مکروہ اذ لو کان مکروھاً لنھی عنہ کما ینھی عن القرأۃ فی الرکوع والسجود وعدم کونہ مسنوناً لا ینافی الجواز کالتسمیۃ بین الفاتحۃ والسورۃ بل ینبغی ان یندب الدعاء بالمغفرۃ بین السجدتین خروجاً من خلاف الامام احمد رحمہ اللہ الخ (ج ۱ ص ۴۷۲ باب صفۃ الصلاۃ) (قولہ محمول علی النفل) وصرح بہ فی الحلیۃ فی الوارد فی القومۃ والجلسۃ وقال علی انہ ان ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد او الجماعۃ والمامون محصورون لا یتثقلون بذلک کما نص علیہ الشافعیۃ ولا ضرر فی التزامہ وان لم یصرح بہ مشائخنا فان القواعد الشرعیۃ لو تنبو عنہ کیف والصلوۃ والتسبیح والتکبیر والقرأۃ کما ثبت فی السنۃ اھ (شامی ج ۱ ص ۴۷۲، ص ۴۷۳ ایضاً) غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے۔ شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہیں۔ گو مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی۔ اس لئے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں۔ اور قراءت اور تسبیح اور تکبیر فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے۔ (غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۳۵ ایضاً) البتہ حضور اکرم ﷺ کی ہدایت من ام قوماً فلیخفف فان فیھم المریض والکبیر و ذا الحاجۃ (او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام) کا لحاظ کرتے

ہوئے مقتدیوں کے لئے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مقتدی کے بیٹھنے کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو وہ التحیات پڑھے یا نہیں؟:

(سوال ۱۹) مقتدی نے تکبیر تحریمہ کہا اور امام نے سلام پھیر دیا تو اب اسے بیٹھ کر کھڑے ہونا چاہئے یا کھڑے کھڑے ہی قراءت شروع کر دے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مقتدی کے بیٹھتے ہی سلام پھر دیا تو التحیات پڑھنا چاہئے۔ یا بغیر پڑھے ہی کھڑا ہو جائے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اس کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو یہ شخص جماعت میں شامل ہو گیا۔ اپنی نماز شروع کرے قعدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر امام نے السلام کا لفظ کہا ابھی علیکم کا لفظ کہنے نہیں پایا تھا کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور قعدہ میں بیٹھا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کو تشہد پڑھ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ اگر تشہد پڑھے بغیر ہی کھڑا ہو گیا تب بھی نماز درست ہے۔ شامی میں ہے۔ قال فی التجنیس الا مام اذا فرغ من صلاته فلما قال السلام جاء رجل واقتدی به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلاً فی صلاته لان هذا سلام (باب صفة الصلا قشامی ج ۱ ص ۴۳۶ وفتاوی رحیمیه ج ۱ ص ۲۰۵) شامی میں دوسری جگہ ہے۔ وشمل باطلاقه مالوا قتدی به فی اثناء التشهد الا ول او الا خیر فحین قعد قام امامه او سلم ومقتضاه انه یتم التشهد ثم یقول ولم اراه' صریحاً ثم رأیته' فی الذخیرة ناقلاً عن ابی اللیث المختار عند ی انه' یتم التشهدو ان لم یفعل اجزاه اه ولله الحمد (شامی ج ۱ ص ۴۶۳ صفة الصلاة (بعد مطلب فی اطالة الرکوع لجائی) فقط واللہ اعلم بالصواب

سورۂ فاتحہ کے شروع میں، اور سورۂ فاتحہ وسورت کے درمیان تعوذ وتسمیہ پڑھے یا نہ پڑھے:

(سوال ۲۰) پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ کے شروع میں اور اسی طرح ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلی رکعت میں (منفرد اور امام کے لئے) ثناء کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھنا مسنون ہے۔ اور بقیہ رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں صرف بسم اللہ پڑھے۔ ویسن التعوذ للقراء ة وتسن التسمية اول کل رکعة قبل الفاتحة لانه صلی اللہ علیه وسلم کان یفتتح صلاته بسم اللہ الرحمن الرحیم (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۱) سمی سراً فی اول کل رکعة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۵۷ (قیل) مطلب لفظة الفتوی آکد وابلغ من لفظ المختار) درمختار میں دوسری جگہ ہے۔ (والرکعة الثانیة کالا ولی) فیما مر (غیر انه' لا یاتی بثناء ولا تعوذ فیها) اذ لم یشر عا الا مرةً (درمختار مع الشامیة ج ۱ ص

۴۷۳ صفة الصلاة)

سورۂ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔ شامی میں ہے۔ ان سمی بین الفاتحة والسورة المقرونة سراً وجهراً کان حسناً عندابی حنیفة رحمه اللہ، یعنی سورۂ فاتحہ اور سورت زور سے پڑھی یا آہستہ اس کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے (شامی ج ۱ ص ۴۵۸ مطلب قرأة البسملة بین الفاتحة والسورة حسن) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زبان سے غلط نیت نکل گئی تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۱) نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ زبان سے بجائے عصر کے فرض کے ظہر کا فرض نکل گیا تھا تو اب نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) دل میں عصر کی نیت تھی مگر زبان سے ظہر کا لفظ نکل گیا تو مضائقہ نہیں نماز ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے۔ والمعتبر فیها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذکر باللسان ان خالف القلب لانه کلام لانية (درمختار) قوله' ان خالف القلب) فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً اجزاه کما فی الزاهدی قهستانی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۸۵، ۳۸۶ باب شروط الصلاة بحث النية) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ غلط نیت کی ہے تو کیا نماز میں نیت درست کر سکتا ہے؟:

(سوال ۲۲) نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ بجائے عصر کے ظہر کے فرض کی یا اسی طرح سنت کی نیت کی ہے تو اب نماز توڑ کر پھر تکبیر تحریمہ کہے یا نماز میں ہی نیت بدل دے۔ اگر نماز میں ہی نیت بدل سکتا ہو تو کب تک بدلنے کا اختیار ہے رکوع کے بعد بھی بدل سکتا ہے؟ بینوا توجروا (حیدرآباد)

(الجواب) بلانیت ہی نماز شروع کر دی پھر یاد آیا کہ نیت نہیں کی ہے یا غلط نیت کی مثلاً عصر کی جگہ ظہر کی نیت کر لی تو اب نیت کا وقت جاتا رہا۔ نماز شروع کرنے کے بعد نیت کا اعتبار نہیں از سر نو نیت کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے، ولا عبرة بنية متاخرة عنها علی المذهب (قوله ولا عبرة بنية متاخرة) لان الجزء الخالی عن النية لا یقع عادة فلا یبنی الباقی علیه الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۸۷ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا:

(سوال ۲۳) ایک شخص بذریعہ ہوائی جہاز حج کے لئے گیا انہوں نے عصر کی اور مغرب کی نماز ہوائی جہاز میں پڑھی۔ کیا یہ بات صحیح ہے کہ جس چیز پر نماز پڑھتے ہوں اس کا زمین کی سطح سے لگا ہوا ہونا ضروری ہے؟ اس لئے عصر اور مغرب کی نماز قضا کرنا ہوگی جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہوائی جہاز میں نماز کا وقت آجائے تو نماز قضا نہ کرے پڑھ لیوے اور بعد میں اعادہ کر لیوے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا انگلیاں نہ رکھیں تو سجدہ معتبر ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سجدے کی حالت میں اپنے پیر کی انگلیاں زمین کو نہ لگاتا ہو۔ صرف انگوٹھا ہی رکھتا ہو تو اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے۔ سجدہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ میں فقط پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا رہنے سے نماز ہوجائے گی مگر صرف انگوٹھا رکھنے پر اکتفا کرنا اور دوسری انگلیوں کو اٹھائے رکھنا خلاف سنت ہے اس لئے مکروہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ دونوں قدموں کی انگلیاں زمین پر لگی رہیں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔ ووضع اصبع واحدۃ منھما شرط (درمختار) وافاد انہ' لو لم یضع شیئاً من القدمین لم یصح السجود الخ (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ بحث الرکوع والسجود) والمراد بوضع القدمین علیٰ ما ذکر فی الخلاصۃ وضع اصابعھما والمراد بو ضع الا صابع توجیھھما نحو القبلۃ لیکون الا عتماد علیھا حتیٰ لو وضع ظھر القدمین ولم یوجہ اصابعھما او احدھما نحو القبلۃ لا یصح سجودہ' وھذا مما یجب حفظہ واکثر الناس عنہ غافلون (مجالس الا برار ص ۳۱۵ مجلس نمبر ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب ۳ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ۔

حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہی پھر بلا توقف رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۵) مقتدی نے بحالت قیام تکبیر کہی اس کے بعد بلا توقف رکوع میں چلا گیا اور امام کو رکوع میں پالیا تو اس قدر قیام سے (قیام کا) فرض محقق ہوجائے گا؟ یا تکبیر کے بعد توقف کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بحالت قیام تکبیر کہنے کی مقدار قیام کافی ہے۔ مجالس ابرار میں ہے:۔

حتیٰ لو کبر قائماً ولم یقف یمیر مودیا فرضی التکبیر والقیام جمیعاً ولا یلزمہ توقف بعدہ' قائماً لان قدرما وجد من القیام یکفیہ.

ترجمہ یہاں تک کہ اگر تکبیر کھڑے کھڑے کہی اور پھر توقف نہ کیا تو قیام اور تکبیر دونوں کا فرض (اتنی مقدار کھڑے رہنے سے) ادا کر چکا، بعد اس کے قیام میں توقف کرنا اس کو لازم نہیں اس لئے کہ جس قدر قیام پایا گیا وہی کافی ہے۔ (مجالس ابرار ص ۳۰۷، ص ۳۰۸ مجلس نمبر ۵۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ناقص العقل شخص کون سی صف میں کھڑا ہو :

(سوال ۲۶) ایک لڑکا ہے جو بالغ ہے لیکن وہ پاگل جیسا ہے اور نماز میں سکون کے ساتھ کھڑا نہیں رہتا۔ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتا رہتا ہے۔ اور پاکی ناپاکی کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ پہلی صف میں کھڑا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اس لڑکے کو پہلی یا دوسری صف میں کھڑا رکھا جاسکتا ہے؟ اور اگر وہ کھڑا ہو جائے تو اس کو پیچھے کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو بالغ لڑکا پاگل کی طرح ہو، نماز کی عظمت نہ سمجھتا ہو، پاکی ناپاکی کا خیال نہ کرتا ہو اور نماز میں بیجا حرکتیں کرتا ہو جس کی وجہ سے نمازیوں کو تشویش ہوتی ہو تو اس کو بالغوں کی صف میں کھڑا ہونے سے روکا جائے اگر کھڑا ہو گیا تو

اس کو پیچھے کیا جاسکتا ہے۔ فقہاء نے ایسے شخص کو بچے کے حکم میں داخل کیا ہے۔ (قولہ او معتوہ) ھو الناقص العقل وقیل المدھوش من غیر جنون کذافی المغرب وقد جعلوہ فی حکم الصبی. (شامی ج ۱ ص ۵۴۱ باب الا مامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

صف اول کس کو کہتے ہیں:

(سوال ۲۷) صف اول کس کو کہتے ہیں اگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک صف آگے بڑھادی جائے اور وہ منبر کی وجہ سے منقطع ہوجائے۔ اور مقتدی امام کے قریب اغل بغل کھڑے ہوں تو یہ صف۔ صف اول ہوگی یا اس کے پیچھے والی صف، صف اول ہوگی۔ اور پہلی صف باطل ہوگی۔ اور جگہ کی تنگی کے وقت اس طرح صف بنانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صف اول وہ ہے جو امام کے قریب ہو۔ مؤذن اقامت کے لئے امام کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ مصلیوں کی جو صف ہے وہ صف اول ہے اگر یہ صف آگے بڑھ کر امام کے قریب ہوجائے اس وقت بھی وہ صف اول شمار ہوگی۔ پیچھے جماعت خانہ اور صحن میں اور اوپر بھی جگہ نہ ہو تو نمازیوں کو امام کے قریب ہوجانا بلا کراہت درست ہے۔ جگہ ہوتے ہوئے امام کے ساتھ صف بنالینا مکروہ تحریمی ہے۔ الزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریماً لو اکثر الخ (درمختار) قولہ وتحریماً لو اکثر) فاذا تقدم الا مام امام الصف واجب کما افادہ' فی الھدایۃ والفتح . یعنی ایک سے زائد مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ لہٰذا اگر دو مقتدی ہوں اور امام ان کے درمیان کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار والشامی ج ۱ ص ۵۳۱ ھل الا ساءۃ دون الکراھۃ او افحش منھا) نیز مقتدیوں کے امام کے ساتھ کھڑے ہونے میں جماعت نساء کے ساتھ بھی مشابہت لازم آتی ہے یہ بھی ایک وجہ کراہت ہے۔

صف اول کے سلسلہ میں جو لکھا گیا ہے شامی کی عبارت سے اس کی تائید ہوتی ہے ملاحظہ ہو۔ ویعلم منہ بالاولیٰ ان مثل مقصورۃ دمشق التی ھی فی وسط المسجد خارج الحائط القبلی یکون الصف الاول فیھا ما یلی الا مام فی داخلھا وما اتصل بہ من طرفیھا خارجاً من اول الجدار الی اٰخرہ فلا ینقطع الصف ببناء ھا کما لا ینقطع بالمنبر الذی ھو داخلھا فیما یظھر الخ (شامی ج ۱ ص ۵۳۲ مطلب فی الکلام علی الصف الاول تحت مطلب فی الکلام علی الصف الاول، باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

ایک یا ایک سے زائد مقتدی ہوں اور ان میں عورت بھی ہو تو ان کی صف بنانے کی کیا صورت ہوگی :

(سوال ۲۸) کبھی صرف ایک مقتدی ہو یا صرف نابالغ بچہ ہو۔ یا صرف ایک عورت ہو۔ یا ایک سے زیادہ مقتدی ہوں جن میں کچھ بچے کچھ عورتیں بھی ہوں تو صف کس طرح بنائی جائے؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔

(الجواب) ایک مقتدی ہو تو اسے امام کی داہنی طرف محاذ میں قدرے پیچھے کھڑا رہنا چاہئے۔ ویقف الواحد محاذیا لیمین امامه (درمختار ج ۱ ص ۵۲۹، ص ۵۳۰) اگر بائیں طرف کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے فلو وقف عن یساره کره اتفاقاً (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) الظاهر ان الكراهة تنزيهية لتعليلها فى الهداية وغيرها بمخالفة السنة ولقوله فى الكافى جاز و اساء الخ (شامی ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اسی طرح اگر ایک مقتدی ہو اور پیچھے کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے بوجہ خلاف سنت ہونے کے (وکذا) یکره (خلفه على الاصح) لمخالفة السنة (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰) اور اگر صرف ایک نابالغ لڑکا ہو تو امام کی سیدھی طرف محاذ میں یعنی امام کے برابر قدرے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ ویقف الواحد ولو صبیاً محاذیاً (لیمین امامه على المذهب (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اور اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ امام کے پیچھے کھڑی ہو۔ اما الواحدة فتاخر (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اور اگر ایک عورت اور ایک مرد ہو تو مرد کو امام اپنے برابر کھڑا کرے اور عورت کو پیچھے کھڑا رکھے (قوله اما الواحدة فتاخر) فلو كان معه رجل ايضاً يقيمه عن يمينه والمرأة خلفهما (شامی ج ۱ ص ۵۳ ایضاً) حتی لو كان خلفه رجل واحد وامرأة يقوم الرجل بحذائه كما لو لم يكن معه امرأة (عینی شرح کنز الدقائق باب الامامة ج ۱ ص ۳۹) اور اگر امام کے ساتھ دو مرد اور ایک عورت ہو تو دونوں مرد پیچھے کھڑے رہیں اور عورت ان دونوں کے پیچھے۔ ولو رجلان يقيمهما خلفه والمرأة خلفهما (شامی ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اگر ایک سے زائد دو مقتدی بجائے پیچھے کھڑے رہنے کے امام کی دونوں طرف محاذ میں کھڑے ہو گئے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو مقتدیوں سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے والزائد يقف خلفه فلو توسط اثنين كره تنزيها وتحريما لو اكثر (در مختار، ج ۱ ص ۵۳۹ ایضاً) اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو اور امام کے پیچھے جماعت ہو تو مکروہ ہے بالاتفاق یہ کراہت مقتدی کے حق میں ہے نہ کہ امام کے حق میں۔ ولو قام واحد بجنب الامام وخلفه صف كره اجماعاً الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۳۱) فقط واللہ اعلم۔

قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے جائیں یا نہ باندھے جائیں :

(سوال ۲۹) قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھنا چاہئے یا چھوڑے رکھے، دونوں میں راجح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہاتھ باندھنا قوی اور راجح ہے اس لئے کہ ہر اس قیام میں جس میں ذکر مسنون ہے شیخین کے نزدیک ہاتھ باندھنا سنت ہے، اس لئے ثنا پڑھتے وقت قنوت وتر میں، صلوٰۃ جنازہ میں اسی طرح قنوت نازلہ میں بھی ہاتھ باندھنا چاہئے، اگر کوئی چھوڑے رکھے تو اس سے جھگڑنا نہیں چاہئے، الجوہرۃ النیرہ میں ہے۔ قال فى الهداية الاصل ان كل قيام فيه ذكر مسنون يعتمد فيه وما لا فلا هو الصحيح فيعتمد فى حالة القنوت وصلاة الجنازة ويرسل فى القومة من الركوع وبين تكبيرات العيد (الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۵۰ صفة الصلاة)

مراقی الفلاح میں ہے:۔ وعندهما يعتمد فى كل قيام فيه ذكر مسنون كحالة الثناء

3 والقنوت وصلاة الجنازة ويرسل بين تكبيرات العيدين اذليس فيه ذكر مسنون (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۳ فصل فى كيفية تركيب افعال الصلوة) فقط واللہ اعلم بالصواب

مرد اور عورت کے رکوع میں فرق:

(سوال ۳۰) بعد سلام مسنون! عرض ہے کہ مرد اور عورت کے رکوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر فرق ہے تو بالتفصیل کتابوں کے حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد اور عورت کے رکوع میں چند باتوں میں فرق ہے (۱) یہ کہ مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں، اور عورت تھوڑی مقدار جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے (۲) یہ کہ مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے، مردوں کی طرح خوب سیدھی نہ کرے (۳) یہ کہ مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازوؤں کو پہلو سے خوب ملائے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے شامی میں ہے قال فى المعراج وفى المجتبىٰ هذا كله فى حق الرجل اما المرأة فتنحنى فى الركوع يسيراً ولا تفرج ولكن تضم وتضع يديها على ركبتيها وضعاً وتحنى ركبتيها ولا تجافى عضديها لان ذلك استرلها (شامی ج ۱ ص ۴۶۱ فصل فى تاليف الصلوة)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ویعتمد بيديه على ركبتيه كذا فى الهداية وهو الصحيح هكذا فى البدائع ويفرج بين اصابعه ولا يندب الى التفريج الا فى هذه الحالة ولا الى الضم الا فى حالة السجود وفيما وراء ذلك يترك على العادة كذا فى الهداية ويبسط ظهره حتى لو وضع على ظهره قدح من ماء لا ستقر ولا ينكس رأسه ولا يرفع يعنى يسوى رأسه بعجزه كذا فى الخلاصة ويكره ان يحنى ركبتيه شبه القوس والمرأة تحنى فى الركوع يسيراً ولا تعتمد ولا تفرج اصابعها ولكن تضم يديها وتضع على ركبتيها وضعاً وتحنى ركبتيها ولا تجافى عضديها كذا فى الزاهدى (فتاوىٰ عالمگیری ج ۱ ص ۴۶ كتاب الصلوة. الفصل الثالث فى سنن الصلوة و آدابها وكيفيتها) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی زانو پر رکھ دے یا کھڑی رکھے:

(سوال ۳۱) تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے بعد شہادت کی انگلی زانو پر رکھ دینی چاہئے یا زانو سے کھڑی رکھنا چاہئے؟ یہاں اس بارے میں اختلاف ہو گیا ہے، لہذا حوالجات کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں تو عین کرم ہوگا، بینوا توجروا۔ (انگلینڈ)

(الجواب) قوی یہ ہے کہ تشہد میں کلمہ کے موقع پر داہنے ہاتھ کے اخیر کی دونوں چھوٹی انگلیوں کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر لا الہ پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر رکھ دے یعنی چھوڑ دے اور یہ حالت (یعنی حلقہ) آخر

تک باقی رکھے، یہی صورت اولیٰ ہے۔ شامی کی عبارت ملاحظہ ہو وفی المحیط انہا (ای الاشارۃ) سنۃ یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ومحمد رحمہ اللہ وکثرت بہ الآثار والاخبار فالعمل بہ اولیٰ فھو وصریح فی ان المفتی بہ ھو الاشارۃ بالمسبحۃ ...... ولذا قال فی منیۃ المصلی فان اشار یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی بالابہام ویقیم السبابۃ ...... وصحح فی شرح الھدایۃ انہ یشیر و کذا فی الملتقط وغیرہ وصفتہا ان یحلق من یدہ الیمنی عند الشہادۃ الابہام والوسطیٰ ویقبض الخنصر والبنصر ویشیر بالمسبحۃ ...... الخ(شامی ج ۱ ص ۴۷۵ تحت مطلب مہم فی عقد الاصابع عند التشہد)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعلیم الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

''جب اشہد ان لا الہ پر پہنچو تو سیدھے ہاتھ کی انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لو اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کر لو اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرو لا الہ پر اٹھاؤ اور الا اللہ پر جھکا دو اور اسی طرح اخیر تک حلقہ باندھے رکھو۔ (تعلیم الاسلام ص ۲۰ حصہ سوم، نماز پڑھنے کی پوری ترکیب)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں' اور جب کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر لا الہ کہنے کے وقت انگلی اٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت جھکا دے مگر عقد و حلقہ کی ہیئت کو آخر نماز تک باقی رکھے (بہشتی زیور ص ۱۹ حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

عمدۃ الفقہ میں ہے:۔ اور جب اشہد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لے اور چھنگلیا اور اس کے آس پاس کی انگلی کو بند کرے اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے لا الہ پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر جھکاوے اور پھر اخیر قعدہ تک اس طرح حلقہ باندھے رکھے۔ (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۱۱ نماز کی پوری ترکیب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حدیث سے ثبوت:

(سوال ۳۲) احناف نماز کی تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں، اس کے لئے کون سی حدیث ہے؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ احناف کے پاس حدیث نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مشکوٰۃ شریف میں ہے: عن مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر رفع یدیہ حتیٰ یحاذی بہما اذنیہ الخ وفی روایۃ حتی یحاذی بہما فروع اذنیہ متفق علیہ (مشکوۃ شریف ص ۷۵ باب صفۃ الصلوۃ) حضرت مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو اٹھاتے اپنے دونوں ہاتھ یہاں تک کہ اپنے دونوں کانوں کے برابر کرتے (باب صفۃ الصلاۃ مشکوۃ شریف ص ۷۵)

نیز مشکوۃ شریف میں ہے عن وائل بن حجر انہ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوۃ رفع یدیہ حتی کانتا بحیال منکبیہ وحاذی ابہامیہ اذنیہ ثم کبر (رواہ ابو داؤد ،وفی روایۃ

لہ یرفع ابہامیہ الی شحمۃ اذنیہ) حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی ﷺ کو نماز کے لئے کھڑا ہونے کے وقت دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے مقابل اٹھائے ، اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کے لو کے برابر فرمادیا (ابوداؤد) اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کے لو (نرمہ گوش) کے برابر کیا (مشکوۃ شریف ص ۷۶ باب صفۃ الصلوۃ)

زجاجۃ المصابیح میں ہے عن عبدالجبار بن وائل عن ابیہ انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ حتی تکاد ابہاماہ تحاذی شحمۃ اذنیہ ، رواہ النسائی ولابی داؤد وروی الحاکم فی المستدرک والدار قطنی والبیھقی فی سننہ عن انس نحوہ وقال الحاکم اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین ولا اعلم لہ علۃ وفی روایۃ لابی داؤد والنسائی والطبرانی والدار قطنی ومسلم عن وائل بن حجر قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوۃ رفع یدیہ حیال اذنیہ (زجاجۃ المصابیح ،ص ۲۲۷ ج ۱ ، باب صفۃ الصلوۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت:

(سوال ۳۳) احناف ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، اس کے لئے کون سی حدیث ہے؟ غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ احناف حدیث کے خلاف کرتے ہیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) مولانا نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ (مؤلف مظاہر حق شرح مشکوۃ شریف) نظام الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ تیسیر الوصول کے ۲۱۶ صفحہ میں حدیث ہے عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ ان علیاً قال السنۃ وضع الکف فی الصلوۃ وان یضعہا تحت السرۃ اخرجہ رزین حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا سنت ہے، اور احمد اور ابوداؤد اور دار قطنی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ یعنی ناف کے نیچے ہاتھ کو ہاتھ کے اوپر رکھنا سنت ہے، ہدایہ، بحرالرائق، کفایہ، عنایہ، نہایہ، اور کافی میں بھی اسی مضمون کی حدیث ہے، صرف لفظ میں اختلاف ہے اور معنی میں اتفاق، اور بحرالرائق میں ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ثلث من سنن المرسلین وذکر من جملتہا وضع الیمنیٰ علی الشمال تحت السرۃ یعنی نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں پیغمبروں کی سنت ہے اور ان تینوں میں سے ایک یہ ہے کہ ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا (نظام الاسلام ص ۳۶) یہ رسالہ حضرتؒ کے رسالے توفیر الحق اور تنبیہ الضالین کے ساتھ چھپا ہوا ہے، حدیث کے ترجمہ میں معمولی تغیر کیا گیا ہے)

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ رواہ ابن ابی شیبۃ وفی عمدۃ الرعایۃ سندہ جید ورواتہ کلھم ثقات کذا قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا والشیخ عابد السندی وقال العلامۃ ابو الطیب المدنی ھذا حدیث قوی من حیث السند.(زجاجۃ المصابیح ص ۲۳۲ باب صفۃ الصلاۃ جلد اول)

نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ علقمۃ بن وائل بن حجرؓ اپنے والد وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد وائلؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہیں، اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں حافظ قاسم ابن قطلو بغا اور شیخ عابد سندی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور علامہ ابوالطیب المدنی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے (نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح ج ۲، ج ا ص ۲۲۲)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے عن علی قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ رواہ ابوداؤد واحمد وابن ابی شیبۃ والدار قطنی والبیہقی (زجاجۃ المصابیح ج ا ص ۲۳۳ ایضاً)

یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نماز میں ناف کے نیچے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے اس کی روایت ابوداؤد وامام احمد اور ابن ابی شیبۃ دار قطنی اور بیہقی نے کی ہے۔ (نور المصابیح ص ۲۲۲ ج ا، ج ۲)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے عن ابراھیم النخعی انہ کان یضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری تحت السرۃ رواہ محمد فی الآثار (زجاجۃ المصابیح ص ۲۳۳ ج ا باب صفۃ الصلاۃ)

یعنی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں ناف کے نیچے اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کرتے تھے، اس کی روایت امام محمدؒ نے الآثار میں کی ہے۔ (نور المصابیح ص ۲۲۲ حصہ دوم، جلد اول)) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مقلدین کا دعویٰ کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے:

(سوال ۳۴) غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا لازم اور ضروری ہے اس کے بغیر اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی، کیا ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ جہری نماز میں بلا قراءۃ فاتحہ مقتدی کی نماز نہیں ہوتی باطل اور اکارت ہے، یہ دعویٰ قطعاً غلط ہے، چنانچہ مشہور محدث اور فقیہ حضرت شیخ موفق الدین ابن قدامہ حنبلیؒ ۶۲۰ھ جو محبوب سبحانی حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی ۵۶۱ھ کے شاگرد رشید ہیں اپنی مشہور کتاب المغنی ص ۶۲ ج ا میں ارقام فرماتے ہیں۔

ماسمعنا احداً من اھل الاسلام یقول اذا جھر الامام بالقراءۃ فلا تجزئ صلوٰۃ من خلفہ اذا لم یقرأ وقال ھذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ والتابعون، وھذا مالک فی اھل الحجاز، وھذا الثوری فی اھل العراق، وھذا الاوزاعی فی اھل الشام وھذا اللیث فی اھل مصر ماقالوا لرجل صلی خلف الامام ولم یقرأ صلاتہ باطلۃ. (المغنی ص ۵۶۲ ج ا مکروھات الصلاۃ)

یعنی: امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے پڑھتا ہو اور مقتدی نے اس کے پیچھے قراءت نہ کی ہو تو مقتدی کی نماز باطل ہوگی، چنانچہ رسول مقبول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم وتابعین رحمہم اللہ اور اہل حجاز میں امام ملکؒ اور اہل عراق میں سفیان ثوریؒ اہل شام

میں امام اوزاعیؒ اہل مصر میں امام لیث بن سعدؒ جیسے جلیل القدر محدثین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت نہ کی اس کی نماز باطل ہوگی۔ (فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

قراءت خلف الامام کے متعلق تشفی بخش جواب:

(سوال ۳۵) غیر مقلدین قرأت خلف الامام کو فرض قرار دیتے ہیں، اور بخاری ومسلم کی روایت لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب پیش کر کے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ احناف حدیث کے سراسر خلاف کرتے ہیں عوام میں کچھ لوگوں کو تذبذب ہوگیا ہے اور وہ بھی کہنے لگے ہیں کہ جب بخاری ومسلم کی یہ روایت ہے تو اس کے خلاف عمل نہ کرنا چاہئے، آپ سے درخواست ہے کہ احادیث کی روشنی میں تفصیلی جواب تحریر فرمائیں، خاص طور پر حنفیہ کے دلائل قلم بند فرمائیں اور احناف ان احادیث کے متعلق کیا کہتے ہیں تحریر فرمائیں، آپ کی بڑی عنایات ہوں گی، آپ کا جواب انشاء اللہ ہمارے لئے بڑی رہنمائی کا سبب ہوگا اور انشاء اللہ عوام کی غلط فہمی دور ہوگی، بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ مسئلہ اختلافی اور معرکۃ الآراء ہے، صرف ایک حدیث کا ٹکڑا پیش کر دینے سے دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا، اس کے متعلق تمام روایات پر نظر کر کے فیصلہ کرنا ہوگا۔ مذکورہ حدیث میں لاصلوٰۃ سے مراد منفرد کی نماز ہے (جو امام پر بھی صادق آتا ہے) مقتدی اس میں شامل نہیں، اس دعویٰ پر کہ لاصلوٰۃ، صلوٰۃ مقتدی کو شامل نہیں مشہور محدث ومجتہد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بیان جو ترمذی شریف میں مذکور ہے روز روشن کی طرح واضح ثبوت ہے صحیح ترمذی شریف کی عبارت یہ ہے۔

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ' واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ' ..... حدثنا اسحق بن موسیٰ الانصاری نامعن نا مالک عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام ھذا حدیث حسن صحیح (ترمذی شریف ج ا ص ۴۲ باب ماجاء فی ترک القراءۃ)

یعنی: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ فرمان نبوی ﷺ "لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب" سے مراد منفرد ہے (مقتدی اس میں شامل نہیں) اور امام احمدؒ نے اپنے اس قول پر حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث سے استدلال فرمایا ہے، حضرت جابرؓ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ ایک صحابی رسول ہیں (ﷺ) جنہوں نے نبی ﷺ کے قول مبارک "لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب" کا مطلب بیان کیا ہے کہ مذکورہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (ترمذی شریف ص ۴۲ ج ا)

حضرت جابرؓ کی یہ روایت موقوف ہے، امام طحاویؒ نے یہ حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے، طحاوی شریف

میں ہے۔ حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا یحیی بن سلام قال ثنا مالک عن وهب بن کیسان عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال من صلی رکعة فلم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱، باب القراءة خلف الامام)

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں" لمن یصلی وحده" یعنی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (مقتدی کے حق میں نہیں ہے) ابوداؤد شریف میں ہے۔

حدثنا قتیبة بن سعید وابن السرح قال نا سفیان عن الزهری عن محمود بن الربیع عن عبادة بن الصامت یبلغ به النبی صلی الله علیه وسلم قال لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعداً قال سفیان لمن یصلی وحده (ابوداؤد شریف ص ۱۲۶ ج ۱، باب من ترک القراءة فی صلوته)

حنفیہ کا مذہب قرآن، احادیث اور آثار صحابہ وتابعین سے ثابت ہے، قرآن مجید میں ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون.

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (قرآن مجید پ ۹ سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۰۴)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی، تفسیر ابن کثیر میں ہے: وقال علی بن طلحة عن ابن عباس فی الایة قوله (واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا) یعنی فی الصلوة المفروضة وکذا روی عن عبد الله بن مغفل (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۲۳ سوره اعراف)

نیز تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔ وکذا قال سفیان الثوری عن ابی هاشم اسمٰعیل بن کثیر عن مجاهد فی قوله (واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا) قال فی الصلوة وکذا رواه غیر واحد عن مجاهد. الیٰ قوله. وکذا قال سعید بن جبیر والضحاک وابراهیم النخعی وقتادة والشعبی والسدی وعبدالرحمان بن زید بن اسلم ان المراد بذلک فی الصلوة. یعنی اسی طرح سفیان ثوری نے اسمٰعیل بن کثیر سے اور انہوں نے مجاہد سے اللہ کے قول مبارک واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے اور بہت سے حضرات نے مجاہد سے اسی طرح روایت کی ہے، الیٰ قولہ۔ اور اسی طرح سعید بن جبیر، ضحاک، ابراہیم نخعی، قتادہ، شعبی، سدی، اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد نماز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

معالم التنزیل (تفسیر امام بغوی) میں ہے روی زید بن اسلم عن ابیه عن ابی هریرة قال نزلت هذه الایة فی رفع الاصوات وهم خلف رسول الله ﷺ فی الصلوة. الی قوله. وعن ابن مسعود رضی الله عنه انه سمع ناسا یقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفقهوا (واذا قرئ

القرآن فاستمعوا له وانصتوا) کما امرکم الله، وهذا قول الحسن والزهری والنخعی ان الایة فی القراءة فی الصلوة. حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز میں (قراءت کرنے کی وجہ سے) لوگوں کی آواز بلند ہوتی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ الی قولہ۔ ابن مسعودؓ نے لوگوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے ہوئے سنا جب نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ نے فرمایا، کیا ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ تم واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کو سمجھو۔ حسن، زہری، اور نخعی فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز میں قرأت کے متعلق ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل مع ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اجمع الناس علی ان هذه الایة فی الصلوة سب لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (المغنی ص ۶۰۱ ج ۱ قراءۃ الماموم خلف الامام، مکروہات الصلوٰۃ)

امام زید بن اسلم اور ابوالعالیہ فرماتے ہیں کانوا یقرؤن خلف الامام فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون. یعنی بعض لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی، واذا قرئ القرآن الخ (المغنی والشرح الکبیر ص ۶۰۱ مصری مکروہات الصلاۃ)

تفسیر ابن کثیر میں ایک اور روایت ہے۔ عن بشیر بن جابر رضی الله عنه قال صلی ابن مسعود رضی الله عنه فسمع ناساً یقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما آن لکم ان تفقهوا ما آن لکم ان تعقلوا (واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا) کما امرکم الله. حضرت بشیر بن جابرؓ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ امام کے ساتھ قرائت کرتے ہیں، نماز کے بعد آپ نے ان لوگوں سے فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو، اس کے باوجود تم اس بات کو نہیں سمجھتے، کیا اب بھی تمہارے سمجھنے کا وقت نہیں آیا (تفسیر ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے (وان کان ماموناً لا یقرأ) لقوله تعالیٰ واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا قال ابن عباس وابو هریرة رضی الله عنهما وجماعة من المفسرین: نزلت فی الصلوة خاصة حین کانوا یقرؤن خلفه علیه الصلوة والسلام یعنی: اگر مقتدی ہو تو قراءت نہ کرے اللہ کے فرمان واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی وجہ سے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۵۲)

زجاجۃ المصابیح ص ۲۴۱ ج ۱ پر بھی متعدد روایتیں اس مضمون کی نقل کی گئی ہیں اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ مذکورہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے لہٰذا جب امام قرأت کر رہا ہو (جہری نماز ہو یا سری) تو اس وقت مقتدیوں پر لازم ہے کہ خاموش رہیں اور غور سے سنیں کیونکہ قرآن میں دو حکم ہیں ایک استمعوا (امام کی قراءت سنو) یہ تو جہری نماز کے ساتھ خاص ہے، دوسرا حکم ہے انصتوا (امام کی قرأت کے وقت خاموش رہو) یہ جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: وحاصل الاستدل بالاٰیۃ ان المطلوب امران: الاستماع والسکوت فیعمل بکل منھما والاول یخص الجھریۃ، والثانی لا فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القراءۃ مطلقاً، وھذا بناء علی ان ورود الاٰیۃ فی القراءۃ فی الصلوۃ (فتح القدیر مع عنایہ ج ۱ ص ۳۴۲ فصل فی القراءۃ)

احادیث مبارکہ

(۱) عن ابی موسیٰ الاشعری بروایۃ جریر عن سلیمان التیمی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین فقولوا آمین الخ. (مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱، باب التشھد فی الصلوۃ)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا ہمیں سنت سکھائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھی کر لیا کرو پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد نے سوال کیا کہ اس حدیث میں اذا قرئ فانصتوا کا اضافہ صحیح ہے؟ یہ اضافہ سلیمان تیمی نے کیا ہے، دوسروں کی روایت میں یہ جملہ نہیں، تو امام مسلمؒ نے جواب دیا" تریدا حفظ من سلیمان ؟" کیا تم سلیمان سے بڑھ کر حدیث کا حافظ چاہتے ہو؟ یعنی وہ کامل الحفظ تام الضبط ہے، اس کا تفرد مضر نہیں (مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱)

حقیقت یہ ہے کہ سلیمان تیمی کی متابعت وموافقت کرنے والے دوسرے حفاظ وثقات موجود ہیں، چنانچہ مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں" صحیح ابوعوانہ میں اس حدیث کو عبداللہ بن رشید سے ابوعبیدہ (مجاعۃ بن زبیر عتکی) سے قتادہ سے یونس بن جبیر سے حطان بن عبداللہ رقاشی سے، ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو آمین کہو، اس میں سلیمان تیمی کی متابعت ابوعبیدہ نے کی ہے وہ بھی قتادہ سے سلیمان تیمی کی طرح اذا قرأ الامام فانصتوا روایت کر رہا ہے اور ابوعبیدہ ثقہ ہے انساب سمعانی میں عبداللہ بن رشید اور ابوعبیدہ دونوں کو مستقیم الحدیث کہا ہے، دار قطنی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کیا ہے، ان کی سند میں عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے سلیمان تیمی کی طرح واذا قرأ فانصتوا روایت کیا ہے، عمر بن عامر امام مسلم کے راویوں میں سے ہے اسی طرح اس کا شاگرد وسالم بن نوح رجال مسلم میں سے ہے امام مسلم اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اپنی صحیح میں اس سے روایت کرتے ہیں پس بعض محدثین کا یہ کہنا کہ قتادہ کے شاگردوں میں سے صرف سلیمان تیمی نے اس حدیث میں اذا قرأ الامام فانصتوا زیادہ کیا ہے غلط ہے، قتادہ کے تین شاگردوں نے جو ثقہ ہیں سلیمان تیمی کی موافقت کی ہے۔ (فاتحہ

الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۲۴، ص ۲۵)

(۲) نسائی شریف میں ہے۔

تاویل قولہ عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون، عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد (باب تاویل واذا قرئ القرآن نسائی شریف ص ۹۳ ج ۱ (باب القراءۃ فی الصلوۃ مشکوۃ شریف ص ۸۱).

یعنی: ارشاد خداوندی واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون کی تاویل حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اتباع (اقتداء) کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

(۳) ابن ماجہ میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد (ابن ماجہ شریف ص ۶۱ باب اذا قرأ الامام فانصتوا)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تک تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

نسائی اور ابن ماجہ کی مذکورہ حدیث ابوہریرہ صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد ابوبکر نے امام مسلم سے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ میرے نزدیک صحیح ہے، مسلم شریف میں ہے، فقال لہ ابو بکر فحدیث ابی ھریرۃ فقال ھو صحیح یعنی واذا قرئ فانصتوا فقال ھو عندی صحیح (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۴ باب التشھد فی الصلوۃ)

اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا نہیں چاہئے اسے خاموش رہنا چاہئے، نیز مذکورہ حدیث سے قرآن مجید کی آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کی تشریح بھی ہو جاتی ہے کہ اس آیت کا تعلق نماز سے ہے۔

(۴) ترمذی شریف میں ہے۔

حدثنا اسحق بن موسی الانصاری نا معن نا مالک عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء

الامام هذاحديث حسن صحيح .(ترمذی شريف ج ۱ ص ۴۲ باب ماجاء فی ترک القراءة خلف الا مام)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جس نے کوئی رکعت بغیر سورۂ فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۵) امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ حدیث معانی الآثار میں مرفوعاً روایت کی ہے۔

حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا يحيى بن سلام قال ثنا مالک عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قال من صلی ركعة فلم يقرأ فيها بام القران فلم يصل الا وراء الامام.

حضرت جابرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱ باب القرآۃ خلف الامام)

ان دونوں حدیثوں سے خاص طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مقتدی کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

(۶) مؤطا امام مالک میں ہے۔

مالک عن نافع عن عبد الله بن عمر رضی الله عنه كان اذا سئل هل يقرء احد خلف الامام قال اذا صلی احد كم خلف الا مام فحسبه' قراء ة الا مام واذا صلی وحده فليقرأ قال و كان عبد الله بن عمر رضی الله عنه لا يقرأ خلف الا مام (مؤطا امام مالک ص ۲۹)

نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب سوال کیا جاتا کیا کوئی امام کے پیچھے قراءت کرسکتا ہے؟ تو آپ فرماتے جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کو کافی ہے (جس طرح امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لئے کافی ہوجاتا ہے اور جب تنہا پڑھے تو قرأت کرے، خود عبداللہ ابن عمر بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے،

زجاجۃ المصابیح میں ہے: وقال العينی و كان ابن عمر رضی الله عنه لا يقرأ خلف الا مام و كان اعظم الناس اقتداء برسول الله صلی الله عليه وسلم ، انتهی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے اور آپ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں سب سے بڑھ کر تھے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۱ ج ۱ باب القراۃ فی الصلوٰۃ)

(۷) ابن ماجہ میں ہے۔ حدثنا علی بن محمد ...... عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من كان له امام فقراء ة الا مام له قرائة (ابن ماجه ص ۶۱ باب اذا قرء الامام فانصتوا)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی

قرأت ہے (یعنی امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے)

(۸) مسند امام اعظم میں ہے: ابو حنيفة عن موسی عن عبد الله بن شداد عن جابر بن عبد الله ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال من كان له امام فقراء ة الا مام له قرائة (مسند امام اعظم ص ۱۳۳ مترجم)

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی امام ہو (یعنی نماز باجماعت پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

(۹) مؤطا امام محمد میں ہے:۔ قال محمد اخبرنا ابو حنيفة قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبدالله عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قال من صلی خلف الا مام فان قراء ة الا مام له قراء ة (موطا امام محمد ص ۷۷ باب القرأة فی الصلوة خلف الا مام)

امام محمدؒ فرماتے ہیں امام ابو حنیفہؒ نے ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشہ سے انہوں نے عبداللہ بن شداد بن الہاد سے انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے قرأت ہے۔

(۱۰) زجاجۃ المصابیح میں ہے: عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قال من صلی خلف الا مام فان قراء ة الا مام له قرأة. رواه محمد ، والدار قطنی والبيهقی عن امامنا ابی حنيفة وهو احسن طرقه حكم عليه ابن الهما بانه صحيح علی شرط الشيخين وقال العينی هو حديث صحيح اما ابو حنيفة فابو حنيفة وموسیٰ بن عائشة الكوفی من الثقات الا ثبات من رجال الصحيحين وعبد الله بن شداد من كبار الشامين وثقا تهم وهو حديث صحيح ، انتهیٰ (باب القرأة فی الصلوة زجاجة المصا بيح ص ۲۴۸، ص ۲۴۹)

حضرت جابرؓ نبی ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے امام محمدؒ، دار قطنی اور بیہقی نے ہمارے امام ابو حنیفہؒ سے اسے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند سب سے احسن ہے اور اس کے متعلق علامہ امام ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے موافق ہے اور علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، ابو حنیفہ تو ابو حنیفہ ہی ہیں۔ ان کا کیا کہنا، اور موسیٰ بن عائشہ نہ صرف ثقہ اور معتبر ہیں بلکہ بخاری اور مسلم کے راویوں میں سے ہیں اور عبداللہ بن شداد شام کے بڑے محدث اور ثقہ ہیں اور اس سند کی مذکورہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۱۱) مؤطا امام محمد میں ایک اور روایت ہے۔

قال محمد اخبر نا اسرائيل حدثنی موسیٰ بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد قال ام رسول الله صلی الله عليه وسلم فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزه الذی يليه فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال كان رسول الله صلی الله عليه وسلم قد امک فكرهت ان تقرأ خلفه

فسمعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فان قراته له قراۃ (مؤطا امام محمد ص ۷۸،ص ۷۹ باب القراۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

یعنی: عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی ان کے پاس والے شخص نے انہیں ہاتھ لگا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا نماز کے بعد اس شخص نے کہا تم نے مجھے خاموش رہنے کے لئے کیوں شارہ کیا انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تمہارے آگے ہیں اس لئے میں نے اس کو ناپسند سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تم قرأت کرو یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کا کوئی امام ہو تو بے شک اس (امام) کا قرأت کرنا اس (مقتدی) کا قرأت کرنا ہے۔

(۱۲) کتاب الآثار میں ہے۔ محمد قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال صلی رسول اللہ ﷺ ورجل یقرأ خلفه فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھاہ عن القرائة فی الصلوۃ فقال اتنھانی عن القراءۃ خلف نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام له قراءۃ قال محمد وبه نأخذ وھو قول ابی حنیفة (کتاب الآثار ص ۲۳ باب القراۃ خلف الامام)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کرتا تھا تو نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت کرنے سے روکنے لگے اس نے کہا تم مجھ کو نبی ﷺ کی پیچھے قرأت کرنے سے روکتے ہو، دونوں کے درمیان اس سلسلہ میں نزاع ہونے لگا یہاں تک کہ اس بات کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرات اس کے لئے قرأت ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

(۱۳) زجاجۃ المصابیح میں ہے: عن علی رضی اللہ عنه قال سئل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام او انصت قال لا بل انصت فانه یکفیک رواہ البیھقی. (زجاجة المصابیح ص ۲۵۰ ج ۱ باب القراۃ فی الصلوۃ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں یا خاموش رہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قراءت مت کرو بلکہ خاموش رہو کیونکہ وہ (امام کی قرائت) تمہارے لئے کافی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امام کی قراءت کافی ہے سری نماز ہو جہری۔

(۱۴) زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتکفیک قراۃ الامام خافت او جھر رواہ الدار قطنی (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۵۰ باب القرائة فی الصلاۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امام کی

قرائت کافی ہے سری نماز ہو جہری۔

(۱۵) مسلم شریف میں ہے: حدثنا قتیبة بن سعید قال نا یعقوب یعنی ابن عبدالرحمن عن سھیل عن ابیه عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین فقال من خلفه آمین فوافق قوله قول اھل السمآء غفرله ما تقدم من ذنبه (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۶ باب التسمیع والتحمید والتامین)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قرآن پڑھنے والا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے، پس جو لوگ اس کے پیچھے ہیں (یعنی مقتدی) وہ آمین کہیں، پس جس کی آمین آسمان والوں (یعنی فرشتوں) کی آمین کے موافق ہوگی اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

یہ حدیث نماز باجماعت سے متعلق ہے اور اس حدیث میں قرآن پڑھنے والے کا اطلاق صرف امام پر کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرأت کرنا صرف امام کی ذمہ داری ہے اگر مقتدی پر بھی قرأت لازم ہوتی تو امام کی تخصیص نہ کی جاتی، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ صرف امام پڑھے گا، اسی لئے ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے والا یعنی امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو مقتدی آمین کہیں۔

(۱۶) بخاری شریف میں بھی یہ روایت ہے۔

حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال الزھری حدثناہ عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امن القاری فامنوا فان الملائکة تؤمن فمن وافق تامینه تامین الملئکة غفرله ما تقدم من ذنبه (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۴۷ کتاب الدعوات ، باب التامین)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قاری (یعنی امام) آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو، پس بے شک ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی قاری سے مراد امام ہی ہے، معلوم ہوا کہ امام ہی قراءت کرے گا اور مقتدی خاموش رہیں گے، اگر مقتدی پر بھی قرأت ہوتی تو ارشاد یوں ہوتا جب تم ولا الضالین کہو تو اس کے بعد آمین کہو۔

اس کے علاوہ متعدد جلیل القدر صحابہ و تابعین کے اقوال حنفیہ کی تائید میں ہیں چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

آثار صحابہ و تابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن معمر قال ـــ واخبرنی موسیٰ بن عقبة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر و عمر و عثمان کانوا ینھون عن القراءۃ خلف الامام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲)

(باب القراءة خلف الا مام)

موسیٰ بن عقبہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے تھے۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۰ ج۱)

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن ابن عيينة عن ابى اسحاق الشيبانى عن رجل قال : عهد عمر بن الخطاب ان لا تقرأ وامع الا مام (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ رجاجة المصا بيح ص ۲۵۱ ج ۱ باب القراة فى الصلوة)

ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم امام کے ساتھ قراءت نہ کریں۔

حضرت علیؓ کے آثار:

طحاوی شریف میں ہے حدثنا فهد ..... قال سمعت ابى ليلىٰ قال قال على رضى الله عنه من قرأ خلف الا مام فليس على الفطرة (طحاوى شريف ص ۱۰۷ ج ۱)

حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے وہ فطرت پر نہیں ہے۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۱ ج۱)

مصنف عبدالرزاق میں ہے: عبدالرزاق عن الحسن ..... عن عبد اللہ بن ابى ليلىٰ قال: سمعت علياً يقول: من قرأ خلف الا مام فقد اخطأ الفطرة.

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس نے فطرت کے خلاف کیا۔ (باب القراءۃ خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے آثار:

مصنف عبدالرزاق میں ہے: عبدالرزاق عن منصور عن ابى وائل قال: جاء رجل الى عبداللہ فقال : يا ابا عبدالرحمن! اقرأ خلف الا مام ؟ قال انصت للقرآن فان فى الصلاة شغلاً وسيكفيك ذلك الا مام (باب القرأة خلف الا مام مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲)(موطا امام محمد ص ۷۸)

ابووائل سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرلیا کروں؟ فرمایا قرآن کے لئے خاموش رہو کیونکہ نماز میں دوسرا شغل ہے (یعنی قرآن کے اوامر ونواہی اور وعدہ وعید پر غور کرنا) اور تم کو قرأت کے بارے میں امام کافی ہے۔

مؤطا امام محمد میں ہے۔ قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح القرشى عن حماد عن ابراهيم النخعى عن علقمة بن قيس ان عبد اللہ بن مسعود كان لا يقرأ خلف الا مام فيما يجهر فيه وفيما يخافت فيه فى الا ولين ولا فى الا خرين واذا صلى وحده قرأ فى الاولين بفا تحة الكتاب وسورة ولم يقرأ فى الا خرين شيئا (باب القرأ ة خلف الامام) مؤطا امام محمد ص ۷۸)

علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ آخری دو رکعتوں میں، اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر:

عن ابى حمزة قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بين يدى فقال : لا . طحاوى شريف ص ۱۰۸ ج ۱ باب القرأة خلف الا مام)

ابوحمزہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا امام میرے آگے (قرأت کرتا ہو) اس وقت میں قراءت کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں (قراءت مت کرو)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر:

عبدالرزاق عن هشام بن حسان عن انس بن سيرين قال سالت ابن عمر اقرأ مع الا مام فقال انك لضخم البطن قراةُ الا مام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲)

ابن سیرین کہتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، میں امام کے پیچھے قرأت کیا کروں؟ فرمایا تو تو بڑے پیٹ کا معلوم ہوتا ہے (تجھے) امام کی قرأت (کافی ہے)

(۲) عبد الرزاق قال اخبرنا داؤ د بن قيس عن زيد بن اسلم عن ابن عمر كان ينهىٰ عن القرأة خلف الا مام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲ باب القرأة خلف الامام)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(۳) مؤطا امام محمد میں ہے: قال محمد اخبر نا عبيد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر قال من صلى خلف الا مام كفته قرأ ته (مؤطا امام محمد ص ۷۶ ايضاً)

نافع، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

(۴) قال محمد اخبرنا عبدالرحمن بن عبد اللہ المسعودى اخبرنى انس بن سيرين عن ابن عمر رضى اللہ عنه انه سائل عن القرأة خلف الا مام قال تكفيك قرأ ة الا مام (موطأ امام محمد ص ۷۷ ايضاً)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا اثر:

عن عطاء بن یسار انہ سأل زیداً عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شیٔ رواہ مسلم فی باب سجود التلاوۃ (زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۵۱ باب القرأۃ فی الصلوۃ)(مسلم شریف ص ۲۱۵ ج ۱)

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی حالت میں بھی قرأت نہیں، یہ روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں باب سجود التلاوۃ میں نقل فرمائی ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ اخبرنا عبدالرزاق قال عن الثوری عن ابن ذکوان عن زید بن ثابت وابن عمر کان لا یقرأن خلف الامام. (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۱)

امام ثوری ابن ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

طحاوی شریف میں ہے۔ عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا تقرأ خلف الامام فی شئی من الصلوات (طحاوی شریف ص ۱۰۸ ج ۱ باب القرأۃ خلف الامام)

عطاء بن یسار نے زید بن ثابتؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت مت کیا کرو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا اثر:

عن جابر قال لا یقرء خلف الامام لاان جھر ولا ان خافت ، رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ.(زجاجۃ المصابیح باب القرأۃ فی الصلوۃ ص ۲۵۱ ج ۱)

حضرت جابرؓ نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جہری نماز میں، نہ سری نماز میں۔

عن عبید اللّٰہ بن مقسم انہ سأل عبد اللّٰہ بن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبداللہ فقالوا لا تقرؤا خلف الامام فی شئی من الصلوات (طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۰۷)

عبید اللہ بن مقسم نے عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے (قرأت خلف الامام کے متعلق دریافت کیا) ان تمام حضرات نے فرمایا تم امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قراءت مت کرو۔

عبدالرزاق عن داؤد بن قیس عن عبید اللّٰہ بن مقسم قال : سئلت جابر بن عبد اللہ اتقرأ خلف الامام فی الظھر والعصر شیئاً ؟فقال لا (باب القرأۃ خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۱ ج ۲)

عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے دریافت کیا، آپ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔

4

علقمہ بن قیس کا اثر:

قال محمد اخبرنا بکیر بن عامر حدثنا ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس قال لان اعض علی جمرۃ احب الی من ان اقرء خلف الامام(مؤطا امام محمد ص ۸۷)(باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

ابراہیم نخعی علقمہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں علقمہ نے فرمایا میں دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ انگارے تھامے رہوں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں۔

کتاب الآثار میں ہے: محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا حماد عن ابراھیم قال ما قرء علقمۃ بن قیس قط فیما یجھر ولا فیما لا یجھر فیہ ولا فی الرکعتین الاخریین ام القران ولا غیرھا خلف الامام(کتاب الآثار ص ۲۲ باب القراءۃ خلف الامام)

امام ابوحنیفہ نے حماد سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ علقمہ بن قیس نے کبھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کی نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں، نہ سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے نہ اور کوئی سورت۔

محمد بن سیرینؒ کا اثر:۔

حدثنا الثقفی عن محمد قال لا اعلم القراءۃ خلف الامام من السنۃ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷ من کرہ القرأۃ خلف الامام)

محمد بن سیرین سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو مسنون نہیں سمجھتا۔

سوید بن غفلہ کا اثر:

حدثنا الفضل عن زھیر عن الولید بن قیس قال سألت سوید بن غفلۃ اقرأ خلف الامام فی الظھر والعصر فقال لا (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷ ج ۱ من کرہ القراءۃ خلف الامام)

فضل زہیر سے وہ ولید بن قیس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نے سوید بن غفلہ سے (جو بڑے درجہ کے تابعی ہیں اور بعض نے ان کو صحابی بھی کہا ہے) دریافت کیا میں ظہر وعصر میں امام کے پیچھے قرأت کرلیا کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

ابراہیم نخعی کا اثر:

قال محمد اخبرنا اسرائیل بن یونس حدثنا منصور عن ابراھیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتھم (مؤطا امام محمدؒ ص ۸۷ باب القرأۃ خلف الامام)

منصور ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سب سے پہلے قرأت کی وہ دین میں متہم تھا۔

مولانا ظفر احمد تھانوی تحریر فرماتے ہیں: ف۔ ابراہیم نخعی فقہاء کوفہ میں سے ہیں بظاہر مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں سب سے پہلے جس شخص نے قرأت خلف الامام شروع کی وہ متہم تھا، ممکن ہے کوئی خارجی یا قدری ہو، اس سے پہلے اہل کوفہ کا عمل عبداللہ بن مسعود کے موافق تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے، ابراہیم نخعی کا یہ مطلب نہیں کہ مکہ اور حجاز میں بھی قرأت خلف الامام کرنے والے مبتدع یا متہم تھا (فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۴۱، ص ۴۲)

ان کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن کو ہم نے مصلحتاً چھوڑ دیا۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ قال الشیخ ابن الھمام وغیرہ ان المامور به اثنان الا ستماع و الانصات فالا ول فی الجھریة والثانی فی السریة فالمعنی اذ قرئ القرآن فاستمعوا له ان جھربه وانصتوا واسکتوا ان اسربه انتھی وبه اخذ اما منا ابو حنیفه واصحابه وقال به جابر بن عبد اللّٰہ وزید بن ثابت وعلی بن ابی طالب، وعمر بن الخطاب وعبد اللّٰہ بن مسعود علی ما ھو الا رجح فی الروایة عنھما، وسفیان الثوری وسفیان بن عیینة وابن ابی لیلیٰ والحسن بن صالح بن حیٍ وابراھیم النخعی واصحاب ابن مسعود وغیرھم من مشاھیر الصحابة والتابعین کذا ذکرہ ابن عبدالبر فی الا ستذکار والتمھید وقال العینی وقد روی منع القراۃ عن ثما نین نفرا من کبار الصحابةمنھم المرتضی و العبادلة الثلاثة واسا میھم عند اھل الحدیث وقیل تجاوز عدد من افتی فی ذلک الزمان عن الثمانین فکان اتفاقھم بمنزلة الاجماع وذکر الشیخ الامام عبد اللّٰہ بن یعقوب الحارثی السبذمو نی فی کتاب کشف الا سرار عن عبد اللّٰہ بن زید بن اسلم عن ابیه قال عشرة من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ینھون عن القراء ة خلف الا مام اشد النھی ابو بکر الصدیق وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وعبد اللّٰہ بن مسعود و زید بن ثابت وعبد اللّٰہ بن عمرو عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنھم الخ (باب القراۃ فی الصلاۃ زجاجة المصابیح ص ۲۴۲ ج ۱).

ترجمہ:۔ شیخ ابن ہمام اور دیگر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز میں مقتدی کو قرأت کے متعلق دو حکم ہیں ایک استماع یعنی کان لگا کر سننا اور دوسرا حکم انصات یعنی چپ رہنا پہلا حکم (یعنی استماع) جہری نمازوں سے متعلق ہے اور دوسرا حکم (یعنی انصات) سری نمازوں سے متعلق ہے، پس آیت کے معنی یہ ہیں، اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو خوب غور سے سنو، اگر جہر سے پڑھ رہا ہو، اور خاموش (چپ) رہو اگر آہستہ پڑھے۔ ہمارے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں نے اسی کو اختیار فرمایا ہے (کہ مقتدی یا غور سے سنے یا خاموش رہے خود قرأت خلف الامام نہ کرے) اور حضرت جابر بن عبداللہ زید بن ثابت) اور حضرت علی بن ابو طالبؓ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو راجح روایت آئی ہے وہ بھی یہی ہے نیز سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح بن حیی، ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن مسعودؓ کے جملہ شاگرد اور ان سب کے سوا جو مشہور صحابہ و تابعین ہیں وہ سب قرأت خلف الامام کی ممانعت کے قائل ہیں ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے استذکار اور تمہید میں اسی طرح بیان فرمایا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت اسی ۸۰ جلیل القدر صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت علی مرتضیٰؓ،

عبادلۂ ثلاثہ یعنی عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور ان اسی ۸۰ صحابہ کے اسماء محدثین کے پاس محفوظ ہیں، اور منقول ہے کہ قراءت خلف الامام کی ممانعت کے متعلق ہی اس زمانہ میں فتویٰ دینے والوں کی تعداد اسی ۸۰ سے متجاوز تھی اور ان سب حضرات کا قرأت خلف الامام کی ممانعت پر اتفاق کر لینا اجماع کی طرح ہے اور شیخ امام عبداللہ بن یعقوب حارثی السبذمونی نے کتاب کشف الاسرار میں عبداللہ بن زید اسلمؒ سے نقل کیا ہے وہ اپنے والد (زید بن اسلمؒ) سے روایت کرتے ہیں، آپ نے (یعنی زید بن اسلمؒ) فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں دس صحابہ قرأت خلف الامام سے بہت سختی کے ساتھ منع کرتے تھے وہ دس صحابہ یہ ہیں حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر بن الخطاب حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے (وان کان ماموماً لا یقرأ) لقوله تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا؛ قال ابن عباس وابو ھریرة رضی اللّٰہ عنھما وجماعة من المفسرین نزلت فی الصلوٰة خاصة حین کانوا یقرؤن خلفه علیه الصلوة والسلام وعن ابی ھریرة رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انما جعل الا مام لیو تم به فاذا قرء فانصتوا، وقال صلی اللّٰہ علیه سلم من کان ما موماً فقرأة الا مام له قرأة، وروی الشعبی عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لا قرأة خلف الا مام (الا ختیار لتعلیل المختار ص ۵۰ ج ۱)

اور اگر مقتدی ہو تو قرأت نہ کرے، اللہ تعالیٰ کے فرمان واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی وجہ سے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے قرأت کرتے تھے، اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مقتدی ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے اور شعبی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

رسائل الاکان میں ہے: ولیس علی المقتدی قراء ة ویکفیه قرأة امامه عندنا وعند الا مامین احمد رحمه اللّٰہ ومالک رحمه اللّٰہ الی قوله. وحجتنا ماروی جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من کان له امام فقراء ة الا مام له قراء ة ھذا حدیث صحیح رواہ الا مام ابو حنیفة وقد ذکر الا مام محمد فی المؤطا ان اخبرہ ذکر السند، وابن عدی بسندہ عن ابی حنیفة وحکم بصحته ابن الجوزی وقد اطال الکلام ھھنا فی فتح القدیر وذکر اسا نید ھذا الحدیث وبین صحة سندین متصلین الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وسند ابی حنیفة اصح وقد ثبت عن اکابر الصحابة مثل مذھبنا..... الخ.

مقتدی پر قرأت نہیں ہے ہمارے نزدیک اور امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک امام کی قرأت اس کے لئے

کافی ہے۔الی قولہ۔ ہماری دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس کا امام ہو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے، یہ حدیث صحیح ہے امام ابوحنیفہؒ نے اسے روایت کیا ہے اور امام محمدؒ نے موطا میں بیان کیا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ روایت انہیں بیان کی اور ابن عدی نے اپنی سند سے امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن جوزیؒ نے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے فتح القدیر میں اس موقع پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے اور اس حدیث کی سندیں بیان کیں اور اور رسول اللہ ﷺ تک دونوں متصل سند کی صحت بیان کی اور امام ابوحنیفہؒ کی سند اصح ہے اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہمارے مذہب کے مانند ثابت ہے۔ الخ۔

حافظ ابن تیمیہ کو غیر مقلدین اپنا امام مانتے ہیں، ارقام فرماتے ہیں۔

فالنزاع من الطرفین لکن الذین ینھون عن القراءۃ خلف الامام جمھور السلف والخلف ومعھم الکتاب والسنۃ الصحیحۃ والذین اوجبوھا علی الماموم فحدیثھم ضعفہ لمۃ (تنوع العبادات ص ۸۶)

مسئلہ زیر بحث میں نزاع طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور السلف والخلف ہیں اور ان کے ساتھ کتاب اللہ و سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام کے پیچھے مقتدیوں کیلئے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں ان کی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تفسیر حقانی میں ہے جب امام قرآن آواز سے پڑھے تو مقتدیوں کے لئے سکوت کر کے سننے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نماز جہری پڑھا رہے تھے، فارغ ہو کر پوچھا کہ کیا کسی نے میرے ساتھ پڑھا تھا کہا ہاں یارسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی کہتا تھا کہ مجھ سے کوئی قرآن میں جھگڑ رہا ہے اس وقت سے لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صلوۃ جہریہ میں پڑھنے سے رک گئے، اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور یہی مضمون ابن مسعودؓ و عمران بن حصینؓ و جابر بن عبداللہؓ سے منقول ہے، اور اسی طرح مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے انما جعل الامام الخ۔ جس کے اخیر میں آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے یہ بھی منقول ہے اذا قرء فانصتوا کہ جب امام پڑھے تو مقتدیوں کو چپ چاپ رہنا چاہئے، اور اسی طرح ترمذی نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز نہ ہوگی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو اس حدیث کو بھی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور اسی حدیث کو امام طحاوی نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور احمد اور مالک نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور دیگر محدثین نے بھی اور اسی مضمون کی اور بہت سی احادیث امام محمد، ابوبکر بن شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہیں۔لہذا اس آیت اور ان احادیث پر لحاظ کر کے امام ابوحنیفہ امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ سننے اور سکوت کرنے کا حکم دیتے ہیں، اور صحابہ میں عبداللہ بن مسعودؓ و جابر بن عبداللہ اور ابن عمرؓ وغیرہم بھی امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتے تھے، امام شافعی اور بعض محدثین آیت اور احادیث مذکورہ کو مخصوص کر کے امام کے پیچھے صرف الحمد پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں نہ اس طرح سے کہ امام بھی پڑھے اور وہ بھی پڑھے بلکہ جب امام سکتہ کرے تو پڑھے، ترمذی کہتے ہیں کہ اختار اصحاب الحدیث ان لا یقرء الرجل اذا جھر الامام بالقراۃ وقالوا یتبع سکتات الامام اور دلیل ان کی حدیث ابوہریرہ ہے کہ من صلی صلوۃ لم یقرء

فیھا بام القرآن فھی خداج غیر تمام کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز ناقص ہوگی، مگر محدثین خصوصاً امام احمدؒ نے جو امام حدیث ہیں اس حدیث کو حالت انفراد پر محمول کیا ہے یعنی الحمد کا پڑھنا جو ضروری ہے تو اس حالت میں ہے کہ جب اکیلا ہو امام کے پیچھے نہیں چنانچہ ترمذی کہتے ہیں واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام. پس جب امام المحدثین کے نزدیک اس حدیث کے کہ جس سے الحمد پڑھنا ضروری ثابت کیا جاتا ہے یہ معنی ہوئے تو پھر اس سے آیت کو خاص کرنا جو بقول بیہقی بالاجماع نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے محض تکلف ہے اور اس آیت مکیہ کو سکوت بوقت خطبہ پر محمول کرنا جو مدینہ میں آکر مشروع ہوا اور بھی تکلف ہے، نظر بریں آیت جماعت میں مقتدی کو سکوت کرنا اور دل سے قرآن سننا چاہئے (تفسیر حقانی ص ۱۸۲، ص ۱۸۳ ج ۲ پارہ نمبر ۹ سورۂ اعراف، رکوع نمبر ۱۳)

شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، حنفیہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ قیاس صحیح کئی وجوہ سے ان کی تائید کرتا ہے، اول تو یہ کہ مقتدی پر قرأت خلف الامام کا وجوب صراحۃً کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا حالانکہ یہ معاملہ نہایت کثیر الوقوع اور اہم ہے ایسے معاملہ میں قرأت کے وجوب کا صریح حکم نہ ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی کے ذمہ قرأت واجب نہیں ہے، دوسرے یہ کہ مقتدی کے ذمہ قرأت ہوتی تو اس کا کوئی موقع و محل متعین ہوتا مثلاً امام کو حکم ہوتا کہ وہ قرائت فاتحہ کے بعد یا اس کی آیتوں پر وقف کے بعد اتنا سکتہ کیا کرے کہ اس میں مقتدی قرأت کر لیا کریں لیکن ایسا حکم کہیں نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کے ذمہ قرأت نہیں ہے، ورنہ جب مستحبات جیسے ربنا لک الحمد اور آمین کہنے کا موقع و محل متعین کر دیا گیا ہے تو الحمد پڑھنے کا کیوں نہ متعین کیا جاتا جو فرض ہے...... الخ (معارف مدنیہ ص ۱۰۶ حصہ پنجم)

(۱) حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ابتداء جواب میں امام سفیان بن عینیہ اور امام احمد بن حنبلؒ کے حوالہ سے عرض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کو شامل نہیں ہے، لہذا اس حدیث میں عمومیت نہیں ہے اور اگر اس روایت کو عموم پر رکھا جائے تو روایات میں تعارض ہوگا " الا ان یکون وراء الامام اور من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ " کا کیا محمل ہوگا؟ ان احادیث کا ترک لازم ہوگا، اس کے برعکس احناف کا جو مسلک ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو روایات میں تعارض نہ ہوگا اور ہر ایک کا محمل متعین ہو جائے گا کہ حدیث عبادہ منفرد اور امام کے حق میں ہے اور دیگر احادیث مقتدی کے حق میں۔

(۲) مدرک رکوع (یعنی وہ شخص جو امام کو رکوع میں پائے) کے متعلق جمہور صحابہ اور تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس کو وہ رکعت مل گئی اور یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے، چنانچہ مشکوۃ شریف میں ایک حدیث ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوہ شیئا ومن ادرک رکعۃ (ای رکوعا مع الامام) فقد ادرک الصلوۃ رواہ ابوداود، یعنی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ کرو اور اس سجدہ کو شمار مت کرو اور جو شخص (امام کے ساتھ) رکوع پالے تو اس نے وہ رکعت پالی، ابوداود، (مشکوۃ

شریف ص ۱۰۲ باب مایلی الماموم) حالانکہ مدرک رکوع سورۂ فاتحہ نہیں پڑھ سکا، جو لوگ قرأت فاتحہ کو فرض کہتے ہیں ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ اسے رکعت مل گئی اگرچہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، نہ کہنا کہ رکوع ملنے سے رکعت کامل جانا صرف ان لوگوں کا قول ہے جو قرأت خلف الامام کی قائل نہیں ہیں مگر مذکورہ حدیث مرفوع کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ بات حدیث مرفوع سے ثابت ہے اس لئے یہ قول قابل قبول نہیں ہوسکتا خواہ یہ کسی کا قول ہو۔

(۳) غیر مقلدین لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سے استدلال کرکے مقتدی پر بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں مگر اس حدیث میں فصاعداً کی زیادتی بھی مروی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں (مسلم شریف ص ۱۶۹ ج ۱ باب وجوب قراءۃ الفاتحہ) (مشکوٰۃ شریف ص ۷۸ باب القراءت فی الصلوٰۃ) بعض محدثین فرماتے ہیں کہ فصاعداً کی زیادتی میں معمر متفرد ہے، مگر یہ بات صحیح نہیں متابعت و موافقت کرنے والے دیگر ثقات موجود ہیں'' حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں،، اس پر بعض محدثین کا یہ کہنا کہ لفظ فصاعداً کو صرف معمر نے تنہا زیادہ کیا ہے درست نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد کی سند میں سفیان بن عیینہ نے بھی معمر کی موافقت کی ہے وہ بھی زہری سے معمر کی طرح روایت کرتے اور فصاعداً بڑھاتے ہیں پھر صالح (بن کیسان) اور امام اوزاعی اور عبدالرحمن بن اسحاق وغیرہ جیسے ثقات نے بھی زہری سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسا عمر نے بیان کیا ہے۔ (فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۵۱) اور اس کی (لفظ فصاعداً کی) تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا، اور ایک روایت میں اس طرح ہے الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد نماز نہیں ہوتی ہے مگر سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے ساتھ (ابوداؤد شریف ص ۱۲۵ ج ۱) (باب من ترک القراءۃ فی الصلوۃ) اور اس کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر، ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہم کو سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا گیا دوسری روایت میں اس طرح ہے عن ابی ہریرہ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی انہ لا صلوۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اعلان کروں کہ نماز نہیں ہوتی ہے مگر سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے ساتھ (ابوداؤد شریف ص ۱۲۵ ج ۱، باب من ترک القرأۃ فی صلاتہ) ابن ماجہ شریف میں روایت ہے عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ فی کل رکعۃ الحمد وسورۃ فی فریضۃ او غیرھا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کی نماز نہیں جو فرض یا غیر فرض میں الحمد اور سورت نہ پڑھے (ابن ماجہ شریف ص ۶۱، باب القراءۃ خلف الامام)

ان روایات کے پیش نظر مقتدی پر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت یا ایک دو آیتیں پڑھنا بھی فرض قرار دینا چاہئے، حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں، کیا وجہ ہے کہ حدیث کے ایک جز کو لیا گیا اور دوسرے جزء کو بلا کسی دلیل کے ترک

کردیا گیا؟ اس سے تو احناف کا مدعا ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کے بارے میں ہے ہی نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے کہ ان پر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک سورت یا دو تین آیتیں پڑھنا واجب ہے۔

الحاصل: مقتدیوں کے ذمہ قراءت فاتحہ کے لزوم اور وجوب کا دعویٰ صحیح نہیں ہے امام کی قرأت مقتدیوں کی قرأت ہے خواہ جہری نماز ہو یا سری، جیسا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے حدیث الامام ضامن (ابن ماجہ ص ۷۰) بھی اس کی موید ہے کہ ضمانت وجوب حق پر دال ہے اور ظاہر ہے کہ ادائے حق ضمانت سے اصل مدیون بری ہوجاتا ہے، لہذا حنفیوں کی نماز نہ ہونے کا زعم قطعاً غلط ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ مقتدی کے لئے ہر نماز میں چاہے وہ جہری ہو یا سری قرأت خلف الامام کو واجب اور ضروری قرار دیتے ہیں مگر آپ کی آخری تصنیفات میں کتاب الام جو بہت مشہور کتاب ہے اس میں آپ نے جو تحریر فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(قال الشافعی) فواجب علی من صلی منفرداً واماماً ان یقرء بام القرآن فی کل رکعۃ لا یجزیہ غیرھا واحب ان یقرء معھا شیئاً آیۃ او اکثر وساذکر الماموم انشاء اللہ (کتاب الام ص ۹۳ ج ۱)

سو منفرد اور امام پر واجب ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھیں اس کے سوا کوئی اور سورت کفایت نہیں کرسکتی اور میں اس کو بھی زیادہ پسند کرتا ہوں کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھیں ایک آیت ہو یا اس سے زیادہ اور میں مقتدی کا حکم آگے بیان کروں گا انشاء اللہ۔

اس عبارت میں امام شافعیؒ امام اور منفرد کی تشریح کرتے ہوئے ان کا فریضہ بتلاتے ہیں کہ ان کو نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور مقتدی کا وظیفہ کیا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ میں خود انشاء اللہ العزیز اس کا حکم بیان کروں گا، چنانچہ جلد سابع میں تحریر فرمایا ہے۔

ونحن نقول کل صلوٰۃ صلیت خلف الامام والامام یقرء قراءۃ لا یسمع فیھا قرا فیھا ... (کتاب الام ص ۱۵۳ ج ۷)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کرتا ہو جو سنی نہ جاتی ہو (یعنی سری نماز ہو) تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔

امام شافعی ﷺ کی یہ عبارت اس بات کو واشگاف کرتی ہے کہ مقتدی کو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا درست نہیں ہے اور نہ واجب ہے بلکہ مقتدی صرف ان نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے جس میں امام کی قراءت کی آواز نہ سنی جاسکتی ہو اور وہ سری نماز ہو، اسی لئے انہوں نے قراءۃ لا یسمع ارشاد فرماکر جہری اور سری نمازوں میں مقتدی کا وظیفہ متعین کردیا ہے۔

مندرجۂ بالا جواب کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ کے مضمون پر نظر پڑی، حضرت مرحوم نے بہت عمدہ اور تشفی بخش مضمون تحریر فرمایا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون بھی قارئین کی خدمت میں پیش کردیا جائے، اس مضمون سے مذکورہ مسئلہ سمجھنے میں مزید مدد ملے گی، ابتداء میں ارادہ تو یہ تھا کہ مختصراً

کچھ لکھ دیا جائے مگر جواب کچھ طویل ہو گیا اور اس مضمون سے مزید طوالت کا اندیشہ ہے مگر مفید ہونے کے خیال سے نقل کیا جاتا ہے، اگر پہلے سے اس پر نظر پڑتی تو مختصر جواب کے بعد اسی مضمون پر اکتفا کیا جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جہری اور سری دونوں قسم کی نمازوں کا حکم یکساں ہے مقتدی کے لئے کسی نماز میں بھی قرأت جائز نہیں، امام مالک اور امام احمد نے جو جہری اور سری نمازوں کے حکم میں تفریق کی وہ ان کا اجتہاد ہے باقی آیت قرآنیہ یعنی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا جہریہ اور سریہ دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ واضح ہو چکا ہے اور علی ہذا احادیث میں بھی قرآن کی طرح ہی سب جگہ استماع اور انصات کا عام حکم آیا ہے ارشاد نبوی میں کسی جگہ جہری اور سری کا فرق ظاہر نہیں ہوتا، فرق واقعہ کا ہے کسی جگہ مقتدی کے پڑھنے کا واقعہ فجر کی نماز میں پیش آیا اور کسی جگہ ظہر میں پیش آیا اور سب جگہ آپ نے مقتدی کی قرأت پر باز پرس کی اور ناگواری کا اظہار فرمایا، کسی جگہ ناگواری کا اظہار منازعت کے لفظ سے فرمایا اور کسی جگہ مخالجت کے لفظ سے فرمایا ہر جگہ مطلقاً مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ناگواری اور باز پرس کا سبب بنا جہر اور سر کا اس میں کوئی دخل نہیں، اور اسی طرح کا ایک واقعہ عصر کی نماز میں پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے قراءت کی ایک شخص نے جو اس کے پاس تھا اس کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو، پس جب وہ نماز پڑھ چکا تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں ٹوکا تھا اور مجھ کو اشارہ سے کیوں منع کیا تھا، تو اس ٹوکنے والے نے پیچھے پڑھنے والے سے کہا کان رسول الله صلى الله عليه وسلم قدامک فکرهت ان تقرا خلفه فسمعه النبي صلى الله عليه وسلم قال من کان له امام فان قراء ته له قراء ة مؤطا امام محمد ص ۹۸، یعنی اس منع کرنے والے نے کہا جب کہ رسول خدا ﷺ تیرے سامنے اور آگے امامت فرما رہے تھے پس میں نے مکروہ جانا کہ تو آنحضرت کے پیچھے کچھ پڑھے، پس آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ گفتگو سن لی، سن کر یہ فرمایا جس کے لئے امام ہو پس تحقیق امام کی قرأت اس کی قرأت ہے، دیکھو مؤطا امام محمد ص ۹۸ و کتاب الاثار لامام محمدؒ۔

مطلب یہ ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے مقتدی کو علیحدہ قراءت کی ضرورت نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتب. یعنی قرآن کریم اللہ کی کتاب ہدایت کے لئے کافی ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں، پس اس حدیث میں امام کے پیچھے پڑھنے کی کراہت اور ناگواری اور ناپسندیدگی کو آپ نے بعنوان کفایت ذکر فرمایا اور جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھنے والے کو منع کیا تھا آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق اور تائید فرمائی اور یہ واقعہ عصر کا ہے یعنی سری نماز کا ہے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا مطلقاً مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ناگوار اور ناپسند تھا، الغرض یہ واقعہ کبھی فجر کی نماز میں پیش آیا اور کبھی ظہر میں اور عصر میں اور ہر جگہ اور ہر موقع پر آپ نے کراہیت اور ناگواری کا اظہار فرمایا اس لئے امام ابو حنیفہؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نہ جہری نماز میں قرأت خلف الامام ہے اور نہ سری میں۔

یہ جابر بن عبداللہ کی حدیث کا مضمون تھا جو بلاشبہ صحیح ہے اور اسی کے ہم معنی ابو الدرداءؓ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ما اری الامام اذا قرأ الا کان کافیاً، رواه الطبرانی واسناده حسن، میں نہیں جانتا کہ جب امام قرأت کرے مگر یہ کہ وہ مقتدی کے لئے بھی کافی اور وافی ہے۔

خلفاء راشدین:

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں امام المغازی موسیٰ بن عقبہ سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق، اور عمر فاروق اور عثمان غنی امام کے پیچھے قرات کرنے سے منع کیا کرتے تھے (عمدۃ القاری) حافظ عینی فرماتے ہیں کہ یہ مرسل صحیح ہے اور عبدالرزاق کا سماع موسیٰ بن عقبہ سے ممکن ہے۔

فاروق اعظمؓ:

امام محمد بن حسن مؤطا ص ۹۸ میں فرماتے ہیں۔

ان عمر بن الخطاب قال ليت في فم الذي يقرأ خلف الامام حجراً.

فاروق اعظمؓ کا یہ ارشاد ہے کہ کاش اس شخص کے منہ میں پتھر ہو جو امام کے پیچھے قرأت کرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا من قرأ خلف الامام فقد اخطاء الفطرة جس نے امام کے پیچھے قرائت کی وہ فطرت سے چوک گیا یعنی قرأت خلف الامام خلاف فطرت فعل ہے۔

اب ہم اس بیان کو ختم کرتے ہیں، ہم نے صرف تحقیق پر اکتفاء کیا اور روایات کی جرح و تعدیل سے کنارہ کشی کی اس لئے کہ اس کا محل کتب حدیث و فقہ ہیں، امید ہے کہ تشفی قلب کے لئے یہ تحریر کافی ہوگی۔

لطائف و معارف:

امام نسائی نے اپنی سنن میں اس عنوان سے ایک ترجمہ قائم کیا تاویل قوله عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون، اخبرنا الجارود عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرء فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لک الحمد امام نسائی کا عنوان باب میں آیت قرآنی کو نقل کر کے اس کے تحت اس حدیث کو ذکر کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث سے مقتدی ہی کا حکم بیان کرنا ہے اور حدیث کا آغاز ہی انما جعل الامام ليؤتم به سے ہوا ہے معلوم ہوا کہ آیت قرآنی اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا سے مقتدی کا حکم بیان کرنا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی پر مطلقاً استماع اور انصات واجب اور لازم ہے، مقتدی کو امام کے پیچھے اپنی قرأت جائز نہیں اور یہ حکم عام ہے سورت کے ساتھ مقید نہیں۔

نکتہ:

آیت اعراف (یعنی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون) اور حدیث انصات میں ایک لطیف فرق ہے، وہ یہ کہ حدیث انصات میں مقصود فقط امامت اور اقتداء کے احکام کو بتلانا ہے اور

آیت اعراف میں اصل مقصود قرأت قرآن کے حکم کو بتلانا ہے اس لئے آیت اعراف میں دو حکم ذکر فرمائے ایک استماع کا، اور ایک انصات کا اس لئے کہ قراءت قرآن کبھی جہراً ہوتی ہے اور کبھی سراً اس لئے جہری قرأت کے متعلق استماع کا حکم دیا گیا اور سری قرأت کے متعلق انصات کا حکم دیا گیا کہ اگر امام جہراً قرأت کر رہا ہو اور تم اس کی قراءت کو سن رہے ہو تو اس وقت تو تمہارے لئے حکم یہ ہے فاستمعوا لہ یعنی امام کی قرأت کو پوری توجہ اور التفات سے سنو، اور اگر امام سراً قرأت کر رہا ہو اور تمہیں اس کی قرأت سنائی نہ دے رہی ہو تو اس وقت تمہارے لئے انصتو کا حکم ہے یعنی خاموش رہو۔ غرض یہ کہ آیت میں قرأت قرآن کا حکم بیان کرنا مقصود ہے اس لئے اس کے متعلق دو حکم بیان فرمائے، جہاں امام کی قراءت کا علم ہو وہاں حکم استماع کا ہے اور جہاں امام کی قرأت کا علم نہ ہو وہاں حکم انصات کا ہے، اور حدیث مذکور میں اصل مقصود امام اور مقتدی کا حکم بیان کرنا ہے اس لئے مقتدی کے متعلق صرف ایک حکم انصات یعنی سکوت کا ذکر فرمایا کہ مقتدی پر مقتدی ہونے کی حیثیت سے ہر حال میں انصات یعنی سکوت واجب ہے اور اس میں امام کے جہر یا عدم جہر کو اور مقتدی کے استماع یا عدم استماع کو کوئی دخل نہیں اس لئے حدیث میں صرف ایک حکم یعنی انصات وسکوت پر اکتفا، فرمایا استماع کا حکم ذکر نہیں فرمایا اس لئے کہ حدیث میں مقصود قرائت کا حکم بیان کرنا نہیں بلکہ فقط مقتدی کا فریضہ بتلانا مقصود ہے کہ مقتدی کا فرض یہ ہے کہ امام کے پیچھے بالکل خاموش کھڑا رہے اسی بناپر جس قدر حدیثیں اقتداء کے احکام کے بارے میں آتی ہیں سب جگہ صرف فانصتوا ہی کا لفظ آیا ہے جو جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

اور ابتداء مشروعیت امامت سے لے کر وفات نبوی تک کسی وقت بھی مقتدی پر قرائت فرض نہیں ہوئی بلکہ سنت یہ رہی کہ امام قراءت کرتا اور مقتدی سنتے اور خاموش رہتے لیلۃ الاسراء میں نبی اکرم ﷺ جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین آپؐ کے انتظار میں مسجد اقصیٰ میں جمع تھے، جبرائیل کے حکم سے آپؐ امامت کے لئے آگے بڑھے آپؐ نے امامت فرمائی اور قرأت قرآن کی اور انبیاء کرام اور ملائکہ عظام نے آپ کی اقتداء کی، سب نے آپ کی قراءت کو سنا کسی ایک نبی یا فرشتہ نے آپ کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی، شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں اس کے بعد سے امامت اور اقتداء کے سلسلہ کا آغاز ہوا، ہمیشہ طریقہ یہی رہا کہ امام پڑھتا اور مقتدی سنتے یہاں تک کہ جب بعض لوگوں نے اتفاقاً محض اپنی رائے سے آپ کے پیچھے قرأت کر ڈالی تو اس پر سورۂ اعراف کی یہ آیت واذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا نازل ہوئی جس سے مقصود ہی قرأت خلف الامام کی ممانعت تھی کہ مقتدی پر استماع اور انصات واجب ہے مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأت کرنا ہرگز جائز نہیں، اکابر صحابہ میں سے کسی نے بھی آپ کے پیچھے فاتحہ یا سورت کی قرأت کی تو آپ نے نماز سے فارغ ہوکر ان سے باز پرس کی اور یہ فرمایا لعلکم تقرؤن خلف امامکم معلوم ہوا کہ یہ قرأت نہ آپ کی اجازت اور حکم سے تھی اور نہ آپ کو اس کی خبر تھی اور قرأت خلف الامام پر تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا جس میں مطلقاً قرأت قرآن کے وقت استماع اور انصات کا حکم دیا گیا اور اس حکم کو مقید بسورت نہیں فرمایا۔

اور علی ہذا مرض الوفات میں اس طرح پیش آیا کہ آپ کے حکم سے ابوبکر مسجد نبوی میں امامت کر رہے تھے اور صبح کی نماز پڑھا رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی تو مسجد میں تشریف لے آئے، صدیق اکبرؓ پیچھے ہٹ گئے اور آنحضرت ﷺ امام ہوگئے، مسند احمد ص ۲۳۲ ج ۱، اور سنن دار قطنی ص ۱۵۲ میں

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی جگہ سے قرأت شروع کی جہاں ابوبکر صدیقؓ پہنچ چکے تھے اور ابوبکر صدیق اس وقت سورت پڑھ رہے تھے۔

پس آنحضرت ﷺ نے اپنی اس آخری نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اور جتنی مقدار قراءت اور سورۂ فاتحہ آپ سے اس نماز میں رہ گئی تھی آپ نے اس کا اعادہ نہیں فرمایا جس کی وجہ سے سوائے اس کے کچھ نہیں ہوسکتی کہ ابوبکر صدیق اس نماز میں ابتداء سے امام تھے اور وہ سورۂ فاتحہ پڑھ چکے تھے ان کی قرأت سب کے لئے کافی ہوگئی۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ یعنی امام کی قرأت حکماً مقتدی کی قراءت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں قرأت کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور ایک حکمی، نماز میں امام کی قرأت حقیقی ہے اور مقتدی کی قرأت حکمی ہے۔

اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بالفرض الرعام ہے اور امام اور مقتدی دونوں کو شامل ہے تو اس حدیث میں قرأت فاتحہ بھی عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً پس جو مقتدی بحکم خداوندی امام کے پیچھے استماع اور انصات میں مشغول ہے وہی مقتدی حسب ارشاد نبوی حکماً قراءت بھی کر رہا ہے من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ، اور یہ مقتدی بحالت استماع وانصات امام کے پیچھے فاتحۃ الکتاب کی بھی قرأت کر رہا ہے اور اس کی یہ حکمی قرأت زیر پردۂ استماع وانصات مستور ہے اور اس طرح مقتدی بیک وقت حکم خداوندی استماع و انصات، اور لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب پر عمل کر رہا ہے، اور جو شخص امام کے پیچھے قرائت کر رہا ہے وہ حکم خداوندی استماع وانصات کے بھی خلاف کر رہا ہے اور جس منازعت اور مخالجت سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اس کا مرتکب ہو رہا ہے، قرأت خلف الامام کرنے والا بیک وقت حکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کر رہا ہے، خوب سمجھ لو کہ وہ بجائے استماع وانصات کے امام کی منازعت ومخالجت میں مشغول ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اگر آپ نے کسی وقت مقتدی کو قراءت کا حکم دیا ہوتا تو آپ کبھی بھی باز پرس نہ فرماتے۔

نکتہ دیگر:

نماز میں قرأت قرآن سے مقصود یا تو احکام خداوندی کا سننا ہے یا مناجات خداوندی مقصود ہے اگر اول مقصود ہے تو امام حق تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ ہے کہ وہ احکام خداوندی کو پہنچادے۔ اور اگر مقصود مناجات اور استدعاء نیاز ہے تو امام قوم کی طرف سے وکیل ہے کہ سب مقتدیوں کی طرف سے بارگاہ خداوندی میں استدعاء نیاز پیش کر رہا ہے، اور ظاہر ہے کہ خلافت اور وکالت کا فریضہ ایک ہی شخص ادا کر سکتا ہے اس لئے قرأت کا فریضہ ایک امام ہی ادا کرے گا اور مقتدی اس کی قرأت پر آمین کہیں گے، باقی رہے آداب عبودیت سو وہ سب پر لازم ہوں گے، مثلاً رکوع اور سجود اور تسبیح وتحمید یہ سب بارگاہ خداوندی اور عبادت کے آداب ہیں یہ سب کو بجالانے ہوں گے اس میں وکالت اور نیابت جاری نہیں ہوسکتی اس لئے کہ ان آداب سے مقصود تعظیم خداوندی ہے اور تعظیم خداوندی سب پر لازم ہے، سورۂ فاتحہ جو کہ ایک عریضۂ نیاز ہے جو صراط مستقیم کی ہدایت کے استدعا پر مشتمل ہے، اور عرض مطلب میں توکیل جاری

ہو سکتی ہے، کیونکہ عریضۂ نیاز سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مقصود اور مراد مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور ایک جماعت کی طرف سے عرض مدعا کے لئے ایک شخص کافی ہے اور وہ امام ہے۔

۴۔ نصوص میں غور و فکر سے یہ نظر آتا ہے کہ نماز جماعت در حقیقت ایک ہی نماز ہے جس کے ساتھ امام موصوف بالذات ہے اور مقتدی موصوف بالعرض ہیں جیسا کہ حدیث الامام ضامن اس پر شاہد ہے کہ امام کی نماز مقتدیوں کی نمازوں کو متضمن اور شامل ہے اسی وجہ سے اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اور مقتدی کی نماز کے فاسد ہو جانے سے امام کی نماز فاسد نہیں ہوتی، امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے، رکوع و سجود میں مقتدیوں کے لئے امام سے تقدیم و تاخیر ممنوع ہے، یہ تمام احکام اس امر کے شاہد ہیں کہ اصل مصلی امام ہے، اور مقتدی امام سے مستفیض اور مستفید ہیں اصل عبادت یعنی نماز ایک ہے جس کے ساتھ امام موصوف بالذات ہے اور مقتدی موصوف بالعرض ہیں۔

اور قرآن اور احادیث میں جماعت کی نماز کو ایک ہی نماز قرار دیا گیا ہے کما قال تعالیٰ اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالیٰ اور حدیث میں ہے اذا اتیتم الصلوۃ فلا تاتو ھا وانتم تسعون سب جگہ لفظ صلوۃ مفرد لایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ صلاۃ جماعت واحد ہے اور مقتدی اس شئی واحد پر حاضر ہونے والے ہیں۔

پس اگر ہر مقتدی نماز میں اپنی اپنی قرأت کرے تو صلوۃ جماعت، صلوٰۃ واحدہ نہ رہے گی بلکہ صلوات متعددہ فی مکان واحد کا مجموعہ ہوگی، یعنی چند آدمیوں نے ایک جگہ جمع ہو کر اپنی اپنی علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی ہے، نماز جماعت اور تنہا نماز میں در حقیقت کوئی فرق نہ رہا، نماز جماعت کا حاصل و محصول صرف اتنا رہا کہ چند لوگوں نے ایک جگہ جمع ہو کر اپنی اپنی نماز ادا کر لی جس کو ذوق سلیم قبول نہیں کرتا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلاً کی تفسیر اور شان نزول میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ میں چھپے ہوئے تھے یعنی پوشیدہ طور پر تبلیغ کرتے تھے، جب آپ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو بلند آواز سے قرأت قرآن کرتے تو مشرکین قرآن کو سن کر، قرآن کو اور قرآن کے نازل کرنے والے سب کو برا کہتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنی قراءت میں اتنا جہر نہ کیجئے کہ مشرکین سن کر اس کو برا کہیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھئے کہ اپنے ساتھیوں کو بھی نہ سنا سکیں، اس کے درمیان کا راستہ اختیار کیجئے یعنی اتنی آواز سے قرأت کریں کہ مقتدی سن سکیں، معلوم ہوا کہ امام کا کام مقتدیوں کو سنانے کا ہے اور مقتدیوں کا کام امام کی قرأت سننے کا ہے نہ کہ خود پڑھنے کا۔

حدیث عبادہؓ کا جواب:

امام شافعیؒ کی سب سے قوی اور صحیح دلیل حدیث عبادہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب، رواہ البخاری و مسلم جو شخص نماز میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔

(الجواب) امام شافعی کے اس استدلال کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں صراحۃً مقتدی کا کوئی ذکر نہیں، محض کلمہ من کے عموم سے استدلال ہے اور سورۂ اعراف کی یہ آیت واذا قری القرآن فاستمعوا له

وانصتوا خاص مقتدی کے حق میں نازل ہوئی جن مقتدیوں نے آپ کے پیچھے لاعلمی اور غلط فہمی سے فاتحہ یا سورت پڑھ لی تھی انہیں کی زجر اور تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، اور امام شافعیؒ کے نزدیک کتاب اللہ کے عموم کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے تو خبر واحد کے عموم کی تخصیص کتاب اللہ کے خصوص کے ذریعہ بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی اور احادیث صحیحہ میں جو خاص مقتدی کے حق میں وارد ہوئیں ان میں سے ایک حدیث مشہور یہ ہے من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے مقتدی کو علیحدہ قرأت کی ضرورت نہیں اور یہ حدیث مؤطا امام محمد میں دو سندوں سے مروی ہے ایک سند میں خود امام ابوحنیفہ اس کے راوی ہیں اور حافظ عینی اور شیخ ابن ہمام نے نہایت مفصل طریقہ سے اس حدیث کا شرط بخاری و مسلم پر صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے جس کو عمدۃ القاری اور فتح القدیر میں دیکھ لیا جائے، پس معلوم ہوا کہ حدیث عبادہ مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں امام شافعیؒ کے استاذ سفیان بن عیینہؒ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں لمن یصلی وحدہ یعنی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو، مقتدی کے حق میں نہیں، اور علیٰ ہذا امام ترمذیؒ حضرت جابرؓ سے ناقل ہیں کہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ (جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں) یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ اس شخص کے حق میں ہے جو خود نماز پڑھ رہا ہو (یا دوسروں کو پڑھا رہا ہو) اور امام احمد نے اپنے اس قول پر حدیث جابرؓ سے استدلال کیا ہے اور یہ فرمایا کہ دیکھو جابرؓ ایک مرد ہیں اصحاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں سے انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدیوں کی نماز بغیر قراءت کے صحیح نہ ہوگی چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ اور تابعین اور اہل حجاز میں امام مالک اور اہل عراق میں سفیان ثوری اور اہل شام میں اوزاعی اور اہل مصر میں لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان ائمہ دین میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ جب امام قراءت کر رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرائت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے، دیکھو مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۶ ج ۱۔ حضرات اہل علم اس مقام کی تحقیق کے لئے فتاویٰ ابن تیمیہ از ص ۱۴۲ تا ص ۱۵۰ ج ۲ دیکھیں۔

معلوم ہوا کہ جہری نماز میں مقتدی پر قرائت خلف الامام کے وجوب کا صحابہ اور تابعین اور سلف الصالحین میں سے کوئی قائل نہیں اس لئے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے قرائت خلف الامام کے بارے میں تشدد کیا کہ مقتدی پر قراءت کو واجب قرار دیا، حالانکہ سلف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ مقتدی پر قرأت فرض ہے اور حافظ ابن تیمیہ نے نہایت شد و مد سے جہری نماز میں قراءت خلف الامام کا ناجائز اور حرام ہونا دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے بیان کیا خاص کر (ہمارے) زمانہ کے مدعیان بالحدیث پر لازم ہے کہ فتاویٰ ابن تیمیہ کو ضرور دیکھیں کہ جو حنفیہ اور مالکیہ اور حنابلہ کی نمازوں کے باطل ہونے کا جہراً و سراً فتویٰ دیتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب نہایت درجہ قوی ہے جو آیات قرآنیہ اور ان احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ جو خاص مقتدیوں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں حضرات اہل علم اور مدرسین شروح ہدایہ اور شروح بخاری کی مراجعت کریں اور اس ناچیز کی شرح مشکوٰۃ اور شرح بخاری کو دیکھیں انشاء اللہ ثم انشاء اللہ قلب کو سکون اور اطمینان ہو جائے گا اور ارباب ذوق پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ امام اعظم کا مسلک عین عقل اور فطرت کے مطابق ہے (معارف القرآن از ص ۱۹۱ تا ص ۱۹۷ ج ۵ مکتبہ عثمانیہ پاکستان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رفع یدین اور آمین بالجہر:

(سوال ۳۶) فقیہ النفس حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب مدظلہم العالی ومتع اللہ المسلمین بطول بقائہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے فتاوی رحیمیہ جلد چہارم ص ۱۲۹ تا ص ۲۴۷ (جدید ترتیب میں ایمان وعقائد کے باب میں دیکھ لیا جائے صفحہ ۱۴۴۔ از مرتب) پر تقلید سے متعلق بہت ہی فاضلانہ اور محققانہ جواب ہے تقلید کی حقیقت اور اس کی ضرورت واشگاف ہوئی اور تقلید سے متعلق جو شبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کے جواب بھی بہت عمدہ اور تسلی بخش ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، البتہ سوال میں رفع یدین اور آمین بالجہر کا بھی تذکرہ ہے اور ہدایہ کا حوالہ بھی دیا ہے مگر آپ کے جواب میں اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہے اگر ان دونوں مسئلوں پر بھی روشنی ڈالتے تو ہمارے لئے بڑی رہنمائی ہوتی، سوال میں ہدایہ کا حوالہ دیا ہے کیا درحقیقت ہدایہ میں اسی طرح ہے؟ امید ہے کہ آپ اس کے متعلق بھی حقیقت کو واشگاف فرمائیں گے، بینوا توجروا۔ (از حیدرآباد)

(الجواب) آپ کا سوال موصول ہوا، اللہ کا کرم اور احسان ہے کہ اسی کی توفیق اور مدد سے تقلید سے متعلق جواب مرتب ہو للہ الحمد والشکر آپ نے جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے اس پر صمیم قلب سے شکریہ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

پہلے ہم انشاء اللہ ہدایہ کی اصل عبارت پیش کر کے اس کی توجیہ اور دونوں مسئلوں سے متعلق مختصر تحقیق پیش کریں گے اس سے انشاء اللہ مسلک حنفی کے دلائل بھی سامنے آئیں گے، اس کے بعد دونوں مسئلوں سے متعلق کچھ احادیث پیش کریں گے۔

مستفتی نے سوال میں تحریر کیا ہے نماز میں رفع یدین کرنا نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت سے ثابت ہے اور یہ مسئلہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ جلد اول ص ۳۷۹ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آخر تک رفع یدین کیا ہے اور آمین بالجہر کا مسئلہ بھی ہدایہ جلد اول ص ۳۶۲ میں موجود ہے، مستفتی نے یہ دو حوالے پیش کر کے یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں رفع یدین اور آمین بالجہر کو سنت لکھا ہے حالانکہ سوال میں جن صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے اس صفحہ پر یا اس کے آگے پیچھے کہیں اس کا بیان ہی نہیں ہے لہٰذا اس بات کو صاحب ہدایہ کی طرف

منسوب کرنا قطعاً غلط ہے، افتراء اور جھوٹ ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے۔

رفع یدین سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں ولا یرفع یدیہ الا فی تکبیرۃ الاولی خلافا للشافعی رحمہ اللہ فی رکوع وفی الرفع منہ لقولہ علیہ السلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن تکبیرۃ الافتتاح وتکبیرۃ القنوت وتکبیرات العیدین وذکر الاربع فی الحج والذی یروی من الرفع محمول علی الابتداء کذا نقل عن ابن الزبیر (ہدایہ اولین ص ۹۲، ص ۹۳ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ترجمہ ومطلب:

اپنے دونوں ہاتھوں کو تکبیر افتتاح (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ کسی اور موقع پر نہ اٹھائے، امام شافعیؒ کے خلاف، امام شافعیؒ کے نزدیک رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کرے، ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا لا ترفع الایدی ــــ سات مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہ کیا جائے نمبر ۱ تکبیر افتتاح کے وقت نمبر ۲ دعا قنوت پڑھنے کے لئے تکبیر کہنے کے وقت نمبر ۳ عیدین کی زائد تکبیرات کہنے کے وقت اور بقیہ چار مقام حج میں ہیں اور رفع یدین سے متعلق جو مروی ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے (یعنی ابتداء اسلام میں یہ طریقہ رائج تھا پھر یہ متروک ہو گیا) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے، حاشیہ میں ہے فان عبد اللہ بن الزبیر رأی رجلاً یصلی فی المسجد الحرام کان یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الرأس منہ فلما فرغ من صلاتہ قال لا تفعل فان ہذا شیء فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم ترک یعنی عبداللہ بن زبیرؓ نے مسجد حرام میں ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو آپ نے اس سے فرمایا لا تفعل تم رفع یدین مت کرو، نبی کریم ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا پھر ترک فرما دیا (حاشیہ نمبر ۲ ہدایہ اولین ص ۹۳) بکذا آمین بالجہر سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں واذا قال الامام ولا الضالین قال امین ویقولہا المؤتم الی قولہ ویخفونہا لما روینا من حدیث ابن مسعود ولانہ دعاء فیکون مبناہ علی الاخفاء (ہدایہ اولین ص ۸۷ باب صفۃ الصلوٰۃ) یعنی جب امام ولا الضالین کہے تو وہ آمین کہے اور مقتدی بھی آمین کہیں اور تمام حضرات آمین آہستہ کہیں جیسا کہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے (حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث صاحب ہدایہ نے اسی صفحہ پر اوپر نقل فرمائی ہے لقول ابن مسعود اربع یخفیہن الامام وذکر من جملتہا التعوذ والتسمیۃ وآمین۔ یعنی ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام مخفی آواز سے کہے اور ان چار میں تعوذ تسمیہ اور آمین کا ذکر فرمایا ولانہ دعاء، اور دلیل عقلی یہ ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا کا مبنی اخفاء ہے (کہ دعا آہستہ آواز سے مانگنی چاہئے) (ہدایہ اولین ص ۸۷ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ناظرین رفع یدین اور آمین بالجہر کے متعلق صاحب ہدایہ کی عبارت اور ان کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں، سوال میں جو بات ان کی طرف منسوب کی گئی ہے ہدایہ میں اس چیز کا نام ونشان بھی نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ یہ صاحب ہدایہ پر بہتان ہے سبحانک ہذا بہتان عظیم۔

اب ہم مختصراً ہر دو مسائل کی مزید تحقیق پیش کرتے ہیں۔

رفع یدین:

سکون وخشوع نماز کی روح ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے اسکنوا فی الصلوة نماز میں سکون اختیار کرو (مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱ باب الامر بالسکون فی الصلوة والنھی عن الاشارة الخ) لہذا جس قدر نماز کے اندر سکون کا لحاظ ہوگا اسی قدر نماز مقبول ہوگی۔ ابتداء اسلام میں بعض ایسے امور جو سکون کے خلاف تھے وہ نماز میں مشروع تھے مثلاً نماز میں ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، نماز میں بات چیت کر لینا، نماز میں گردن پھرا کر ادھر ادھر دیکھ لینا مگر بعد میں یہ امور بتدریج منسوخ ہوگئے، یہی حال رفع یدین کا ہے، رسول مقبول ﷺ سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتی ہوئے رکوع سے اٹھتے وقت سجدہ کرتے وقت سجدے سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین کرنا ثابت ہے، چنانچہ نسائی شریف میں حدیث ہے۔ عن مالک بن الحویرث ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل فی الصلوة یعنی رفع یدہ واذا رکع فعل مثل ذلک واذا رفع راسہ من الرکوع فعل مثل ذلک واذا رفع رأسہ من السجود فعل مثل ذلک کلہ یعنی رفع یدیہ (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۱۴)

طحاوی شریف میں ہے۔ حدثنا ابن ابی داؤد...... عن الاعرج عن ابی ھریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوة وحین یرکع وحین یسجد (طحاوی شریف ص ۱۰۹ ج ۱ باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا)

نیز ایک حدیث میں ہے قال ابو حمید انا اعلمکم بصلوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... فاذا قام من الرکعتین کبر و رفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ الخ (طحاوی شریف ص ۱۰۹ ایضاً)

مگر رفتہ رفتہ قبل وبعد سجدہ اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے وقت رفع یدین متروک ہوگیا جس کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں اسی طرح رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت بھی رفع یدین متروک ہوگیا (یعنی اس پر عمل نہ رہا) صرف تکبیر تحریمہ کے وقت باقی رہا۔

رفع یدین سے متعلق احناف کا جو مسلک ہے وہ احادیث کے خلاف نہیں ہے مذہب حنفی کے موافق بہت سی احادیث ہیں، ملاحظہ فرمائیں ترمذی شریف میں ہے۔

حدثنا ھناد ...... عن علقمة قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرة، وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفة (ترمذی شریف ص ۳۵ ج ۱ باب رفع الیدین عند الرکوع)

ترجمہ۔ علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ

5

پڑھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی اور صرف اول بار یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء بن عازبؓ سے بھی مروی ہے اور اسی کے قائل ہیں بہت سے اہل علم اصحاب نبی ﷺ اور تابعین میں سے اور یہی قول سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا ہے۔

حضرت براء ابن عازبؓ کی حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

حدثنا محمد بن الصباح ...... عن البراء (بن عازب) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود. (ابو داؤد شریف ص ۱۱۶ ج ۱ مجتبائی باب من لم یذکر الرفع عند الرفع)

ترجمہ۔ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے (رفع یدین کرتے) اور پھر نہ کرتے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ آنحضور ﷺ کے رازدار جلوت وخلوت کے ساتھی اور نماز میں بھی حضور ﷺ کے قریب رہتے تھے حضور ﷺ کے افعال کی جس قدر آپ کو اطلاع ہو سکی تھی وہ ظاہر ہے خصوصاً نماز کے افعال اور نماز کا طریقہ کہ آپ پیچھے ہی کھڑے رہتے تھے اس لئے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی حدیث اس بارے میں بہت قوی حجت ہونی چاہئے۔

امام طحاویؒ نے حضرت علیؓ کا عمل نقل فرمایا ہے۔

فان ابا بکرة قد حدثنا قال حدثنا ابو احمد ...... عن ابیہ ان علیا رضی اللہ عنہ کان یرفع فی اول تکبیرة من الصلوة ثم لا یرفع بعدہ (باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا طحاوی شریف ص ۱۱۰).

ترجمہ حضرت علیؓ نماز کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

موطا امام محمدؒ میں ہے قال محمد اخبر ابو بکر بن عبد اللہ النھشلی عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ وکان من اصحاب علی ان علیا بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرة الاولیٰ التی یفتتح بھا الصلوة ثم لا یرفعھما فی شی من الصلوة (مؤطا امام محمد ص ۷۳، ص ۷۴ باب افتتاح الصلوة)

حضرت علیؓ سے رفع یدین کی حدیث منقول ہے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہوگا، پھر حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کے بعد رفع یدین ترک کر دیا، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہو (ورنہ حضرت علیؓ رفع یدین ترک نہ فرماتے اور اپنی روایت کے خلاف عمل نہ کرتے۔)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں فان علیاً لم یکن لیری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم یترک ھو الرفع بعدہٗ الا وقد ثبت عندہ نسخ الرفع فحدیث علی رضی اللہ عنہ اذا صح ففیہ اکثر الحجة لقول من لا یری الرفع (طحاوی شریف حوالہ بالا ص ۱۱۰)

حضرت عمرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے، چنانچہ طحاوی شریف میں ہے۔

وقدروی مثل ذلک ایضا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کما حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا الحمانی قال حدثنا یحیی بن ادم ــــ عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود ، یعنی: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی ترک رفع مروی ہے اسود فرماتے ہیں۔ میں نے عمر بن خطابؓ کو پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا پھر اس کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، امام طحاویؒ فرماتے ہیں وھو حدیث صحیح یہ حدیث صحیح ہے (حوالہ بالا طحاوی شریف ص ۱۱۱)

قال ثناء ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد قال صلیت خلف بن عمر رضی اللہ عنہ فلم یکن یرفع یدیہ الا فی الکتبیرۃ الاولیٰ من الصلوۃ. یعنی مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، اس کے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں۔

فھذا ابن عمر قدرأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم قدترک ھو الرفع بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یکون الا وقد ثبت عندہ نسخ ما قد رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ وقامت الحجۃ علیہ بذلک (طحاوی شریف ص ۱۱۰)

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عن عبدالعزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیہ حذاء اذنیہ فی اول تکبیر ۃ افتتاح الصلوۃ ولم یرفعھما فیما سوی ذلک رواہ محمد ، یعنی عبدالعزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں کانوں کے مقابل ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اور اس کے علاوہ کسی اور موقع پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (زجاجۃ المصابیح ج ا ص ۲۲۸) (مؤطا امام محمد ص ۲ے باب افتتاح الصلوۃ)

رفع یدین سے متعلق امام اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔

وفی مسند امامنا ابی حنیفۃ عن سفیان بن عیینۃ قال اجتمع ابو حنیفۃ والاوزاعی فی دارالحناطین بمکۃ فقال الاوزاعی لابی حنیفۃ ما بالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوۃ عند الرکوع وعند الرفع منہ فقال ابوحنیفۃ لاجل انہ لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شئ قال کیف لا یصح وقد حدثنی الزہری عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ وعند الرکوع وعند الرفع منہ، فقال لہ ابو حنیفۃ وحدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوۃ ولا یعود لشئی من ذلک فقال الاوزاعی احدثک عن الزہری عن سالم عن ابیہ وتقول حدثنی حماد عن ابراھیم فقال لہ ابو حنیفۃ کان حماد افقہ من الزہری و کان ابراھیم افقہ من سالم وعلقمۃ لیس بدون ابن عمر رضی اللہ عنہ فی الفقہ وان کانت لابن عمر رضی اللہ عنہ صحبۃ ولہ فضل صحبۃ فالاسود لہ فضل کثیر وعبد اللہ ھو عبد اللہ فسکت الاوزاعی. (باب صفۃ الصلاۃ زجاجۃ المصابیح ص ۲۲۹ ج ۱) (نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح ص ۲۱۱ ص ۲۱۲ حصۃ دوم جلد اول)

نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ سفیان بن عیینہ سے روایت ہے سفیان کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کی دارالحناطین (گیہوں کی منڈی) میں امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ اکٹھے ہوئے، اس وقت امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ آپ لوگ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ ہم اس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے کہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہوئی ہے امام اوزاعی نے فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ زہری نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے اور زہری سالم سے روایت کرتے ہیں اور ابن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے اور رکوع کو جاتے وقت رفع یدین کرتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے (امام اوزاعی کے جواب میں) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہے ہم سے حماد نے اور حماد بیان کرتے ہیں ابراہیم سے اور ابراہیم روایت کرتے ہیں علقمہ اور اسود سے اور یہ دونوں ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) ہاتھ اٹھاتے تھے (پھر باقی نماز میں) رفع یدین کا اعادہ نہیں کرتے تھے امام اوزاعیؒ نے کہا میں آپ کو حدیث سنا رہا ہوں زہری سے اور زہری روایت کرتے ہیں سالم سے اور سالم روایت کرتے ہیں اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور آپ (اس کے بالمقابل) کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی حماد نے اور وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم سے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمرؓ سے کم نہ تھے اگرچہ ابن عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ کا شرف صحبت حاصل ہے اور ان کے لئے صحابی ہونے کی فضیلت ہے اب رہے تو اسود تو ان کے لئے بھی بہت سے فضائل ہیں اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہی ہیں ان کا کیا کہنا یہ سن کر امام اوزاعی نے سکوت اختیار فرمایا (اس کی روایت سفیان بن عیینہ نے ہمارے امام ابوحنیفہ کی مسند میں کی ہے)

رفع یدین نہ کرنے کے متعلق غیر مقلدین کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان

”جیسا کہ ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہے جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔“ (اہل حدیث کا مذہب ص ۷۹ از مولانا ثناء اللہ امرتسری)

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرۂ خوں نہ نکلا

مذکورہ بیان سے واضح ہوا کہ بقول مولانا ثناء اللہ صاحب رفع یدین ایک مستحب امر ہے نہ کرنے پر نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا، لہذا غیر مقلدین کو اس کو معرکۃ الآراء مسئلہ بنالینا اور احناف کے خلاف طعن و تشنیع کرنا کہ یہ لوگ احادیث کے خلاف کرتے ہیں (حالانکہ احناف کا عمل احادیث کے موافق ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا) یہ طعن بالکل بے اصل اور معاندانہ ہے اور خواہ مخواہ عوام الناس کو ورغلانا ہے۔

آمین بالجہر:

ابتداء اسلام میں آنحضور ﷺ تعلیم صرف قولا ہی نہیں عملاً بھی دیا کرتے تھے اس کی کئی نظیریں ہیں مثلاً نماز جنازہ میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ظاہر ہے کہ ان کا خفیہ پڑھنا ہی مشروع ہے تاہم یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ کبھی تعلیم کی غرض سے جہراً بھی پڑھ دیتے تھے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے حدثنی هارون بن سعید — یقول سمعت عوف بن مالک یقول صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جنازۃ فحفظت من دعائه وهو یقول اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه — الخ یعنی عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ نے نماز جو دعا پڑھی وہ میں نے یاد کرلی دعا یہ ہے اللھم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واکرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطایا کما نقیت الثوب الأبیض من الدنس وابدله دارا خیرا من داره واهلا خیرا من اهله وزوجا خیرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار. (مسلم شریف ج۱ ص ۳۱۱ کتاب الجنائز)

اسی طرح ظہر و عصر میں قرأت سراً پڑھی جاتی ہے مگر گاہے آنحضرت ﷺ ایک آدھ آیت جہراً بھی پڑھ دیا کرتے تھے تاکہ مقتدیوں کو معلوم ہوجائے کہ آپ نے کون سی سورت پڑھی (مشکوٰۃ شریف ص ۷۹ باب القرأۃ فی الصلاۃ)

الغرض اس کی بہت سی نظریں مل سکتی ہیں۔ اسی طرح آغاز اسلام میں حضور اکرم ﷺ بغرض تعلیم امین جہراً کہتے تھے۔

معارف السنن میں ہے:۔ قال الشیخ رحمه الله: وقد یجاب عن الجهر بانه کان للتعلیم … الی قوله — قال الشیخ: ویؤیده ما اخرجه الحافظ ابو بشر الدولابی فی کتاب "الاسماء والکنی" (۱.۱۹۷) من حدیث وائل وفیه: وقرء غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین۔ یمدبها صوته ما أراه الا لیعلمنا فهذا القول منه صریح فی انه اراد ان یعلمهم سنة التامین.

یعنی شیخ انور شاہ کشمیری قدس سرہ فرماتے ہیں: جہراً آمین کہنے کے متعلق ایک جواب یہ ہے کہ یہ بغرض تعلیم تھا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو حافظ ابوبشر دولابی نے کتاب "الاسماء والکنی" میں ج۱ ص ۱۹۷ باب ماجآء فی التامین پر حضرت وائل سے روایت کی ہے، اس روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پڑھ کر آمین کہی اور آواز کو بلند کیا میرا گمان یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے ہم کو تعلیم دینے کی غرض سے بلند آواز سے آمین کہی (معارف السنن شرح ترمذی باب ماجآء فی التامین ص ۴۰۶ ج۲، از محدث کبیر مولانا یوسف بنوری)

معلوم ہوا کہ آمین کو جہراً کہنا امت کی تعلیم کے لئے تھا، اور جب امت کو تعلیم ہوگئی تو حضور ﷺ نے سراً کہنا شروع کردیا، چنانچہ شعبہ کی روایت ہے جسے ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

روی شعبة هذا الحدیث عن سلمة بن کهیل عن حجر ابی العنبس عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین وخفض بها صوته.

ترجمہ:۔ شعبہ نے اس حدیث کو سلمہ بن کہیل سے روایت کیا ہے۔ — علقمہ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پڑھ کر پست آواز سے آمین کہی (ترمذی شریف ج۱ ص ۳۴، باب ماجاء فی التامین)

زجاجۃ المصابیح میں ہے عن علقمة بن وائل عن ابیه انه صلی مع النبی صلی اللہ علیه وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین وخفض بها صوته رواه الحاکم وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

یعنی علقمہ بن وائل اپنے والد وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے جب رسول اللہ ﷺ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے آہستہ آمین کہی اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور حاکم نے اس روایت کے متعلق فرمایا ہے صحیح الاسناد، اس کی سند صحیح ہے (بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے مگر) بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۸ ج۱ باب القراۃ فی الصلوۃ)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے وعنه عن ابیه انه صلی مع النبی صلی اللہ علیه وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال امین واخفی بها صوته رواه احمد وابو داؤد الطیالسی وابو یعلی والطبرانی والدارقطنی یعنی علقمہ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب رسول اللہ ﷺ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پر پہنچے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہستہ آمین کہی، یہ حدیث امام احمد ابوداؤد طیالسی، ابویعلی، طبرانی اور دارقطنی نے روایت کی ہے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۸ ج۱ ایضاً)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے وعن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی رضی اللہ عنهما یجهران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین رواه الطبرانی فی تهذیب الآثار. یعنی حضرت ابووائلؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے) بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے نہیں پڑھتے تھے اور (سورۂ فاتحہ کے بعد) آمین بھی جہر سے نہیں کہتے تھے اس کی روایت طبرانی نے تہذیب الآثار میں کی ہے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۹ جلد اول ایضاً)

اس اثر کو امام طحاویؒ نے بھی معانی الآثار میں بیان کیا ہے حدثنا سلیمان بن شعیب قال حدثنا علی بن معبد قال حدثنا ابو بکر بن عیاش عن ابی سعید عن ابی وائل قال کان عمر و علی لا یجهران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بالتامین۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ باللہ اور آمین زور سے نہیں پڑھتے تھے

(معانی الآثار المعروف بہ طحاوی ص ٩٩ باب قراۃ بسم اللہ الرحمن فی الصلوٰۃ)

مصنف عبدالرزاق میں ہے عبدالرزاق عن الثوری عن منصور عن ابراھیم قال خمس یخفیھن سبحانک اللھم وبحمدک والتعوذ بسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین واللھم ربنا ولک الحمد ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں (امام کو) آہستہ آواز سے کہنی چاہئیں سبحانک اللھم وبحمدک اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اللھم ربنا ولک الحمد (مصنف عبدالرزاق ج ٢ ص ٨٧)

نیز مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ عبدالرزاق عن معمر والثوری عن منصور عن ابراھیم انہ کان یسر آمین، ابراہیم نخعی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ٩٦ ج ٢)

محدث کبیر علامہ یوسف بنوری "معارف السنن" میں تحریر فرماتے ہیں:۔ عن ابراھیم قال قال عمر رضی اللہ عنہ اربع یخفیھن الامام، التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین واللھم ربنا ولک الحمد (ابن جریر) فتخلص ان اخفاء التامین ھو مذھب عمرو علی وعبد اللہ وابراھیم النخعی وجمھور الصحابۃ والتابعین وسائر اھل الکوفۃ۔

یعنی ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ آواز سے کہے اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم آمین اور اللھم ربنا ولک الحمد، (ابن جریر) خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا یہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ ابراہیم نخعی، جمہور صحابہ و تابعینؒ اور تمام اہل کوفہ کا مذہب ہے۔ (معارف السنن شرح ترمذی ص ٤١٣، ج ٢ باب ماجآء فی التامین)

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تحقیق

خلفاء راشدین واکابر صحابہ کا عمل (آمین کے) اخفاء ہی کا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ سے اخفاء ہی منقول ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا طریقہ بھی یہی تھا ورنہ یہ جلیل القدر صحابہ آپ کے خلاف کیسے کر سکتے تھے۔ (معارف مدنیہ ص ٣٣ حصہ پنجم)

نیز معارف مدنیہ میں ہے (شعبہ اور سفیان والی روایت کی جمع کی) ایک صورت تو وہ ہے جو پہلے گذری دوسری یہ کہ جہر بیان جواز کے لئے تھا تیسرے تعلیم امت کے لئے تھا، چوتھے ابتداء میں تھا اس کے بعد نہیں رہا اس کا قرینہ یہ ہے کہ طبرانی میں "انہ امن ثلاث مرات" یعنی آپ نے زور سے آمین تین مرتبہ کہی ہے، نیز ابوبشر دولابی نے "الاسماء والکنی" میں حضرت وائل سے ہی روایت کیا ہے حضور ﷺ نے آمین زور سے جو کہی یہ ہمارے سکھانے کے لئے تھی اس سے زیادہ واضح قرینہ اور کیا ہو سکتا ہے اس بات کا کہ اصل سنت اخفاء ہے اور جہر عارضی تھا جیسا کہ سبحانک اللھم یا التحیات وغیرہ بعض اوقات زور سے پڑھی جاتی تھیں تعلیم امت کے لئے، ایسا ہی یہ بھی ہے، تیسرے یہ کہ ابوداؤد میں ہے حضرت وائلؓ حضور ﷺ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے ایک مرتبہ آمین بالجہر سنا اور دوسری مرتبہ بالاخفاء لہٰذا دونوں کو روایت کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ جہر ابتداء میں تھا بعد میں اخفاء ہو گیا ورنہ

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جہر کو نہ چھوڑتے، یہ صورتیں جمع اور تطبیق کی ہیں الخ (معارف مدنیہ حصہ پنجم ص ٣٢)

آہستہ آمین کہنے کی ایک اور دلیل:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آمین سورۂ فاتحہ یا قرآن کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں آمین کو لکھا نہیں جاتا آمین دعا ہے اور دعا مخفی اور آہستہ آواز سے ہونی چاہئے قرآن میں ہے ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ اپنے رب کو عاجزی و آہستگی سے پکارو، اس آیت کریمہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آمین سراً کہنا چاہئے۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے وبالقیاس علی سائر الاذکار والادعیۃ ولان امین لیس من القرآن اجماعاً فلا ینبغی ان یکون علی صوت القرآن وبا خفا نھا یقع التمییز بین القرآن وغیرہ فانہ اذا جھر بھا مع الجھر بالفاتحۃ یلبس انھا من القرآن کما انہ لا یجوز کتابتہ فی المصحف ولھذا اجمعو علی اخفاء التعوذ لکونہ لیس من القرآن (زجاجۃ المصابیح حاشیہ ج ١ ص ٢٥٨ باب القرآۃ فی الصلوٰۃ)

نور المصابیح میں ہے: عقلی دلائل سے بھی آمین کا آہستہ کہنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ امین بھی نماز میں پڑھی جانے والی دعاؤں اور اذکار میں سے ہے جس طرح نماز کی دوسری دعاؤں اور اذکار کو آہستہ پڑھتے ہیں اسی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے آمین کو آہستہ پڑھنے کی ایک اور عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ تعوذ کی طرح آمین بھی قرآن کا جز نہیں ہے اگر آمین قرآن کا جز ہوتا تو اس کو قرآن میں لکھا جاتا، آمین کے جہر اور سر کے متعلق ترمذی نے دو روایتیں بیان کی ہیں اور دونوں روایتیں حضرت وائلؓ ہی سے مروی ہیں، سفیان جہراً کہنے کی روایت کرتے ہیں۔ اور شعبہ سراً کی روایت کرتے ہیں۔

چونکہ تعوذ اور آمین دونوں قرآن میں نہیں لکھے جاتے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ دونوں قرآن کے جز نہیں ہیں اور جو قرآن کا جز نہ ہو اس کو آہستہ پڑھا جاتا ہے اسی لئے تعوذ کی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے (یہ مضمون مرقاۃ بنایہ اور التعلیق الحسن سے ماخوذ ہے) (نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح ص ٣٠٢ حصہ دوم، جلد اول)

شعبہ والی روایت پر امام ترمذی نے چند شبہات پیش فرمائے ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں واخطأ شعبۃ مواضع من ھذا الحدیث فقال من حجر ابی العنبس انما ھو حجر بن العنبس ویکنی ابا السکن وزاد فیہ عن علقمۃ بن وائل ولیس فیہ علقمۃ وانما ھو حجر بن العنبس عن وائل ــــ الخ

یعنی شعبہ نے اس حدیث میں چند غلطیاں کی ہیں (١) شعبہ نے اپنی روایات میں حجر ابوالعنبس کہا ہے حالانکہ حجر ابن العنبس ہے (٢) شعبہ نے ان کی کنیت ابوالعنبس بیان کی ہے حالانکہ ان کی کنیت ابوالسکن ہے (٣) شعبہ نے اپنی روایت میں علقمہ کی زیادتی کی ہے، حالانکہ اس روایت میں علقمہ نہیں ہیں الخ (ترمذی شریف ج ١ ص ٣٤ باب ماجآء فی التامین)

جواب یہ ہے کہ حجر کے باپ اور بیٹے دونوں کا نام عنبس ہے یہ بات گو ہندوستان میں معیوب ہے لیکن عرب میں پسندیدہ اور بکثرت رائج تھی (معارف مدنیہ ۳۱ ج ۵ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ) لہٰذا جس طرح حجر بن العنبس صحیح ہے اسی طرح حجر ابوالعنبس بھی صحیح ہے۔

(۲) حجر کی کنیت ابوالسکن بھی تھی اور ابوالعنبس بھی ایک شخص کی دو کنیت ہونے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں (معارف مدنیہ)

(۳) حجر نے علقمہ اور وائل دونوں سے سنا ہے چنانچہ ابوداؤد طیالسی میں تصریح ہے کہ حجر نے کہا ہے کہ میں نے دونوں سے سنا ہے (معارف مدنیہ ص ۳۱ حصہ پنجم)

زجاجۃ المصابیح میں ہے وحجر اسم ابیه عنبس و کنیته ککنیة ابیه ابو العنبس ولا مانع من ان یکون له کنیة اخری ابو السکن لانه یکون لشخص واحد کنیتان وبهذا جزم ابن حبان فی کتاب الثقات وزاد فیه علقمة لا یضر لان الزیادة کان من الثقة مقبولة ولا سیما من قبل شعبة (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۵۷ باب القرأة فی الصلوٰة)

شعبہ کی روایت کی وجوہ ترجیح:

معارف مدنیہ میں ہے علاوہ ازیں سفیان مدلس ہیں اور مدلس کی روایت معنعن میں تدلیس کا امکان وشائبہ ہوتا ہے، یہ روایت ایسی ہی ہے اس لئے شائبہ تدلیس موجود ہے اس کے برخلاف شعبہ کی روایت اس کمزوری سے پاک ہے، کیونکہ شعبہ مدلس نہیں تھے نیز ان کی روایت مسلسل بالتحدیث ہے، جب کہ سفیان کی روایت معنعن ہے، یہ شعبہ کی روایت کی وجہ ترجیح ہے علاوہ ازیں سفیان اور شعبہؒ کے بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

ان میں قول راجح یہ ہے کہ شعبہ احادیث کے متون اور رجال کے حفظ میں بڑھے ہوئے ہیں اور سفیان صاحب ابواب ہیں یعنی فقہ میں بڑھے ہوئے ہیں، یحییٰ بن سعید قطان، حماد بن سلمہ، احمد بن حنبل ابوداؤد وغیرہ کے اقوال کا خلاصہ یہی ہے خود سفیان کہتے ہیں کہ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں چونکہ یہ بحث احادیث کی عبارت اور رجال سے تعلق رکھتی ہے اس لئے شعبہ کی روایت قابل ترجیح ہوگی یہ شعبہ کی دوسری وجہ ترجیح ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ شعبہ خود فرماتے ہیں کہ جس کسی سے میں نے روایت کی ہے اس کے پاس ایک سے زائد مرتبہ گیا ہوں اور جس سے میں نے دس روایتیں سنی ہیں اس کے پاس دس سے زائد مرتبہ حاضر ہوا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ شعبہ ایک ایک روایت کو کئی کئی بار سن کر یاد کرتے تھے تاکہ غلطی کا امکان باقی نہ رہے یہ بات سفیان میں نہیں تھی اس لئے شعبہ کی روایت لائق ترجیح ہے، چوتھے سفیان کا مسلک خود ان کی روایت کے خلاف ہے اس سے ثابت ہوا کہ وہ خود اپنی روایت کو قابل عمل نہ سمجھتے تھے یہ شعبہ کی روایت کی چوتھی وجہ ترجیح ہے (معارف مدنیہ ص ۳۲ حصہ پنجم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ:

(سوال ۳۷) نماز میں سجدہ کے وقت پہلے ہاتھ رکھے بعد میں گھٹنے رکھے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر کوئی عذر نہ ہو تو سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ رکھے یہ سنت طریقہ ہے، بلا عذر

اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر عذر ہو جیسے بڑھاپا ہو یا بدن بھاری ہو اور پہلے گھٹنے رکھنے میں تکلیف ہو تو اس صورت میں پہلے ہاتھ رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے (ثم کبر) کل مصل خارا للسجود (ثم وضع رکبتیه ثم یدیه) ان لم یکن به عذر یمنعه من هذه الصفة (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۴ فصل فی کیفیة ترکیب الصلوٰة) عمدۃ الفقہ میں ہے، سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر وہ اعضاء رکھے جو زمین سے قریب ہیں پھر اس کے بعد والے علی الترتیب رکھے، پس پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور پیشانی کا اکثر حصہ لگا دے کیونکہ یہ واجب ہے اور اس طرح رکھے کہ اچھی طرح قرار پکڑے۔ الی قولہ۔ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو، لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً ـــ عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے پہلے گھٹنے نہیں رکھ سکتا تو دونوں ہاتھ کو گھٹنے سے پہلے رکھ لے، اگر عذر کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ زمین پر نہیں رکھ سکتا تو داہنے ہاتھ و گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرے (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۰ ج ۲)

سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ:

(سوال ۳۸) بہت سے نمازی سجدہ میں کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھا دیتے ہیں کیا اس نماز میں کراہت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد کے لئے سجدہ کا مسنون اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو (پسلیوں) سے جدا رکھے، لیکن جماعت کے اندر بازوؤں کو پہلو سے ملا ہوا رکھے (کہ دیگر مقتدیوں کو تکلیف نہ ہو) کہنیوں کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ زمین سے اٹھا ہوا رکھے پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل رکھے (سینے کے مقابل نہ رکھے) یعنی چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل رہیں، ہاتھوں کی انگلیاں بالکل ملا کر رکھیں تاکہ سب کے سرے قبلہ رخ رہیں، اور دونوں پاؤں کی انگلیاں بھی زمین پر اس طرح رکھے کہ ان کے سرے قبلہ رخ رہیں (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۰ ج ۲)

مرد اگر کہنیاں زمین پر بچھائے تو مکروہ تحریمی ہے، شامی میں ہے (قوله وافتراش الرجل ذراعیه الخ) ای بسطهما فی حالة السجود وقید بالرجل اتباعاً للحدیث المار آنفاً ولان المرأة تفترش قال فی البحر قیل وانما نهی عن ذلک لانها صفة الکسلان والتهاون بحاله مع ما فیه من التشبه بالسباع والکلاب، والظاهر انها تحریمیة للنهی المذکور من غیر صارف آه (شامی ج ۲ ص ۶۰۲ مکروهات الصلوٰة)

عمدۃ الفقہ میں ہے۔ مردوں کا سجدہ کی حالت میں دونوں باہیں زمین پر بچھانا مکروہ تحریمی ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۲۷۰ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرد اور عورت کی نماز میں کہاں کہاں فرق ہے:

(سوال ۳۹) بعض عورتیں مردوں کی طرح رکوع وسجدہ وقعدہ کرتی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ وضاحت کے ساتھ

جواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) جو عورتیں مردوں کی طرح رکوع، سجدہ، قعدہ کرتی ہیں یہ غلط ہے، مرد و عورت کی نماز میں چند چیزوں کے اندر فرق ہے اور وہ یہ ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، عورتیں صرف کندھوں تک، کنز الدقائق میں ہے واذا اراد الدخول فی الصلٰوۃ کبر و رفع یدیہ حذاء اذنیہ (کنز مع بحر ج ۱ ص ۳۰۵ فصل) واذا اراد الدخول الخ) مراقی الفلاح میں ہے (اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوۃ) ای صلاۃ کانت (اخرج کفیہ من کمیہ) بخلاف المرأۃ ـــ (ثم رفعھما حذاء اذنیہ) حتی یحاذی بابھامیہ شحمتی اذنیہ ولا یفرج اصابعہ ولا یضمھا واذا کان بہ عذر یرفع بقدر الامکان والمرأۃ الحرۃ حذو منکبیھا (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۲ فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوۃ)

(۲) مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے گٹے پر اس طرح رکھے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑے اور بقیہ تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی تمام انگلیاں دائیں ہاتھ کی کلائی کے نیچے رکھے نیچے کی طرف لٹکی ہوئی نہ رہیں، اور عورت سینہ پر ہاتھ رکھے اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ دے حلقہ نہ بنائے، درمختار میں ہے (ووضع) الرجل (یمینہ علیٰ یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغھا بخنصرہ وابھامہ) ھو المختار وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیھا (درمختار مع شامی فصل واذا اراد الشروع الخ ص ۴۵۴ جلد اول)

(۳) رکوع کا فرق مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں اور عورت تھوڑا سا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے (۴) مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور اپنی اپنی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں قدرے جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے، مرد اپنے بازوں کو پہلو سے الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازو کو پہلو سے خوب ملائے اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ملا دیوے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے، درمختار میں ہے ثم یکبر للرکوع (ویضع یدیہ) معتمداً بھما (علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ) للتمکن ویسن ان یلصق کعبیہ وینصب ساقیہ (ویبسط ظھرہ) ویسوی ظھرہ بعجزہ (غیر رافع ولا منکس راسہ) شامی میں ہے قال فی المعراج وفی المجتبی ھذا کلہ فی حق الرجل اما المرأۃ فتنحنی فی الرکوع یسیراً ولا تفرج ولکن تضم وتضع یدیھا علی رکبتیھا وضعاً وتحنی رکبتیھا ولا تجافی عضدیھا لان ذلک استرلھا (درمختار وشامی ج ۱ ص ۴۶۰، ۴۶۱ ایضاً)

(۵) سجدہ کا فرق:

مرد سجدہ کی حالت میں پیٹ کو رانوں سے، بازو کو بغل سے جدا رکھے اور کہنیاں اور کلائی زمین سے علیحدہ (اٹھی ہوئی) رکھے اور عورتیں پیٹ رانوں سے اور بازوؤں کو بغل سے ملا ہوا رکھیں اور کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھا کر

سجدہ کریں، نیز مرد سجدہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر انگلیاں قبلہ رخ رکھے عورتیں پاؤں کھڑا نہ کریں بلکہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور خوب سمٹ کر سجدہ کریں اور دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھیں کنز الدقائق میں ہے وابدی ضبعیہ وجافی بطنہ عن فخذیہ ووجہ اصابع رجلیہ نحو القبلۃ وسبح فیہ ثلاثاً والمرأۃ تنخفض وتلزق بطنھا بفخذیھا (قولہ والمرأۃ تنخفض وتلزق بطنھا بفخذیھا) لانہ استرلھا فانھا عورۃ مستورۃ ویدل علیہ ماروا ہ ابوداؤد فی مراسیلہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل (بحر الرائق فصل واذا اراد الدخول الخ ص ۳۲۰، ۳۲۱ ج ۱) ویزاد علی العشرۃ انھا لا تنصب اصابع القدمین (بحر الرائق ص ۳۲۱ ایضاً)

(۶) جلسہ وقعدہ کا فرق:

مرد جلسہ وقعدہ میں اپنا داہنا پیر کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاوے، دونوں ہاتھ زانو پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں قبلہ رخ رہیں نیچے کی طرف نہ ہو جائیں اور عورتیں اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھیں واذا فرغ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ افترش رجلہ الیسری فجلس علیھا ونصب یمناہ ووجہ اصابعہ نحو القبلۃ ووضع یدیہ علیٰ فخذیہ وبسط اصابعہ وھی تتورک (کنز الدقائق مع بحر ج ۱ ص ۳۲۳ ایضاً) بحر الرائق میں ہے وذکر الشارح ان المرأۃ تخالف الرجل فی عشر خصال ترفع یدیھا الیٰ منکبیھا وتضع یمینھا علی شمالھا تحت ثدیھا ولا تجافی بطنھا عن فخذیھا وتضع یدیھا علی فخذیھا تبلغ رؤس اصابعھا رکبتیھا ولا تفتح ابطیھا فی السجود وتجلس متورکۃ فی التشھد ولا تفرج اصابعھا فی الرکوع ولا تؤم الرجل وتکرہ جماعتھن وتقوم الامام وسطھن اہ ویزاد علی العشر انھا لا تنصب اصابع القدمین کما ذکرہ فی المجتبیٰ ولا یستحب فی حقھا الاسفار بالفجر کما قدمناہ فی محلہ ولا یستحب فی حقھا الجھر بالقرأۃ فی الصلوۃ الجھریۃ بل قدمناہ فی شروط الصلوۃ انہ لو قیل بالفساد اذا جھرت لامکن علی القول بان صوتھا عورۃ والتتبع یقتضی اکثر من ھذا فالاحسن عدم الحصر (بحر الرائق ص ۳۲۱ ج ۱ ایضاً)

نوٹ:۔

عورتیں مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کر سکیں اس کے لئے مناسب صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے زمین کا سہارا لے کر اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور فوراً سجدہ کریں، عورتوں میں سجدہ کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا معین ہے لہذا اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قعدہ میں سیدھا پاؤں کھڑا نہ رکھ سکے یا بلا عذر اس کی عادت بنالے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۰) ہمارے امام صاحب کے پیر میں چوٹ لگ گئی اس کی وجہ سے جب وہ قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو سیدھا پاؤں کھڑا رہ کر انگلیاں قبلہ رخ میں نہیں رکھ پاتے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا نماز میں کوئی کراہت پیدا ہوگی، اسی طرح جب وہ تقریر کرتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا اس وجہ سے بھی لوگ نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے تو ان کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد کے لئے قعدہ میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرے اور دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے، بلا عذر مسنون طریقہ کے خلاف بیٹھنا مکروہ ہے، البتہ عذر کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو کراہت نہیں۔ ویسن (افتراش) الرجل (رجلہ الیسریٰ ونصب الیمنیٰ) وتوجیہ اصابعھا نحو القبلۃ کما ورد عن ابن عمر رضی اللہ عنھما (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۴۶ سنن الصلوۃ) مکروہات الصلوۃ میں ہے: (والتربع بلا عذر) لترک سنۃ القعود قولہ بلا عذر) اما بالعذر فلا کراھۃ لان العذر یبیح ترک الوجب فاولی السنۃ (قولہ لترک السنۃ القعود) (ھذا یفید انہ مکروہ تنزیھا افادہ الشرح (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۹۲)

صورت مسئولہ میں اگر آپ کے امام صاحب کسی عذر کی وجہ سے سنت طریقہ کے مطابق نہ بیٹھ سکیں تو نماز میں کوئی کراہت پیدا نہ ہوگی ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے البتہ اگر بلا عذر اس طرح بیٹھتے ہوں اور اس کی عادت بنالی ہو تو اس طرح بیٹھنا مکروہ ہوگا، ان کو چاہئے کہ اپنی اصلاح کریں اور سنت طریقہ اختیار کریں۔ تقریر کرنا اور تعلیم کرنا ان پر لازم اور ضروری نہیں ہے اور اس مقصد کے لئے ان کا تقرر بھی نہیں کیا گیا ہے، اگر وہ نماز میں قرآن مجید تجوید کے مطابق صحیح صحیح پڑھتے ہوں اور سنت طریقہ کے مطابق نماز پڑھاتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز کا سلام پھیرنے میں ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۴۱) بعض امام سلام پھیرنے کے وقت ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' (الف لام کے بغیر) کہتے ہیں اس طرح کہنا کیسا ہے؟ کیا اس میں کوئی کراہت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مصلی کے لئے (امام ہو یا منفرد) سنت طریقہ یہ ہے کہ کمال اور صاف طریقہ سے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہے، اگر ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' کہے گا تو سنت کے خلاف اور مکروہ ہوگا، شامی میں ہے (قولہ ھو السنۃ) قال فی البحر وھو علی وجہ الا کمل ان یقول السلام علیکم ورحمۃ اللہ مرتین فان قال السلام علیکم اوالسلام او سلام علیکم اوعلیکم السلام اجزاہ وکان تارکاً للسنۃ وصرح فی السراج بکراھۃ الا خیراہ قلت تصریحھذلک لا ینافی کراھۃ غیرہ مما خالف السنۃ (شامی ص ۴۹۱ ج ۱ فصل فی بیان تالیف الصلوۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب

مقتدی تشہد پورا کرے یا امام کا اتباع کرے:

(سوال ۴۲) امام قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا، درانحالیکہ مقتدی تشہد سے فارغ نہیں ہوا، تو کیا وہ امام کا اتباع کرے گا یا تشہد پورا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حتی الامکان مقتدی تشہد پورا کرنے کے بعد کھڑا ہو، امام کے اتباع (یعنی تشہد پورا کئے بغیر کھڑے ہونے) کی صورت میں بھی نماز ہو جائے گی۔

مجالس الابرار میں ہے۔ واما لو قام الا مام من القعدۃ الا ولیٰ الی الرکعۃ الثالثۃ قبل ان یتم المقتدی التشھد فانہ یتمہ ثم یقوم وان قام قبل ان یتمہ یجوز (مجلس ۴ ص ۳۲۲، ص ۳۲۳) فقط واللہ اعلم بالصواب.

اللہ اکبر میں لفظ اللہ یا اکبر کے ہمزہ یا باء پر مد کرے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۳) بعض لوگ بلکہ بعض امام بھی اللہ اکبر میں اللہ اکبر کے ہمزہ کو کھینچ کر پڑھتے ہیں اور بعض اکبر کے ہمزہ پر مد کر کے پڑھتے ہیں اور بعض اکبر کے باء کو کھینچ کر پڑھتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) اللہ اکبر اس طرح کہنا چاہئے کہ اللہ کے ہمزہ پر مد نہ کرے اور اس طریقہ پر نہ پڑھے آللہ، اور نہ اس طرح پڑھے کہ ہمزہ اور لام کے درمیان الف ممالہ کی آواز پیدا ہو جائے یعنی ہمزہ کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ ہمزہ دراز ہو کر لام سے ملے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آ۔اللہ۔ بلکہ بلا تاخیر ہمزہ کو لام جلالہ سے ملانا چاہئے یہ سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح اکبر کے ہمزہ پر بھی مد نہ کرے اور اس طرح نہ پڑھے، آکبر۔ اور نہ اس طرح پڑھے کہ ہمزہ اور کاف کے درمیان الف ممالہ کی آواز ظاہر ہو یعنی ہمزہ کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ ہمزہ کاف سے قدر تاخیر سے ملے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے۔ آ کبر۔ بلا تاخیر ہمزہ کاف سے ملانا چاہئے، یہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح اکبر کے باء پر بھی مد نہ کرے اور اس طرح سے نہ پڑھے۔ اکبار، اور نہ اس طرح پڑھے کہ باء اور راء کے درمیان الف ممالہ کی آواز پیدا ہو جائے، یعنی باء کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ باء راء سے قدرے تاخیر سے ملے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے، اکب ر، بلا تاخیر باء کو راء سے ملانا چاہئے، یہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

ان تین جگہوں میں سے کسی بھی جگہ مد کرے گا یا دراز کر کے پڑھے گا تو بہت سخت غلطی ہوگی، اگر یہ غلطی تکبیر تحریمہ میں کی تو سرے سے نماز ہی میں داخل نہ ہوگا، اور اگر تکبیرات انتقالات میں یہ غلطی کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، لہذا اماموں کو چاہئے کہ اس کا بہت خیال رکھیں اور بار بار مشق کر کے توجہ کے ساتھ اپنی غلطی کی اصلاح کر لیں۔

مجالس الابرار میں ہے: وھو ست الا ولیٰ تکبرۃ الا فتاح لا یدخل فی الصلوۃ الا بھا وھی ان یقول من یرید الدخول فی الصلوۃ اللہ اکبر بلا اد خال مد فی ھمزۃ اللہ وھمزۃ اکبر فان وقع المد فی احد الھمزتین لا یصیر داخلاً فی الصلوۃ بل تفسد لو قع فی اثنا ئھا ولو تعمدہ یکفر لا نہ یصیر استفھاماً ومقتضاہ الشک فی کبریاء اللہ۔ الی قولہ۔ ولو وقع المد فی باء اکبر بان یقول

اکبار بزیادۃ الالف الممال بین الباء والراء لا یصیر داخلاً فی الصلوۃ وتفسد لووقع فی اثنائها

ترجمہ۔ اور فرائض چھ ہیں. اول تکبیر افتتاح ہے اور بدون اس کے نماز شروع نہیں ہوتی اور وہ یہ ہے کہ جو شخص نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ اکبر اس طرح کہے کہ اللہ کے ہمزہ اور اکبر کے ہمزہ اور ب پر مد نہ کرے، کیونکہ اگر دونوں ہمزہ میں سے ایک پر مد ہوجائے گا تو نماز میں داخل نہ ہوگا بلکہ اگر نماز میں بیچ کی تکبیروں میں آجائے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر قصداً مد کھینچے گا تو کافر ہوجائے گا، اس لئے کہ یہ استفہام ہوجائے گا اور اس کا مقتضیٰ اللہ کی بڑائی میں شک ہے۔ الی قولہ۔ اور اگر مد اکبر کی با پر واقع ہو کہ اکبر کی با، اور راء کے درمیان الف ممالہ زیادہ کر کے ''اکبار'' پڑھے تو۔ (تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور) نماز میں داخل نہ ہوگا اور نماز کے درمیان (تکبیرات انتقالات) اس طرح پڑھے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ (مجالس الابرار ص ۲۹۰ مجلس نمبر ۵۲)

زادالفقیر میں ہے. ولو مد بھمزۃ الجلالۃ او اکبر او باء ہ لم یصر شارعاً (زاد الفقیر ص ۳۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

باب القراءۃ وزلۃ القاری

امام قرأت کتنے زور سے پڑھے:

(سوال ۴۴) ایک شخص قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتا ہے۔ پندرھویں پارہ میں سورۂ بنی اسرائیل میں ہے ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلاً تفسیر یہ ہے کہ اپنی نمازیں نہ زور سے پڑھو نہ آہستہ، میانہ روی اختیار کرو، تو کیا یہ حکم امام پر بھی منطبق ہوتا ہے؟ وہ شخص کہتا ہے کہ امام اتنے زور سے پڑھے کہ آواز جماعت خانے سے باہر نہ جانی چاہئے تو کیا اس شخص کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(الجواب) قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ کر احکام بیان کرنا اور امام کے لئے فتویٰ دینا صحیح نہیں ہے، آیت کریمہ وابتغ بین ذلک سبیلا (میانہ روی اختیار کرو) کی یہ حد مقرر کر لینا کہ آواز جماعت خانے سے باہر نہ جانی چاہئے یہ صحیح نہیں ہے اس کی جو حد فقہاء نے بیان کی ہے وہ صحیح ہے، درمختار اور شامی میں ہے ویجھر الامام وجوباً بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء (درمختار) (قولہ فان زاد علیہ اساء) وفی الزاھدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجۃ فھو افضل الا اذا اجھد نفسہ او اذی غیرہ قھستانی (شامی ج ۱ ص ۴۹۷ فصل فی القرأۃ)

آیت مذکورہ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نہ تو تمام نمازوں میں زور سے پڑھو نہ تمام نمازوں میں آہستہ پڑھو، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں زور سے پڑھو، قولہ۔ (یجھر الامام وجوباً)

للمواظبۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان صلی اللہ علیہ وسلم یجھر بالقران فی الصلوۃ کلھا ابتداء کما سیذکرہ الشراح وکان المشرکون یؤ ذونہ ویسبون من انزلہ ومن انزل علیہ فانزل اللہ تعالیٰ ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا ای لا تجھربھا کلھا ولا تخافت بھا کلھا وابتغ بین ذلک سبیلا بان تجھر بصلوتک اللیل و تخافت بصلوتک النھار فکان یخافت بعد ذلک فی صلوۃ الظھر والعصر الخ. (طحطاوی علی در مختار ج ۱ ص ۲۶۳ ایضاً)

''بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ نہ سب نمازوں کو محض آواز سے پڑھو جیسا کہ صبح ومغرب وعشاء کی نماز کیونکہ ان وقتوں میں مشرکین اپنے کاروبار میں مصروف یا سونے کھانے میں مشغول رہتے ہیں نہ سب کو ظاہر کر کے جیسا کہ ظہر وعصر کی نماز پس بعض کو پکار کر بعض کو آہستہ سے پڑھو (تفسیر حقانی ج۵ ص ۹۶ سورۃ بنی اسرائیل تفسیر ولا تجھر بصلوتک الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تنوین کے بعد ''الف۔لام'' آنے سے قرأت میں پیدا ہونے والی صورتیں

(سوال ۴۵) ایک اہم مسئلہ اور اس کے اصول وضوابط سوال وجواب کی شکل میں دیکھے ہیں ان کی تحقیق کی ضرورت ہے۔ مسئلہ اور قانون یہ ہے:۔

''سوال ہمارے امام صاحب جہری نماز میں قل ھو اللہ احد اللہ الصمد (احد کی دال پر وقف کرنے کے) بجائے قل ھو اللہ احدن اللہ الصمد (دال کی تنوین کو نون سے بدل کر اس کے نیچے کسرہ) پڑھتے ہیں۔

(الجواب) کسی آیت یا فقرے کا آخری حرف منون ہو (اس کے اوپر دو پیش یا دو زبر یا اس کے نیچے دو زیر ہوں) اور اس کے بعد والی آیت یا جملے کا پہلا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہو وہاں اس کے آخری حرف کو اس کے پہلے حرف سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون پڑھی جاتی ہے۔

سوال میں مذکورہ صورت بھی ایسی ہی ہے کہ "احد" کی "دال" پر دو پیش ہیں اور اس کے بعد آنے والا اَللہ "ال" (الف۔لام) سے شروع ہوتا ہے۔ لہذا "احد" پر آیت نہ کر کے دونوں کو ملا کر پڑھا جائے تو اوپر معلوم ہو چکا اس کے مطابق "نون" پڑھا جاتا ہے اس لئے تمہارے امام صاحب "احد" پر آیت نہ کرتے ہوئے اس کے بعد والے "اللہ" کے ساتھ ملا کر اَحَدُ نِ اللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھتے ہیں وہ غلط نہیں قرأت کے قانون کے مطابق ہے اور بالکل صحیح ہے۔"

مذکورہ مسئلہ اور قانون بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ تفصیل سے جواب دیں تا کہ اطمینان ہو جائے؟

(الجواب) یہ تو صحیح ہے کہ امام جس طرح پڑھتا ہے وہ صحیح ہے، غلط نہیں، مگر جو قاعدہ اور قانون بیان کیا گیا ہے کہ "تنوین کے بعد والی آیت کا پہلا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے تو ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون پڑھی جاتی ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ غلط ہے، بعض جگہوں پر اس طرح ہونے سے اسے کلیہ سمجھنا یا قرار دینا صحیح نہیں ہے یہ تو جتنے کالے اتنے جامن سمجھ لینے کے مترادف ہے۔ قرآن شریف میں ہے (۱) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ (سورہ نحل رکوع نمبر ۲ (۲) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ (سورہ نحل رکوع ۹ (۳) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُھَا (۴) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُھَا (۵) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ (سورہ فتح رکوع ۲ (۶) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ (سورہ زمر رکوع ۲)

مذکورہ مثالوں میں تنوین کے بعد "اَلْوَانُہٗ" اور "اَلْوَانُھَا" ہے اس لئے تنوین کے بعد کا حرف الف۔لام (ال) سے شروع ہوتا ہے مگر یہاں پر ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھی جاتی یعنی مُخْتَلِفُ نِ الْوَانُھَا پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے، اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل دوسرے رکوع میں ہے (۷) وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ یہاں بھی تنوین کے بعد کا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا۔ یعنی اِنْسَانِ نِ الْزَمْنٰہُ پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گی، اور سورۂ ق دوسرے رکوع میں ہے (۸) عَتِیْدٌ اَلْقِیَا یہاں پر بھی تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی عَتِیْدُ نِ الْقِیَا پڑھنا جائز نہیں ہے پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور سورۂ طور پہلے رکوع میں ہے (۹) بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَابِھِمْ یہاں بھی تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی بِاِیْمَانِ نِ الْحَقْنَابِھِمْ نہیں پڑھا جا سکتا، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا اور گنہگار ہوگا، اور سورہ نبا پہلے رکوع میں ہے (۱۰) جَنّٰتٍ اَلْفَافًا یہاں پر تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع ہونے کے باوجود تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی" جَنّٰتِ نِ الْفَافًا پڑھنا جائز نہیں، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا۔

نیز تنوین کو نون سے بدلنے کے لئے "ال" پر منحصر اور موقوف رکھنے میں دوسری خرابی یہ ہے کہ "تنوین" کو "نون" سے بدلنے کی قرآن وحدیث میں بے حد مثالیں ہیں۔

مثلاً:۔

"اب" کی مثال	عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ	(سورۂ توبہ)
	رَھْبَانِیَۃَ نِ ابْتَدَعُوْھَا	(سورۂ حدید)
	نُوْحُ نِ ابْنَہٗ	(سورۂ ھود)
"ات" کی مثال	شَیْئًا نِ اتَّخَذَھَا	(سورۂ جاثیہ)
"اج" کی مثال	خَبِیْثَۃِ نِ اجْتُثَّتْ	(سورۂ ابراہیم)
"اد" کی مثال	مُنِیْبِ نِ ادْخُلُوْھَا	(سورۂ ق)
	بِرَحْمَۃِ نِ ادْخُلُوا	(سورۂ اعراف)
"اذ" کی مثال	طُوًی نِ اذْھَبْ	(سورۂ النازعات)
"ار" کی مثال	عَذَابِ نِ ارْکُضْ	(سورۂ ص)
"از" کی مثال	فِیْ زُجَاجَۃِ نِ الزُّجَاجَۃ	(سورۂ نور)
"اس" "اس" کی مثال	اَھْلَ قَرْیَۃِ نِ اسْتَطْعَمَا	(سورۂ کہف)
	بِغُلَامِ نِ اسْمُہٗ	(سورۂ مریم)
	شَیْئًا نِ السَّمَآءُ	(سورۂ المزمل)
	یَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ	(سورۂ نحل)
"اش" کی مثال	کَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ	(سورۂ ابراہیم)
"اص" کی مثال	ابوبکرِ نِ الصَّدیق	(حدیث شریف)
"اط" کی مثال	خَیْرُ نِ اطْمَئَنَّ بِہٖ	(سورۂ حج)
"اع" کی مثال	عَلِیْمُ نِ اعْلَمُوْ	(سورۂ مائدہ)
"اع" کی مثال	وَقُدُوْرٍ رَّاسِیَاتِ نِ اعْمَلُوْا	(سورۂ سبا)
"اف" کی مثال	اِلَّا اِفْکُ نِ افْتَرَاہُ	(سورۂ الفرقان)
"اق" کی مثال	مُبِیْنِ نِ اقْتُلُوْا	(سورۂ یوسف)
"ان" کی مثال	فِتْنَۃُ نِ انْقَلَبَ	سورۂ حج
"	ثَلٰثَۃَ نِ انْتَھُوْا	(سورۂ نساء)
"	حَکِیْم نِ انْفِرُوْا	(سورۂ براءۃ)
"	لَھْوَ نِ انْفَضُّوْا	(سورۂ جمعہ)
"اھ" کی مثال	خَیْرُ نِ اھْبِطُوْا	(سورۂ بقرہ)

وغیرہ وغیرہ بے حد مثالیں ایسی ہیں کہ تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع نہیں ہوتا پھر بھی تنوین کے بجائے قانوناً نون پڑھا جاتا ہے لہذا "ال" پر دار و مدار رکھنا غلط ہے۔

اصل قاعدہ اور قانون یہ ہے کہ جس لفظ کے اخیر حرف کو تنوین (دو زبر دو پیش دو زیر) ہو اور اس کے بعد والی

آیت یا جملے کا پہلا حرف ہمزہ وصلی ہو تو اس کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں ہمزہ وصلی حذف ہو جاتا ہے (پڑھا نہیں جاتا) اور ''تنوین'' ''نون'' سے بدل جاتی ہے یعنی تنوین کی ایک حرکت پڑھی جاتی ہے اور دوسری حرکت نون میں آجاتی ہے جسے نون قطنی کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ایسی جگہ پر آسانی کے لئے چھوٹا سا ن نون لکھ دیا جاتا ہے ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

فجر میں قرأت کی مقدار:

(سوال ۴۶) امام صاحب سورۂ ملک اور سورۂ یٰسٓ حفظ ہونے کے باوجود نماز فجر میں (۱) والضحیٰ واللیل ۔ (۲) الم نشرح (۳) والتین والزیتون اور (۴) سورۂ جمعہ کا اخیری رکوع پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے بعض نمازیوں کی سنتیں فوت ہو جانے کا خوف رہتا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) نماز صبح میں امام کو اتنی مختصر قرأت کی عادت بنالینا خلاف سنت اور مکروہ ہے، کوئی خاص عذر نہ ہو تو امام اور ایسے ہی منفرد نماز صبح میں طوال مفصل یعنی سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں میں سے ایک ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھے یہ مسنون اور مستحب ہے یا کسی اور جگہ سے درمیانی درجہ کی کم سے کم چالیس آیتیں پڑھیں یہ کم سے کم ہے متوسط درجہ پر ہے کہ پچاس آیتوں سے ساٹھ تک اور اس سے بہتر یہ ہے کہ سو آیتوں تک پڑھیں ۔ اس سلسلہ میں امام اور مقتدیوں کی ہمت اور شوق کا لحاظ رکھنا چاہئے البتہ وقت کی تنگی یا کسی اور ضرورت اور عذر کی بنا پر قرأت مختصر کرنی پڑے تو مضائقہ نہیں ہے جائز ہے ۔ وان لم یخف فوت الوقت فالسنة فی حقه ان یقرأ فی صلوة الفجر فی الرکعتین باربعین اية وسطا والادنی او خمسين اوستين اية وهو الأوسط والاعلى الزيادة على الستين الى المائة ففى صحيح مسلم من حديث جابر رضى الله عنه انه عليه السلام كان يقرأ فى الفجر بقاف و نحوها وفى الصحيحين عن ابى بريدة كان عليه السلام يقرأ فى الفجر ما بين ستين الى المائة الخ (كبیری ص ۳۰۳) (شامی ج ۱ ص ۵۰۴ فصل فی القرأة)

منفرد کی اقتداء کی جائے تو وہ جہراً قرأت کرے یا سراً؟:

(سوال ۴۷) ٹرین پکڑنے کی جلدی تھی، اس لئے اسٹیشن کی مسجد میں میں نے جماعت سے پہلے نماز صبح شروع کی، سورہ فاتحہ پڑھی اتنے میں دو چار مصلی میری اقتدا کرتے ہوئے میرے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے تو اس صورت میں میرے لئے سورت زور سے پڑھنا چاہئے تھا یا آہستہ سے؟ سورۂ فاتحہ تو میں نے آہستہ سے پڑھی تھی۔

(الجواب) صورت مذکورہ میں اگر آپ امامت کی نیت کرلیں تو سورت زور سے پڑھنا ضروری ہے ورنہ نہیں۔ ''کبیری'' میں ہے شرع منفرداً فی صلوة جهرية فقرأ الفاتحة مخافة ثم اقتدى به جماعة يجهر بالسورة ان قصد الأمامة والا فلا اذا لا يلزمه ما لم يلتزمه (ص ۵۷۴) فقط واللہ اعلم بالصواب .

سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے بیچ میں بسم اللہ:

(سوال ۴۸) سورۂ فاتحہ ختم کر کے سورۃ پڑھے تو بسم اللہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے ۔ شامی میں ہے ان سمی بین الفاتحه والسورة المقروءة سراً او جهراً كان حسناً عند ابى حنيفه (یعنی) سورہ فاتحہ اور سورۃ زور سے پڑھے یا آہستہ اس کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے (ج ۱ ص ۴۵۸ آداب الصلاة مطلب قرأة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن) فقط واللہ اعلم بالصواب.

ایک ہی سورہ کی قرأت دو رکعت میں:

(سوال ۴۹) دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) فرض نماز میں بدون عذر ضرورت دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ کی قرأت خلاف اولی اور مکروہ تنزیہی ہے نسیاناً پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ۔ البتہ نوافل میں بلا کراہت جائز ہے ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰) (۱) ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز فجر کی دونوں رکعتوں میں سورہ زلزال پڑھی ج ۱ ص ۱۲۵ ۔ علماء نے اس کو ضرورت اور بیان جواز پر محمول کیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ صبح کی نماز میں طویل قرأت فرمایا کرتے تھے پس جس طرح کسی ضرورت یا بیان جواز کے لئے قرأت مختصر فرمائی ایسے ہی ایک ہی سورت کو دوبارہ پڑھنے کا مقصد بیان جواز تھا ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

قرأت میں الینا کی جگہ علینا پڑھے:

(سوال ۵۰) امام نے نماز جمعہ میں دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھی ان الينا ايابهم. ثم ان علينا حسابهم کی جگہ ان علينا ايابهم ثم ان علينا حسابهم . پڑھا تو نماز صحیح ہے یا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں ۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

سورۃ کے آخری حروف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۵۱) نماز میں سورۂ کوثر اور سورۂ اخلاص کے آخری حرف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملائے یعنی سورۂ کوثر میں " هو الابتر الله اكبر" اور سورۂ اخلاص میں " كفواً احد الله اكبر " پڑھ کر رکوع کرے تو نماز میں کوئی خرابی پیدا ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) جہاں سورۃ کا آخری حرف اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا ہو وہاں تکبیر کے ساتھ ملا سکتے ہیں اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں وصل نہ کیا جائے ۔ لہٰذا ''كفواً احد الله اكبر'' پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر " هو الابتر الله اكبر" نہ پڑھنا چاہئے ''هو الابتر'' پر وقف کر کے رکوع کی تکبیر کہے، اذا فرغت من القراة وتريد ان تكبر للركوع ان

---

(۱) قوله لأباس ان يقرء سورة الخ افاد انه يكره تنزيهاً و عليه يحمل جزم القنية بالكراهة ويحمل فعله عليه الصلوة والسلام على بيان الجواز هذا اذلم يضطر فان اضطر بأن قرء فى الاولى قل اعوذ برب الناس اعادها فى الثانية الخ فصل فى القراءة.

(۲) ومنها الخطافى التقديم والتاخير ان قدم كلمة على كلمة او اخر ان لم يتغير المعنى لا تفسد نحوان قرء لهم فيها زفير و شهيق وقدم الشهيق هكذا فى الخلاصة فتاوى عالمگيرى الفصل الخامس فى زلة القارى ج ۱ ص ۸۹.

کان الختم بالثناء فالوصل بالله اکبر اولی ولو لم یکن بالثناء فالفصل اولیٰ کقوله تعالیٰ ان شانئک هوالابتر . هکذا فی التار خانیة (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ الفصل الخامس فی زلة القاری)

تعوذ اور سورۃ میں وصل کہاں کرے اور فصل کہاں:

(سوال ۵۲) قرأت شروع کرتے وقت تعوذ اور سورۃ میں وصل کرے تو کیا حکم ہے۔

(الجواب) اس طرح قرأت کرنا جائز ہے کوئی حرج نہیں لیکن کس موقع پر وصل اور کس جگہ فصل کرنا چاہئے اس قاعدہ سے واقف ہونا ضروری ہے ورنہ غلطی کرے گا اور گنہگار ہوگا۔

فائدہ:

جب سورت سے قرأۃ کا آغاز ہو تو یہ چار صورتیں جائز ہیں: (۱) فصل کل۔ یعنی "اعوذ باللہ" پڑھ کر وقف کرے پھر بسم اللہ پڑھ کر وقف کرے اس کے بعد سورت شروع کرے (۲) وصل کل یعنی تعوذ کو تسمیہ کی ساتھ اور تسمیہ کو سورت کے ساتھ ملائے۔ چنانچہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم کھیعص (۳) فصل اول وصل ثانی یعنی اعوذ پڑھ کر وقف کرے پھر بسم اللہ کو سورت کے ساتھ ملا کر قرأت کرے (۴) وصل اول فصل ثانی۔ یعنی تعوذ کو تسمیہ کے ساتھ ملا کر قرأت کرے اور بسم اللہ پڑھ کر وقف کرے اور اس کے بعد سورت شروع کرے (ہدیۃ الوحید وغیرہ)

ایاک نستعین میں الف حذف کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۳) قرأت میں وایاک نستعین کی جگہ ویاک نستعین یعنی واؤ کے بعد الف کا اظہار نہ ہو تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) ویاک بدون الف کے پڑھنے سے نماز ہو جائے گی مگر اس طرح قرأت کرنا غلط ہے صحیح پڑھنے کی کوشش کی جائے ویاک نعبدبواومکان الهمزة الخ (زاد الفقیر ص ۴۲) فقط . واللہ اعلم بالصواب.

قرأت میں پیش کی جگہ زبر پڑھے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۴/الف) سورۂ روم کے آخری رکوع کی پہلی آیت میں لفظ ضعف تین مرتبہ آیا ہے اس کے ضاد پر پیش کی جگہ زبر پڑھے تو صحیح ہے یا نہیں؟

() پیش اور زبر دونوں پڑھنا صحیح ہے زبر پڑھنے سے نماز میں کچھ خرابی نہ آئے گی۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب.

(سوال) میں نماز عشاء پڑھاتا تھا۔ سورہ واللیل پڑھی جس میں فسنیسرہ للعسری کی جگہ للیسری پڑھا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۱) الضَّعف والضُّعف خلاف القوة وقیل الضعف بالضم، فی الجسد والضعف بالفتح فی الرای والعقل وقیل هما جائز ان فی کل وجه لسان العرب باب الضاد ج ۸ ص ۶۲

(الجواب ۵۴/ب) صورت مسئولہ میں وکذب بالحسنی کو فسنیسرہ للیسری کے ساتھ وصل کر کے ایک ہی سانس میں پڑھنا ہو تو نماز فاسد ہے اور اعادہ ضروری ہے۔ قاضی خان میں ہے۔ وان کانت مخالفته کما لو قرء وعداً علینا انا کنا غافلین مکان فاعلین (الی قوله) والصحیح هو الفساد لانه اخبر بخلاف ما اخبرالله به (ج ۱ ص ۷۳ فصل فی قراۃ القرآن خطأ وفی الاحکام المتعلقة بالقراۃ) وان تغیر المعنی بان قرء ان الابرار لفی حجیم وان الفجار لفی نعیم (الی قوله) تفسد صلاته لانه اخبر بخلاف ما اخبرالله به (ج ۱ ص ۷۴ ایضاً) اور اگر وکذب بالحسنی پر وقف کر کے یعنی آیت کر کے سانس توڑ کر دوسرے سانس پر فسنیسرہ للیسریٰ سے ابتدا کی ہو تو نماز فاسد نہیں۔ قاضی خان میں ہے۔ وان ذکر ایة مکان ایة ان وقف علی الاولیٰ وقفاً تاماً وابتدء بالثانیة لا تفسد کذا لو قرء ان الذین امنوا وعملوا الصلحت وقف ثم قرء اولئک هم شر البریة (لاتفسد) ج ۱ ص ۷۴ ایضاً) واللہ تعالیٰ اعلم.

ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ:

(سوال ۵۵) ایک شخص کا کہنا ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھے دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے۔ جو پڑھتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) یہ بات صحیح نہیں بلکہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے، دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت نہیں سمیٰ سراً فی اول کل رکعة. یعنی ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ آہستہ سے پڑھے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۵۷ فصل واذا اراد الشروع فی الصلاۃ الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب

صلوٰۃ کسوف میں قرأت آہستہ ہونی چاہئے یا زور سے؟:

(سوال ۵۶) سورج گرہن کی جو دو رکعت باجماعت پڑھی جاتی ہے اس میں قرأت زور سے پڑھی جائے یا آہستہ؟

(الجواب) آہستہ پڑھی جائے "فتاویٰ سراجیہ" میں ہے ویخافت فیها بالقراۃ (ص ۲۱) فقط . واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا:

(سوال ۵۷) امام نے پہلی رکعت میں سورۂ کافرون پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ کوثر یا سورہ فیل پڑھی تو اس طرح قرآن کی ترتیب کے خلاف پڑھنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) ترتیب سور واجبات تلاوت میں سے ہے واجبات نماز سے نہیں لہذا اس طرح پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں ہاں عمداً اس طرح پڑھنا مکروہ ہے نسیاناً پڑھے تو مکروہ بھی نہیں (درمختار) شامی ج ۱ ص ۵۱۰)[1]

(۱) وان یقرء منکوساً بان یقرأ فی الثانیة سورة اعلیٰ مماقرأ فی الاولیٰ لأن ترتیب السور من واجبات التلاوۃ (فصل فی القراۃ)

قرأت میں ایک سورت کا فاصلہ:

(سوال ۵۸) پہلی رکعت میں سورۂ کوثر اور دوسری میں سورۂ نصر پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ درمیان میں ایک چھوٹی سی سورت چھوٹ گئی ہے اب سجدۂ سہو سے کراہت دور ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) عمداً اس طرح پڑھنا منع ہے البتہ نفل میں گنجائش ہے کہ لیکن اس طرح پڑھنے سے سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں (درمختار شامی)(۱) ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

قرأت میں ''الینا'' کی جگہ ''علینا'' پڑھے تو نماز ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۵۹) ہمارے امام صاحب نے نماز جمعہ کی دوسری رکعت میں ''سورۂ غاشیہ'' پڑھی اور اس میں ان علینا بھم ثم ان علینا حسابھم کے بجائے ان علینا ایا بھم ثم ان علینا حسابھم. پڑھا تو نماز ہوئی یا اعادہ کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

امام کو بلا ضرورت لقمہ دینا:

(سوال ۶۰) وسیق الذین کفروا کا رکوع پہلی رکعت میں امام پڑھ رہا تھا بھول سے قیل اد خلوا ابواب جھنم چھوڑ کر وسیق الذین اتقوا شروع کرنا ہی تھا۔ کہ پیچھے سے زید قیل ادخلوا کا لقمہ دینے لگا۔ نماز کے بعد امام صاحب نے کہا۔ لقمہ دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ زید کا کہنا ہے کہ لقمہ دینا ضروری ہے کیونکہ مضمون پورا کرنا ہی چاہئے۔ پھر دوسرے مضمون کو شروع کرنا چاہئے۔ دلیل میں ورتل القران ترتیلا پیش کرتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور مضمون پورا نہ ہونے سے جب کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کا نہ ہو لقمہ دینا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔ (قاسم عفی عنہ از افریقہ)

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ امام نے آگے کی آیت پڑھنا شروع کر دی تھی تو لقمہ دینے کی حاجت نہیں تھی۔ فقہاء رحمہم اللہ نے اس صورت میں فساد نماز کا حکم لگایا ہے کہ یہ بلا حاجت تلقین ہے۔ ولو کان الا مام انتقل الیٰ آیۃ آخری تفسد صلوٰۃ الفاتح وتفسد صلوۃ الا مام لو اخذ لقولہ لو جود التلقین والتلقن من غیر ضرورۃ . یعنی۔ اگر امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا۔ یعنی دوسری آیت پڑھنے لگا اس کے بعد مقتدی نے امام کو لقمہ دیا (یعنی جو آیت چھوٹ گئی تھی۔ وہ بتلائی) تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام نے اس کا لقمہ لے لیا۔ تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی (اور جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو سب کی نماز فاسد ہوگی) اس لئے کہ مقتدی کا تلقین کرنا اور امام کا لقمہ لینا بلا حاجت پایا گیا۔ (ہدایہ ص ۱۱٦ ج ۱ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا)

---

(۱) ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ فلا یکرہ ص ۵۱۰ ایضا)

(۲) ومنھا الخطاء فی التقدیم والتاخیر ان قدم کلمۃ علی کلمۃ او اخر ان لم تغیر المعنی لا تفسد نحوان قرا لھم فیھا حیرو شھیق وقدم الشھیق ھکذا فی الخلاصۃ فتاویٰ ھندیہ ص ۸ الفصل الخامس فی زلۃ القاری.

لیکن صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں! بلا حاجت لقمہ دینا مکروہ ہوگا۔ بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقاً لفاتح وآخذ بکل حال الخ (درمختار) (قولہ بکل حال) ای سواء قرأ الا مام قدر ما تجوز بہ الصلوٰۃ ام لا انتقل الیٰ آیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الا صح نھر یعنی مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینا مفسد صلوٰۃ نہیں نہ لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوتی ہے۔ نہ لقمہ لینے والے امام کی چاہے امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا کم پڑھا ہو۔ دوسری آیت کی طرف منتقل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ یا مکرر لقمہ دیا ہو بہر صورت نماز فاسد نہ ہوگی (شامی ج ۱ ص ۵۸۲ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا)

کتب فقہ میں یہ بھی تصریح ہے کہ مقتدی عجلت نہ کرے یعنی (بھولتے ہی) فوراً لقمہ نہ دے کہ لقمہ دینے کی ظاہری صورت تعلیم وتعلم کی ہے۔ جو بلا ضرورت خالی از کراہت نہیں۔ امام کو بھی ہدایت دی گئی ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے کہ ایک آیت یا جملہ کو بار بار دہراتا رہے یا خاموش کھڑا رہے (اس صورت میں مقتدی لامحالہ لقمہ دے گا) بلکہ اگر بقدر واجب (وفی روایۃ بقدر مستحب) قراءت کر چکا ہو تو رکوع کرے یا مابعد کی آیت پڑھنا شروع کر دے۔

وینبغی للمقتدی ان لا یعجل بالفتح وللامام ان لا یلجئھم الیہ بل یرکع اذا جاء اوانہ او ینتقل الیٰ ایۃ اخریٰ (ھدایہ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا ص ۱۱٦ ج ۱) ''شامی'' میں ہے۔ (ترجمہ)

ویکرہ ان یفتح من ساعتہ کمایکرہ للامام ان یلجئہ الیہ بل ینتقل الیٰ آیۃ اخریٰ لا یلزم من وصلھا مایفسد الصلوٰۃ اوالیٰ سورۃ اخرا و یرکع اذا قرأ قدر الفرض کما جزم بہ الزیلعی غیرہ وفی روایۃ قدر المستحب کما رجحہ الکمال بانہ الظاھر من الدلیل واقرہ فی البحر والنھر ونازعہ فی شرح المنیۃ ورجح قدر الواجب لشدۃ تاکدہ (ج ۱ ص ۵۸۲ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا)

الحاصل مذکورہ صورت میں لقمہ دینے کی حاجت نہیں تھی بلا حاجت لقمہ دیا گیا۔ آیت چھوٹ جانے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ ورتل القرآن ترتیلا کی آیت سے لقمہ کی ضرورت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اواخر سورۂ بقرہ اور قل ھو اللہ کی قراءت:

(سوال ۶۱) ہمارے امام صاحب کبھی کبھی مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص یا سورہ کافرون یا سورہ نصر وغیرہ تلاوت کرتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے اور نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں بلا کراہت نماز صحیح ہے لو قرأ آمن الرسول فی رکعۃ وقل ھو اللہ احد فی رکعۃ لا یکرہ (فتاویٰ عالمگیری ص ۷۸ الفصل الرابع فی القراۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

نماز میں وانحر کی جگہ وانہر پڑھا:

(سوال ۶۲) کیا وانحر کی جگہ کوئی آدمی وانہر پڑھے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ اگر فاسد ہوجائے گی تو کیوں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ فصل لربک وانحر قرء وانہر تفسد صلاته. (ص ۷۱ ج ۱ فصل فی قرأة القرآن خطاء وفی الاحکام المتعلقة بالقراۃ) اس لئے کہ معنی میں نمایاں تبدیلی ہوجاتی ہے۔ لو قرأ فصل لربک وانہر مکان الحاء تفسد صلاته وذلک لبعد المعنی علی ماهورأی المتقدمین (کبیری ص ۴۵۲ فصل فی بیان احکام زلة القاری) اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ متقدمین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور لوٹانا ضروری ہوگا البتہ علماء متاخرین کے نزدیک بوجہ عموم بلوی نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

امام قراءت شروع کرچکا ہو تو مقتدی ثناء نہ پڑھے:

(سوال ۶۳) میں عشاء کی نماز میں اس وقت داخل ہوا جب امام صاحب نے قرأت شروع کردی تھی۔ اب میں ثناء کب پڑھوں؟ رکوع میں یا سجدہ میں؟ یا اسی وقت؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام نے قراءت شروع کردی تو اب مقتدی ثناء نہ پڑھے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

صحت وقف کی ایک شرط تابید بھی ہے:

(سوال ۶۴) حامداً ومصلیاً۔ کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ حاجی عبدالمجید نے اپنی زمین ذریعہ تحریر دستاویز رجسٹری (جس کی نقل ذیل میں درج ہے) ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء کو ایک مدرسہ کو دیا۔ اس وقت زمین مذکور پر حاجی عبدالمجید کا قبضہ ہے۔ دریں حالت تحریر دستاویز مذکور کو وقف نامہ سمجھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر یہ تحریر وقف نامہ نہیں ہے تو زمین مذکور کی کیا حیثیت ہوگی؟ (عبدالمجید شاہ گنج ضلع جون پور) نقل دستاویز رجسٹری ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء۔

شیخ عبدالمجید ولد حاجی حافظ شیخ محمد مرحوم ساکن قصبہ شاہ گنج پرگنہ اونگلی۔ ڈاک خانہ۔ شاہ گنج ضلع جون پور۔

چوں مقر قطعہ احاطہ موقوعہ کوڑیا شاہ گنج پرگنہ اونگلی کے مستقل مالک ہیں جس پر مقر بہ نفاذ جمیع حقوق مالکانہ قابض ودخیل ہیں اور علاوہ مقر کے کوئی دوسرا شریک سہیم جائداد مفصلہ میں نہیں ہے اور مقر ہر طور اس کے فصل کرنے کے مجاز ہیں۔ قصبہ شاہ گنج میں ایک مدرسہ موسومہ بدر الاسلام واسطے تعلیم دینی وغیرہ قائم وجاری ہے۔ جس کے لئے عمارت ودرس گاہ کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا مقر کی دلی خواہش ہوئی کہ بنظر ثواب عقبیٰ مقر جائداد مفصلہ ذیل کو اغراض مدرسہ کے لئے دے دیویں۔ لہذا مقر بحالت صحت ذات ودنیات عقل بدرستی وحواس بلا جبر واکراہ رضائے رغبت اپنے بلا تحریک وترغیب دیگرے ذریعہ تحریر تملیک نامہ شرائط ذیل کے پابند ہوتے ہیں اور حسب ذیل اقرار کرتے ہیں۔

(۱) أنه اذا ادرک الامام فی القرأة فی الرکعة التی یجهر فیها لا یاتی بالثناء کذافی الخلاصة فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۹۰ الفصل السادس فیما یتابع الامام وفیما لا یتابعه

(الف) مقر زمین احاطہ مفصلہ ذیل مالیتی ایک سو روپیہ کو مدرسہ اسلامیہ موسومہ بدر الاسلام کو دوام کے لئے دے دیا ہے۔ کارکنان ومنتظمین مدرسہ کو اختیار ہے کہ احاطہ مصرحہ ذیل میں درس گاہ خواہ عمارت تعمیر کریں اور دار الاقامہ تیار کراویں یا مدرسہ کے واسطے بطریق مناسب استعمال کریں۔

(ب) تاقیام مدرسہ مذکور کو مصرحہ ذیل ملکیت مدرسہ کی رہے گی۔ اگر خدانخواستہ کسی وقت مدرسہ قائم نہ رہے تو اس حالت میں جائداد مذکور مصرحہ ذیل مقر خواہ ورثائے مقر کی طرف عود کر جائے گی۔ اگر مقر زندہ رہے تو مقر کو، ورنہ ورثائے مقر کو حق مقابضت ہوجائے گا۔

(ج) تاقیام مدرسہ مقر خواہ ورثائے مقر کو احاطہ مذکور کو واپس لینے یا قبضہ کرنے کا استحقاق نہیں ہوگا۔

(د) لہذا مقر نے تملیک نامہ ہذا لکھ دیا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے (المرقوم ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء)

(الجواب) یہ وقف صحیح نہیں ہوا۔ اس لئے کہ صحت وقف کی ایک شرط تابید اور بقاء بھی ہے۔ یعنی اس کی آخری جہت قربت ایسی ہو کہ منقطع نہ ہو اور مسلمان اس سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہیں۔ اس کے برخلاف وقف نامہ میں تصریح ہے کہ مدرسہ قائم نہ رہے تو جائداد موقوفہ واقف یا ورثائے واقف کی طرف عود کر جائے گی۔ لہذا انقطاع لازم آیا اور وقف تام نہیں ہوا۔ ولا یتم الوقف عند ابی حنیفة ومحمد حتیٰ یجعل اخره بجهة لا تنقطع ابداً الخ (هدایه ص ۶۱۹ کتاب الوقف)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے۔ لیکن شرط صحت وقف آنست کہ آخر جہت قربت غیر منقطعہ نہ باشد (ص ۵۲۵ ج ۲) غالباً اسی وجہ سے مذکور زمین آج تک (۳۶ سال ہوتے ہیں) مالک کے تصرف میں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض قراءت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے؟:

(سوال ۶۵) نماز میں فرض قراءت کی کم از کم مقدار کیا ہے کہ جس کے پڑھنے سے قراءت کا فرض ساقط ہوجاتا ہے بینوا توجروا۔

(الجواب) مجالس الابرار میں ہے کہ کم از کم قراءت کہ جس سے فرض ساقط ہوجائے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک آیت ہے۔ اگرچہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہو جیسے الحمد للہ رب العلمین یا چھوٹے دو کلموں سے مرکب ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ثم نظر یا کئی کلمات سے مرکب ہو فقتل کیف قدر۔ لیکن اسی پر اکتفا کرنے والا واجب کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خاص سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور اس کے ساتھ کسی سورت کا ملانا یا تین آیتوں کا ملانا بھی واجب ہے اگر قصداً پوری سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو فرض قراءت ہوجانے کی وجہ سے نماز کی فرضیت ذمہ سے ساقط ہوجائے گی مگر ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ اسی طرح سورت نہیں ملائی تو ترک واجب لازم آیا لہذا نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ اگر بھول سے یہ واجب ترک ہوا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہوجائے گی۔ اگر آیت ایک ہی کلمہ کی ہو جیسے مدهآمتن یا ایک ہی حرف کی ہو جیسے۔ صٓ۔ قٓ اور نٓ تو اس میں اختلاف ہے کہ فرض ساقط ہوا کہ

نہیں اصح یہ ہے کہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض ساقط نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی بڑی آیت جیسے آیت الکرسی یا آیت مداینت ،نصف ایک رکعت میں اور نصف دوسری رکعت میں پڑھی تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک جائز نہیں کہ پوری آیت نہیں پڑھی گئی۔ مگر عام فقہاء رحمہم اللہ جائز کہتے ہیں اس واسطے کہ ان آیتوں (آیۃ الکرسی، آیۃ مداینت) کا نصف چھوٹی تین آیتوں سے زیادہ یا برابر ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک کم سے کم قراءت جس سے فرض ساقط ہو جائے ۔چھوٹی تین آیتیں ہیں یا ایک بڑی آیت ہو جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو تب بھی فرض ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ قرآن معجز ہے اور کم از کم جس میں اعجاز واقع ہو ایک سورت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اس جیسی کوئی سورت لاؤ'' اور سورتوں میں سب سے چھوٹی سورت، سورۂ کوثر ہے اور وہ تین آیات ہیں۔ وادنی ما یجزی منها عند ابی حنیفة آیة ان کانت من الفاتحةاو کانت قصیرةً مر کبةً من کلمتین کقوله تعالیٰ ثم نظر اومن کلمات کقوله تعالیٰ فقتل کیف قدر، والمکتفیٰ بها مسیئی لا قراء ة الفاتحة وضمّ سورة او ثلث ایات الیها واجب وفی الا کتفاء بها ترک الواجب واما لو کانت کلمةً واحدةًکمد ها متن او حرفاً واحداً ک صٓ و قٓ ونٓ فقدا ختلف فیه والاصح انه لا یجوز عنده' ولو قرأ نصف اية طویلة کآیة الکرسی واية المداینة فی رکعة ونصفها فی رکعة اخریٰ اختلفوا فیه قال بعضهم لا تجوز لانه لم یقراء اية تامة فی کل رکعة وقال عامتهم تجوز لا ن بعض هذه الا یات یزید علی ثلث ایات قصار او تعد لها فلا تکون ادنیٰ من اية ، وعندهما ادنی ما یجزی منها ثلث ایات قصار او ایت طویلة تقوم مقامها لان القرآن معجز و ادنیٰ ما یقع الاعجاز سورة لقول تعالیٰ فاتو بسورة من مثله واقل السور قسورة کوثر وهي ثلث ایات (مجالس الا برار ص ۳۰۸ ،ص ۳۰۹ مجلس نمبر ۵۲)فقط والله اعلم بالصواب

فاذا هم بالساهره کی جگہ بالساحرة پڑھ دیا!

(سوال ٦٦) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ امام صاحب نے سورۂ والنازعات کے اندر فاذا ھم بالساھرۃ کی ہاء ہوز کو حاء حطی قصداً پڑھا۔ یعنی امام صاحب کو یاد ہی حاء حطی ہے۔ تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) لفظ بالساھرۃ کی جگہ بالساحرۃ پڑھا گیا ہے جس سے معنی میں تغیر فاحش لازم آتا ہے اور لفظ بالساحرۃ قرآن میں کسی جگہ موجود بھی نہیں ہے اور قصداً پڑھا گیا ہے، اور پڑھنے والا اہل علم میں سے ہے۔ لہٰذا نماز نہ ہوگی۔ اعادہ ضروری ہے وفی الخانية والخلا صة الا صل فیها اذا ذکر حرفاً مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلا مشقة تفسدو الا یمکن لابمشقة کا لظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء مع التاء قال اکثر هم لا تفسد.وفی خزانة الا کمل قال قاضی ابو عاصم ان تعمد ذالک تفسد وان جری علی لسانه اولا یعرف التمیز لا تفسد هو المختار حلیة وفی البزازیة وهو اعدل الا قاویل وهو المختار(شامی ج ۱ ص ۵۹۲ باب ما یفسد الصلاة وما

یکره فیما)فقط والله اعلم بالصواب.

مزید وضاحت کے لئے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے دو فتوی ملاحظہ ہوں۔

(۱) قاف کو کاف سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہوگئی:

(سوال ٦٧) سورۂ والطارق میں امام نے لقول فصل میں ق، ک پڑھ دیا، اور یہ شخص صحیح پڑھنے پر قادر ہے تو نماز فاسد ہوئی اور اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی صورت میں اس نماز کا اعادہ ضروری ہے کیونکہ باوجود قدرت کے ایسی غلطی سے نماز نہیں ہوتی۔ فقط (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ج ۴ ص ۷۶)

(۲) دھاقا کی جگہ دحاقا پڑھ دے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ٦٨) نماز میں اگر کسی نے اپنے غلط خیال کے بھروسہ پر بجائے دھاقا، دحاقا پڑھ دیا تو نماز ہو جائے گی یا واجب الاعادہ ہوگی؟

(الجواب) دھاقا کی جگہ دحاقا حائے حطی سے پڑھنا بظاہر حسب قواعد مفسد صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ معنی بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا نماز نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ج ۴ ص ۷۹)

غلط پڑھنے کے بعد صحیح کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ٦٩) اگر نماز میں تین آیتیں پڑھنے کے بعد فحش غلطی کی لیکن پھر اس کو صحیح کر لیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قراءت میں ایسی غلطی ہوئی جس سے فساد صلوٰۃ لازم آتا ہے لیکن پھر اس کی تصحیح کر لی تو نماز صحیح ہوگئی۔ اگر غلطی کی اصلاح نہیں کی تو نماز نہیں ہوئی اعادہ ضروری ہے۔ ذکر فی الفوائد قرء فی الصلاة بخطاء فاحش ثم رجع وقرء صحیحا قال عندی صلاته' جائزة و کذلک الا عراب ، فتاویٰ ج ۱ ص ۸۲ الفصل الخامس فی زلة القاری. فقط والله اعلم بالصواب

قراءت میں چند آیات چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے:

(سوال ٧٠) یہاں امام صاحب نے صبح کی نماز میں سورۂ منافقون شروع کی اور بیچ میں واذا رأیتهم تعجبک الآیة چھوڑ دیا اور اس کے بعد لن یغفر الله . الآیة چھوڑ دی تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں نماز ہوگئی۔ سجدۂ واجب نہیں ہوا۔[1] فقط والله اعلم.

(۱) وذکر اية مکان آية ان وقف وقفا تا ماثم ابتداء باية اخری أو ببعض آية لا تفسد کما لو قرأ والعصر ان الانسان ثم قال ان الا برار لفی نعیم الخ فتاوی عالمگیری ص ۸۰ زلة القاری.

سورۂ غاشیہ میں ’’الا من تولی وکفر پر وقف کرے یا وصل؟:

(سوال ۷۱) ہمارے یہاں امام صاحب سورۂ غاشیہ میں "الا من تولی و کفر" پر وقف نہیں کرتے ہمیشہ وصل کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وصل نہ کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وقف کرے یا وصل کر کے پڑھے دونوں صحیح ہیں۔ وصل نہ کرنے کی صورت میں فساد صلوٰۃ کا فتوی صحیح نہیں ہے۔[1] فقط اللہ اعلم بالصواب.

احد عشر کی جگہ عشر پڑھا:

(سوال ۷۲) امام صاحب نے سورۂ یوسف کے پہلے رکوع میں احد عشر کی جگہ ’’عشر‘‘ پڑھا ’’احد‘‘ چھوٹ گیا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز فاسد تو نہ ہوگی مگر احوط یہ ہے کہ اعادہ کرلیا جاوے۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب

قراءت میں تعلمون کی جگہ تعملون پڑھا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۷۳) ہمارے امام صاحب نے نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ میں’’ تعلمون ‘‘ کی جگہ’’ تعملون ‘‘ پڑھا تو نماز صحیح ہے یا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب.

قراءت میں فحش غلطی کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے:

(سوال ۷۴) سورۂ یوسف میں ان کانت قمیصہ ' قد من قبل فکذبت وھو من الصادقین میں قبل کی جگہ دبر پڑھا یا فکذبت کی جگہ فصدقت اور الصادقین کی جگہ الکاذبین پڑھا تو نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس قسم کی غلطی سے نماز فاسد ہوجائے گی، والصحیح ھو الفساد لانہ اخبر، بخلاف ما اخبر اللہ تعالیٰ (قاضی خاں ج ا ص ۷۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ واجب ہے اور اس واجب قراءت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے.

(سوال ۷۵) سورۂ فاتحہ کے بعد ایک آیت کی تلاوت سے اگر وہ بڑی ہو تو وجوب ادا ہوجائے گا یا نہیں؟ اگر وہ آیت بڑی ہو اور اس کی آدھی آیت پڑھے تو نماز صحیح ہوگی؟ وجوب ادا ہوجائے اس کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سورۂ فاتحہ کے بعد ایک چھوٹی سورہ مثل سورۂ کوثر کے یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں جیسے

---

(۱) اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتدأ فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ تغیراً فاحشاً ان یقرء ان الذین امنوا وعملوا الصالحات ووقف ثم ابتداء بقولہ اولئک ھم خیر البریۃ لا تفسد بالاجماع بین علمائہ ھکذا فی المحیط وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل الخ فتاوی عالمگیری .زلۃ القاری.

(۲) قولہ أو نقص کلمۃ کذا فی بعض النسخ ولم یمثل لہ' الشارح قال فی شرح المنیۃ وان ترک کلمۃ من آیۃ فان لم یغیر المعنی مثل وجزآء سیئۃ مثلھا بترک السیئۃ الثانیۃ لا تفسد وان غیرت مثل فما لھم یؤمنون بترک لا فانہ یفسد الخ شامی ج ا ص ۵۹۱ زلۃ القاری

ثم نظر O ثم عبس وبسر O ثم ادبر واستکبر O یا ایک بڑی آیت یا ایسی دو آیتیں پڑھنا جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہوں، واجب ہے۔ بڑی آیت کا جز جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے تب بھی وجوب ادا ہوجائے گا۔

والثانی ضم سورۃ قصیرۃ او ثلاث ایات قصار (مراقی الفلاح) قدر اقصر سورۃ ایۃ طویلۃ تعدل ثلاث ایات قصار (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴)

درمختار میں ہے (وضم) اقصر (سورۃ) کالکوثر اوما قام مقامھا وھم ثلاث ایات قصار نحو ثم نظر ثم عبس و بسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الآیۃ او الآیتان تعدل ثلاثاً قصاراً ذکرہ الحلبی (قولہ' تعدل ثلاثاً قصاراً) ای مثل ثم نظر الخ وھم ثلاثون حرفاً فلو قرأ آیۃ طویلۃ قدر ثلاثین حرفاً یکون قداتی بقدر ثلاث آیات الخ (شامی ج ا ص ۴۲۷ صفۃ الصلاۃ) دوسری جگہ ہے۔

ولو قرأ ایۃ طویلۃ فی الرکعتین فالا صح الصحۃ اتفاقاً لا نہ' یزید علی ثلاث ایات قصار قالہ' الحلبی (درمختار) وفی الشامی وفی التاتار خانیۃ والمعراج وغیرھما قرأ ایۃ طویلۃ کایۃ الکرسی او المداینۃ البعض فی رکعۃ والبعض فی رکعۃ اختلفوا فیہ علی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ قیل لا یجوز لانہ ماقرأ ایۃ تامۃ فی کل رکعۃ وعامتھم علی انہ یجوز لان بعض ھذہ الآیات یزید علی ثلاث قصار او یعدلھا فلا تکون قرائتہ اقل من ثلاث آیات اہ لکن التعدیل الاخیر ربما یفید اعتبار العدد فی الکلمات او الحروف ویفیدہ' قولھم لو قراء آیۃ تعدل اقصر سورۃ جاز وفی بعض العبارات تعدل ثلاثاً قصاراً ای کقولہ ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وقدرھا من حیث الکلمات عشر ومن حیث الحروف ثلاثون فلو قرأ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تأخذہ سنۃ ونوم یبلغ مقدار ھذہ الایات الثلاث فعلیٰ ما قلنا لو اقتصر علی ھذا المقدار فی کل رکعۃ کفی عن الواجب ولم ارمن تعرض لشئی من ذلک فلیتا مل (درمختار والشامی ج ا ص ۵۰۲ فصل فی القرأۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

امام کی قراءت میں کوئی حرف سنائی نہ دے تو کیا نماز میں نقص پیدا ہوگا؟:

(سوال ۷۶) امام صاحب سورۂ فلق اور ناس پڑھتے ہیں تو قل اعوذ کی ’’ذال‘‘ مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتی اس پر امام کو متنبہ کیا گیا تو وہ کہتے ہیں کہ میں صحیح پڑھتا ہوں تو اس سے نماز میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہے؟

(الجواب) امام صاحب ’’ذال‘‘ ادا کرتے ہوں مگر مقتدیوں کو سنائی نہ دے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ البتہ حذف ہوجانے میں لحن جلی لازم آئے گا اس لئے ظاہر کر کے پڑھنے کی سعی لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۹ شوال ۱۴۰۱ھ۔

فرض نماز میں ایک سانس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی عادت بنالینا:

(سوال ٧٧) ایک طویل مدت سے میں امام ہوں، اور میری عادت یہ ہے کہ میں فرض نمازوں میں پوری سورۂ فاتحہ ایک سانس میں پڑھتا ہوں، اس پر بعض حضرات کو اعتراض ہے اور وہ اسے اچھا نہیں سمجھتے کیا میری یہ عادت قابل اعتراض اور واجب الترک ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداومصلیاومسلما۔ فرض نمازوں میں امام کا ایک سانس میں الحمد شریف پڑھنا کوئی کمال اور خوبی کی بات نہیں ہے، اور اس کی عادت کر لینا ناپسندیدہ ہے اور کراہت تنزیہی سے خالی نہیں، لہٰذا جو حضرات اعتراض کرتے ہیں اور اچھا نہیں سمجھتے وہ بجا ہے ترتیلا اور معانی میں تدبر کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

"بندہ جب نماز میں الحمد للہ رب العالمین پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے حمدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف کی) پھر الرحمن الرحیم پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے اثنی علی عبدی (میرے بندے نے میری ثنا کی) پھر جب مالک یوم الدین پڑھتا ہے تو باری تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے مجدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف میری بزرگی بیان کی، پھر ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ھذا بینی وبین عبدی (یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو وہ طلب کرے) پھر پڑھتا ہے اھدنا الصراط المستقیم الخ تو فرماتے) ہیں کہ یہ بندہ کی خاص حاجتیں ہیں اور میں اپنے بندہ کو جو کچھ مانگتا ہے دوں گا۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے ملاحظہ ہو۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ..... انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ماسئال فاذا قال الحمد للہ رب العالمین قال اللہ تعالیٰ حمد نی عبدی واذا قال الرحمن الرحیم قال اللہ تعالیٰ اثنی علی عبدی واذا قال مالک یوم الدین قال مجدنی عبدی واذا قال ایاک نعبدو ایاک نستعین قال ھذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سأل فاذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال ھذا لعبدی ولعبدی ماسال رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ٧٨، ص ٧٩ باب القرأۃ فی الصلوۃ)

نیز ترمذی شریف میں حدیث ہے عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقطع قرأتہ یقرء الحمد للہ رب العالمین ثم یقف الرحمن الرحیم ثم یقف وکان یقرء ھا ملک یوم الدین ھذا حدیث غریب وبہ یقرء ابو عبیدۃ ویختارہ (ترمذی شریف ص ١١٦ ج ٢، ابواب القراءۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ایک استفتاء آیا کہ ایک صاحب امام ہیں وہ ایاک نستعین پر وقف نہیں کرتے بلکہ اس کے نون کو اہدنا

کی ہا، سے ملاکر (نھدنا الصراط المستقیم) پڑھتے ہیں، نوبت یہاں تک پہنچی کہ فوجداری ہوگئی۔" میں نے لکھا کہ اس طرح پڑھنا جائز تو ہے مگر جب کہ سب سمجھدار ہوں ورنہ ایسے امام کو معزول کردو جو (بضد ہوکر) فتنہ برپا کرے اور موقع محل نہ سمجھے یہ کم حوصلہ لوگوں کی باتیں ہیں، اپنی علمی لیاقت جتلانے کے لئے نئے نئے کام کرتے ہیں، یہاں سے ایک طالب علم پڑھ کر لوہاری میں گئے وہ بھی احد اللہ الصمد پڑھتے تھے، لوگوں نے نکال باہر کیا (کلمۃ الحق ص ١٦٨ قسط ہشتم)

الحاصل فرض نماز میں ایک سانس میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی عادت قابل ترک ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ١١ جمادی الاخری ١٤١٠ھ۔

نماز میں قراءت کی مقدار مسنون:

(سوال ٧٨) امام کو فرض نماز میں کتنی مقدار میں قرأت پڑھنا چاہئے؟ اس کے لئے مسنون طریقہ کیا ہے؟ ہمارے امام صاحب ہر نماز میں (مغرب ہو یا عشاء یا فجر) بالکل ہی مختصر قرأت اور جلدی جلدی پڑھتے ہیں مثلاً سورۂ نصر، سورۂ تکاثر، سورۂ فیل، سورۂ کوثر، سورۂ والناس، رکوع سجدہ بھی نہایت عجلت کے ساتھ کرتے ہیں، اگر ان کو کچھ کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ مختصر نماز پڑھاؤ، آپ اس مسئلہ پر مفصل دلائل کے ساتھ روشنی ڈال کر رہنمائی فرمائیں، نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ طوال مفصل اوساط مفصل، قصار مفصل کا کوئی حدیث سے ثبوت ہے اگر ثبوت ہو تو وہ بھی ضرور تحریر کریں بینوا توجروا۔

(الجواب) بے شک حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو مختصر اور ہلکی نماز پڑھائے کہ جماعت میں بیمار ضعیف اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہوتے ہیں عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیھم السقیم والضعیف والکبیر واذا صلی احدکم لنفسہ فلیطول ماشاء متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ١٠١ باب الامامۃ) ایک اور روایت میں ہے فایاکم ماصلی بالناس فلیتجوز فان فیھم الضعیف والکبیر و ذا الحاجۃ متفق علیہ یعنی تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر نماز پڑھائے کہ نمازیوں میں ضعیف بڑی عمر والے اور ضرورت مند لوگ (بھی) ہوتے ہیں (مشکوٰۃ شریف ص ١٠١ ایضاً)

لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ قرأت کی جو مسنون مقدار ہے عام حالات میں (یعنی امن کی حالت میں ہو کوئی ہنگامی صورت نہ ہو) اس مقدار مسنونہ سے بھی کم کردی جائے یا رکوع یا سجود کا جو مسنون طریقہ ہے اور تعدیل ارکان جس کی احادیث میں بہت ہی تاکید آئی ہیں اسے چھوڑ دیا جائے، حدیث میں ہے عن جابر رضی اللہ عنہ قال کان معاذ بن جبل یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی فیؤم قومہ فصلی لیلۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم العشاء ثم اتی قومہ فامھم فافتتح بسورۃ البقرۃ فانحرف رجل فسلم ثم صلی وحدہ وان صرف فقالوا لہ انا فقت یا فلان قال لا واللہ لا تین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انا اصحاب نواضح نعمل بالنھار وان معاذ صلی معک العشاء ثم اتی قومہ فافتتح

بسورة البقرة فاقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم على معاذ فقال يا معاذ افتان انت اقرأ والشمس وضحها والليل اذا يغشى وسبح اسم ربك الاعلىٰ متفق عليه (مشكوة شريف ص ۷۹ باب القراءة في الصلوة)

حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت معاذؓ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں امامت کی اور سورۂ بقرہ پڑھنا شروع کی تو ایک شخص جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور تنہا نماز پڑھ کر چلے گئے، صحابہؓ نے ان سے کہا کہ کیا تم منافق تو نہیں ہو گئے؟ انہوں نے کہا واللہ میں منافق نہیں ہوا، اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات کہوں گا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہم اونٹ والے ہیں (باغات اور کھیتوں کو سیراب کے لئے) پانی کھینچتے ہیں اور دن بھر محنت کرتے ہیں، حضرت معاذؓ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو والشمس وضحها اور والضحى اور والليل اور سبح اسم ربك الاعلىٰ پڑھو۔ (مشکوۃ شریف)

اس حدیث میں غور کیجئے باوجود اس کے کہ حضرت معاذ کے مقتدیوں میں تھکے ماندے لوگ تھے اور حضور اکرم ﷺ سے طویل قرأت پڑھنے کی شکایت کی گئی تھی اس موقع پر آپ نے والشمس وضحہا وغیرہ سورتیں پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور وہ عشاء کی نماز کا واقعہ ہے، لہذا عشاء میں کم از کم اتنی مقدار پڑھنا مسنون ہوگا۔

نیز حدیث میں ہے عن سليمان بن يسار عن ابى هريرة قال ما صليت وراء احداشبه صلوة برسول الله صلى الله عليه وسلم من فلان قال سليمان صليت خلفه فكان يطيل الركعتن الاوليين من الظهر ويخفف الاخريين ويخفف العصر ويقرأ في المغرب بقصار المفصل ويقرأ في العشاء بوسط المفصل ويقرأ في الصبح بطوال المفصل رواه النسائى (مشكوة شريف ص ۸۱،۸۰ باب القرائة في الصلوة) یعنی سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا میں نے فلاں شخص کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز حضور اکرم ﷺ کی نماز کے بہت مشابہ ہے (فلاں سے مراد حضرت علیؓ یا کوئی مدینہ کے حاکم ہیں مظاہر حق ج ا ص ۲۸۶) سلیمان بن یسار فرماتے ہیں میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو لمبی اور آخری دو رکعتوں کو مختصر (چھوٹی پڑھاتے تھے) اور عصر کی نماز مختصر پڑھاتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل اور عشاء میں اوساط مفصل اور فجر میں طوال مفصل پڑھاتے تھے (مشکوۃ شریف ص ۸۰)

فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے۔ حالة الاضطرار في الحضر وهو ضيق الوقت اوالخوف على نفس او مال ان يقرء قدر مالا يفوته الوقت اوالامن هكذا في الزاهدى. الى قوله. وسننها في الحضر ان يقرء في الفجر باربعين او خمسين آية سوى فاتحة الكتاب وفي الظهر ذكر في الجامع الصغير مثل الفجر وذكر في الاصل او دونه وفي العصر والعشاء في الركعتين عشرين آية سوى فاتحة الكتاب وفي المغرب يقرء في كل ركعة سورة قصيرة هكذا في المحيط واستحسنوا في الحضر طوال المفصل في الفجر والظهر واوساطه في العصر والعشاء وقصاره في المغرب كذا في

7 الوقاية، وطوال المفصل من الحجرات الى البروج والاوساط من سورة البروج الى لم يكن والقصار من سورة لم يكن الى الآخر هكذا في المحيط والوقاية ومنية المصلى (عالمگیری ص ۴۸ ج ۱، كتاب الصلوة باب نمبر ۴ فصل في القراءة)

عمدۃ الفقہ میں ہے (جسے مذکورہ عبارت کا خلاصہ کہا جا سکتا ہے (۱) حضر میں یعنی جب کہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو، کسی قسم کا اضطرار نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا، چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ سے سو تک پڑھے، ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل یا اس سے کم پڑھے، عصر اور عشاء کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ اور بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت (یعنی پہلی دو رکعتوں) میں پانچ آیتیں یا کوئی چھوٹی سورت پڑھے اور مستحسن و مستحب یہ ہے کہ حضر میں فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل پڑھے اور وہ سورہ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں ہیں (سورۂ بروج اس میں شامل ہے) عشاء اور عصر میں اوساط مفصل پڑھے اور وہ سورہ والطارق سے لم یکن تک ہے اور مغرب میں قصار مفصل یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے اور وہ اذازلزلت سے آخر قرآن یعنی والناس تک رہیں۔ مفصلات کا پڑھنا الگ سنت ہے اور مقدار معین یعنی آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے جو اوپر مذکور ہوئی پڑھنا الگ ہے، حسب موقع جس پر چاہے عمل کرے لیکن مفصلات کا اختیار کرنا مستحسن ہے (۲) اگر حضر میں اضطرار ہو اور وہ یہ ہے کہ وقت تنگ ہو یا اپنی جان و مال کا خوف ہو تو سنت یہ ہے کہ اس قدر پڑھ لے جس سے وقت اور امن فوت نہ ہو جائے (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۱۱۶)

درمختار میں ہے وفي الضرورة بقدر الحال (و) يسن (في الحضر) لامام ومنفرد ذكره الحلبى والناس عنه غافلون (طوال المفصل) من الحجرات الى اخر البروج (في الفجر و الظهر و) منها الىٰ اخر لم يكن (اوساطه في العصر والعشاء و) باقيه (قصاره في المغرب) اى في كل ركعة سورة مما ذكره الحلبى (درمختار مع شامى ص ۵۰۳ ص ۵۰۴ باب القراءة)

شامی میں ہے لتأييده بالاثر الوارد عن عمر رضى الله عنه انه كتب الى ابى موسى الاشعرى ان اقرأ في الفجر والظهر بطوال المفصل وفي العصر والعشاء باوساط المفصل وفي المغرب بقصار المفصل قال في الكافى وهو كالمروى عن النبى صلى الله عليه وسلم لان المقادير لا تعرف الا سماعاً (شامى ج ۱ ص ۵۰۵ فصل في القراءة في الصلوة)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے۔ اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے مثلاً اگر وقت تنگ ہو کہ قراءت مسنون پڑھنے سے نماز قضاء ہوتی ہے تو اتنی قرأت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو، کذا فی الطحطاوی۔

ویسن : اور مسنون ہے حضر میں یعنی مقام کرنے کی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک ہیں فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لئے مسنون ہونے کو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ان کو خبر نہیں کہ منفرد کے حق میں قرأۃ مسنون امام کے مثل ہے۔ الی قولہ۔ اور سورۂ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشاء میں پڑھنا مسنون ہے، اور باقی مفصل صورتیں یعنی لم یکن سے

آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے اس طرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۲۵۱ فصل فی القراءۃ باب صفۃ الصلوٰۃ)

قوم کی سستی کی وجہ سے قرأت کی مقدار مسنونہ سے کم کرے یا نہ کرے اس کے متعلق علامہ شامیؒ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے، درمختار میں ہے وفی الشرنبلالیۃ ظاھر حدیث معاذ انہ لا یزید علی صلوۃ اضعفھم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ وصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی .(درمختار)

شامی میں ہے (قولہ وفی الشرنبلالیۃ) مقابل لقولہ زائداً علی قدر السنۃ وحاصلہ انہ یقرأ بقدر حال القوم مطلقاً ای دون القدر المسنون وفیہ نظر اما او لا فلانہ مخالف للمنقول عن السراج والمضمرات کما مر و اما ثانیاً فلان القدر المسنون لا یزید علی صلوۃ اضعفھم لانہ کان یفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم مع علمہ بانہ یقتدی بہ الضعیف والسقیم ولایترکہ الا وقت الضرورۃ واماثا لثا فلان قراءۃ معاذ لما شکاہ قومہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال افتان انت یامعاذ انما کانت زائدۃ علی القدر المسنون قال الکمال فی الفتح وقد بحثنا ان التطویل ھو الزیادۃ علی القراءۃ المسنونۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عنہ ــــ الی قولہ ..... فقد ظھر من کلامہ . انہ لا ینقص عن المسنون الا بضرورۃ کقرأتہ بالمعوذتین لبکاء الصبی وظھر من حدیث معاذانہ لا ینقص عن المسنون لضعف الجماعۃ لانہ لم یعین لہ دون المسنون فی صلوۃ العشاء بل نھاہ عن الزیادۃ علیہ مع تحقق العذر فی قومہ فما استظھرہ الشر نبلالی من الحدیث وحمل علیہ کلام الکمال غیر ظاھر (شامی ج ۱ ص ۵۲۸ باب الامامۃ)

غایۃ الاوطار میں ہے (اس میں علامہ شامی کی مذکورہ تحقیق کا خلاصہ ہے) "وفی الشرنبلالیۃ" اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قرأت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قرائت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی جہت سے مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذؓ نے سورۂ بقرہ عشاء کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت معاذ کی شکایت کی تو آپ نے ان کو فرمایا کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو، جب امامت کرو تو والشمس وضحھا وسبح اسم اور اقراء اور واللیل پڑھا کرو، شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زیادہ نہ کرے گو قدر مسنون سے کم ہو جائے یہ بات اس سے نہیں نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورہ شمس اور واللیل وغیرہ پڑھا کرے جو عشاء میں مسنون ہیں باوجود یہ کہ حضرت معاذ کی قوم کا عذر ثابت تھا اور یہی مطلب علامہ کمال الدین (صاحب فتح القدیر) کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نہ کریں مگر ضرورت کی وجہ سے یہ نہیں کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے

جیسا شرنبلالی نے سمجھا ہے وصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی اور صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں معوذتین پڑھیں جب کہ ایک بچہ کا رونا سنا نماز فجر میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آنحضرت ﷺ نے ایک بار معوذتین پڑھیں سلام کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ میں نے ایک بچہ کا رونا سنا تو ڈرا کہ کہیں اس کی ماں نہ گھبراوے، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان ہے (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۲۶۲ ص ۲۶۳ ج ۱، باب الامامۃ)

لہذا صورت مسئولہ میں عام حالات میں امام صاحب کو قرأت کی مقدار مسنونہ کا خیال رکھنا چاہئے ہر نماز میں اتنی چھوٹی سورتیں پڑھنا جو سوال میں مذکور ہیں خلاف سنت ہوگا اور کاہلی ہوگی اور حدیث کا غلط سہارا لینا ہوگا اور فی الجملہ منافقین کی خصلت کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی، قرآن میں ہے واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراء ون الناس ولایذکرون اللہ الا قلیلاً

ترجمہ:۔ اور جب منافقین نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر (قرآن مجید پارہ نمبر ۵ آخری رکوع ترجمہ حضرت تھانویؒ) البتہ مغرب میں یہ سورتیں پڑھنا سنت کے مطابق ہوگا یا کوئی خاص ضرورت کے وقت (جیسے کہ وقت تنگ ہو یا کوئی خوف کی حالت ہو جیسے محلہ میں آگ لگ گئی ہو وغیرہ) حالت کے مطابق قرأت پڑھے تو یہ صورت مستثنیٰ ہے جیسا کہ عالمگیری وغیرہ کی عبارت سے واضح ہے۔

اسی طرح رکوع اور سجدہ قومہ اور جلسہ بھی اطمینان کے ساتھ سنت طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے احادیث میں اس کی بہت ہی تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلاً دخل المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی ناحیۃ المسجد فصلی ثم جاء فسلم ــــ الخ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک طرف مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آئے، اور انہوں نے نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آئے اور سلام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل وعلیک السلام واپس جاؤ، نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تیسری یا چوتھی مرتبہ میں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے، فرمایا جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ، پھر اللہ اکبر کہو پھر قرآن جو تمہیں یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر جھکو اور اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کرو پھر پوری نماز میں اسی طرح اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ہر ایک رکن ادا کرو (مشکوٰۃ شریف ص ۷ باب صفۃ الصلوٰۃ) (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۹ ص ۱۴۰ ج ۵)

نیز ایک اور حدیث میں ہے عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اسوء الناس سرقۃً الذی یسرق من صلوتہ قالوا یا رسول اللہ وکیف یسرق من صلوتہ قال لا یتم رکوعھا ولا سجود ھا رواہ احمد یعنی حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں کس طرح چراتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا (مشکوۃ شریف ص ۸۳ باب السجود وفضلہ)

اس کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم ص ۱۴۱ تا ص ۱۴۲ اردو میں شائع ہوا ہے وہ ضرور ملاحظہ فرمایا جائے۔ (جدید ترتیب کے مطابق صفۃ الصلاۃ میں قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرنے کے عنوان کے تحت دیکھیں ص ۱۳۹ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جہری نماز میں امام کا کس قدر زور سے پڑھنا ضروری ہے؟:

(سوال ۷۹) ہمارے امام صاحب بہت پست آواز سے قرأت کرتے ہیں پہلی صف والے بھی بہت غور سے سنیں تب بھی ان کو سنائی نہیں دیتا تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام بلند آواز خوش الحان تجوید کے مطابق صحیح صحیح قرأت کرنے والا ہونا چاہئے جو اس قدر بلند آواز سے پڑھے کہ تمام مصلی یا جماعت کا اکثر حصہ ان کی آواز سن سکے اور اگر امام صاحب کی آواز اتنی پست ہو کہ تمام یا اکثر مصلی ان کی آواز نہ سن سکیں تو کم از کم اگر پہلی صف کے آس پاس کے مصلی ان کی آواز سن سکتے ہوں تو نماز ہوجائے گی مگر ایسے پست آواز والے کو امام بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔

درمختار میں ہے وادنی (الجھر اسماع غیرہ و) ادنی (المخافتۃ اسماع نفسہ) ومن یقربہ فلو سمع رجل اور جلان فلیس بجھر والجھر ان یسمع الکل خلاصۃ (درمختار مع شامی ص ۴۹۸ ج اول فصل فی القراءۃ)

غایۃ الاوطار میں ہے وادنی الجھر اسماع غیرہ وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ومن یقربہ اور ادنی درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اس کے قریب نہ ہو کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو، خلاصہ پھر اگر ایک یا دو آدمیوں نے قرأت کو سنا تو جہر نہ ہوگا، جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصہ) قہستانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سب کو آواز نہ پہنچے تو چاہئے کہ جہر نہ ہو، شامی نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہنچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گردو پیش کے سب آدمی لئے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو۔ (غایۃ الاوطار ص ۲۴۹ ج اول) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سری قراءت کا درجہ:

(سوال ۸۰) سری نماز میں قرأت کس طرح پڑھنا چاہئے، تصحیح حروف کافی ہے یا کسی قدر آواز ہونا ضروری ہے؟ بینو

توجروا۔

(الجواب) احوط قول یہ ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اپنی آواز خود سن سکے، یہ ہندوانی کا قول ہے، بہت سے محققین نے اسے اختیار کیا ہے اور شامی میں اسی کو واضح کہا ہے، دوسرا قول امام کرخی کا ہے کہ صرف تصحیح حروف کافی ہے، اگر اس کے مطابق بھی عمل کرلیا جائے تو نماز ہوجائے گی، پہلے قول پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، احتیاط اسی میں ہے۔[1] امداد الفتاویٰ میں ہے۔

درجۂ ادنیٰ قراءت سریہ:

(سوال ۸۱) نماز میں قرأت کو قاری نہ سنے تو نماز نہیں ہوتی بہشتی زیور میں لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے اکثر نمازی اپنے پڑھنے کو بوجہ شوروغل کے نہیں سن سکتا یا بہرا ہے کیونکہ ہر چیز کے دو درجہ ہیں ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ مثلاً جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی قرأت کو دور کے لوگ بھی سن لیں اور ادنیٰ یہ کہ قریب جو کھڑا ہے وہ سن سکے اور سری قراءۃ کا اعلیٰ درجہ ہے یہ ہے کہ قاری کی قرأت قاری ہی سنے اور دوسرا نہ سنے اگرچہ برابر کھڑا ہو، اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی زبان اور حلق کو حرکت ہو اور قاری خود نہ سنے مگر قلبی دھیان رہے کہ میں پڑھ رہا ہوں، چونکہ حنفیہ کرام کے یہاں جن نمازوں میں جہر نہیں ہے بہت آہستہ پڑھنا اولیٰ ہے وہ کون سا درجہ ہے ادنیٰ یا اعلیٰ اور اس طرح سے نمازی کے حلق اور زبان کو حرکت ہو اور کان نہ سنے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

(الجواب) فی الدر المختار فصل القرائۃ وادنیٰ الجھر اسماع غیرہ وادنی المخافۃ سماع نفسہ اور ردالمحتار میں اس قول کو ہندوانی کی طرف منسوب کرکے اصح وارجح کہا ہے اور چونکہ اس میں احتیاط تھی لہذا بہشتی زیور کے مؤلف نے اسی کو اختیار کیا، اور ایک قول کرخی کا ہے صرف تصحیح حروف کافی ہے گو خود بھی نہ سنے اور بعض نے اس کی بھی تصحیح کی ہے، کذا فی ردالمحتار پس احوط تو ہندوانی کا قول ہے باقی نماز کرخی کے قول پر عمل کرنے والے کی بھی ہوجاوے گی فقط واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۵ جدید مطبوعہ دیوبند)

مندرجہ بالا جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کی صحت کے لئے کم از کم تصحیح حروف ضروری ہے اس سے کم درجہ کی محض تصوری قرأت یعنی سورۂ فاتحہ وغیرہ کا صرف تصور کرلے اور دل میں پڑھ لے زبان اور ہونٹوں کو بالکل حرکت نہ ہو اس سے نماز صحیح نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) قولہ وادنی الجھر اسماع غیرہ الخ اعلم انھم اختلفوا فی حد وجود القرأۃ علی ثلاثۃ اقوال فشرط الھندوانی والفضلی لوجودھا خروج صوت لیصل الی اذنہ وبہ قال الشافعی وشرط بشر المریسی واحمد خروج الصوت من الفم وان لم یصل الی اذنہ لکن یشترط کونہ مسموعاً فی الجملۃ حتی لو ادنی صماخہ الی فیہ یسمع ولم یشترط الکرخی وابو بکر البلخی السماع واکتفیا بتصحیح الحروف واختار شیخ الاسلام وقاضی خان وصاحب المحیط والحلوانی قول الھندوانی وکذا فی معراج الدرایۃ ونقل فی المجتبیٰ عن الھندوانی لایجزیہ مالم تسمع اذناہ ومن یقربہ وذکر ان کلا من قولی الھندوانی والکرخی مصححان وان ماقالہ الھندوانی اصح وارجح لاعتماد اکثر علمائنا علیہ شامی فصل فی القراۃ ج ۱ ص ۵۳۴

افضل یہ ہے کہ امام سورۂ فاتحہ ترتیلاً پڑھے:

(سوال ۸۲) تفسیر ہدایت القرآن تالیف حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری پارہ نمبر۱۴ سورۂ الحجر کی آیت نمبر۸۷ سبعاً من المثانی کے بابت فرمایا حضور ﷺ سورۂ فاتحہ کو سات وقفوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، اس سے متعلق ترمذی شریف کی حدیث ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آیتیں الگ الگ پڑھ کر لوگوں کو بتلائیں کہ اس طرح حضور ﷺ ہر آیت کو الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی امام اس طرح الگ الگ کر کے نہ پڑھے بلکہ پوری سورت دو تین وقفوں سے پڑھ لے تو کس درجہ کی غلطی ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) افضل یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ ترتیلاً پڑھی جائے، امام، عوام اور تخفیف کا لحاظ کرتے ہوئے کبھی کبھی دو تین سانس میں پڑھے تو مضائقہ نہیں لیکن اس کی عادت نہ بنائے، [1] حدیث میں ہے من ام قوماً فلیخفف الخ مشکوۃ ص ۱۰۱ باب الامامۃ. تراویح میں بھی سورۂ فاتحہ اسی طرح پڑھے لیکن تراویح میں تخفیف اور عوام کا لحاظ کرتے ہوئے سورۂ فاتحہ کو دو تین سانس میں پڑھنے کی اجازت ہوگی بشرطیکہ صاف صاف پڑھے کہ مقتدی سمجھ سکیں لحن جلی اور لحن خفی کا ارتکاب نہ کرے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد کی قرأت بھی ترتیلاً پڑھے اور حدراً بھی پڑھ سکتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ لحن جلی اور لحن خفی کا ارتکاب لازم نہ آئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مد منفصل کا کیا حکم ہے؟ اس میں قصر جائز ہے یا نہیں؟:

(سوال ۸۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب ہمیشہ نماز میں جب جہری قرأت پڑھتے ہیں تو اس میں مد منفصل پر قصر کرتے ہیں تو فن تجوید کے قاعدہ کے موافق بروایت حفص قصر جائز ہے یا نہیں؟ اگر بالفرض جائز ہے تو طول یا توسط اولیٰ ہے یا قصر اولیٰ ہے اس لئے کہ بہت سے مدرسہ کے طلبہ نماز میں شامل ہوتے ہیں تو وہ بھی اس کے عادی ہو جائیں گے تو امام صاحب کو قصر کی عادت بنالینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مد منفصل جائز کی مقدار ۳ یا ۴ الف ہے اور قصر بھی جائز ہے کوئی ایک مقدار لازم اور ضروری نہیں ہے تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں، لہٰذا امام بھی تینوں پر عمل کرے، گاہے طول، گاہے توسط، گاہے قصر، ہمیشہ قصر نہ کرے تاکہ طلبہ کو عجیب سا معلوم نہ ہو اور مسئلہ سے بھی واقف ہو جائیں، امام نماز میں خلط ملط نہ کرے جو مقدار شروع سے اختیار کرے آخر تک اسے نبھائے۔ جزری میں ہے۔

والمد لازم وواجب اتیٰ
وجائز وهو وقصر ثبتا
وجائز اذا اتی منفصلا
او عرض السکون وقفا مسجلاً

(۱) وفی الحجة يقرأ فی الفرض بالترسل حرفاً حرفاً وفی التراويح بين بين الخ درمختار علی هامش شامی فصل فی القراءة ج ۱ ص ۵۴۱ ج

مد کی تیسری قسم مد جائز ہے کہ اس میں مد اور قصر دونوں درست ہے الخ (شرح جزری ص ۵۸) تجوید مبتدی میں ہے (۴) مد جائز (یا) منفصل حروف مدہ کے بعد اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو وہاں مد کرنا چاہئے جیسے قالوا اٰمنا مقدار اس کی تین یا چار الف ہے اور قصر بھی جائز ہے۔ (شرح ہندی جزری) (تجوید مبتدی ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض نماز میں امام کو لقمہ دینے کی توقیت:

(سوال ۸۴) بعض مرتبہ فرض نماز میں امام پر نسیان طاری ہوتا ہے، اس وقت مقتدی لقمہ دے سکتا ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فرض نماز میں امام کا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد کسی کا لقمہ قبول کر لینا نماز کو فاسد کر دے گا، اس مسئلہ کے متعلق تفصیل درکار ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام سے فرض نماز میں قرأت میں بھولنے یا متشابہات وغیرہ کی وجہ سے غلطی ہو جاوے تو دیکھا جائے گا اگر یہ چوک سورۂ فاتحہ اور ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد ہوئی تو رکوع کرے، مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے اور مقتدی کو بھی چاہئے کہ عجلت سے کام نہ لے لیکن اس کے باوجود کسی مقتدی نے لقمہ دے دیا اور امام نے لقمہ قبول کر لیا تو صحیح قول کے بموجب نماز درست ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی۔ درمختار میں ہے بخلاف فتحه علی امامه فانه لا يفسد مطلقا لفاتح و آخذ بكل حال (قوله بكل حال) ای سواء قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلاة ام لا انتقل الی آية اخری ام لا تكرر الفتح ام لا هو الاصح نهر (درمختار مع الشامی باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ج ۱ ص ۵۸۲) یعنی مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو نہ امام کی نماز فاسد ہوگی اور نہ مقتدی کی چاہے امام بقدر ضرورت (فرض وواجب) قرأت کر چکا ہو یا نہ کیے ہو، لیکن حضرات فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی درباب لقمہ جلدی نہ کرے، کیونکہ لقمہ دینا تعلیم و تعلم کی ایک ظاہری صورت ہے جو بلا ضرورت مکروہ ہے، امام کو خصوصی ہدایت دی گئی ہے کہ مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کریں بایں طور کہ ایک آیت یا کلمہ بار بار پڑھتا رہے یا خاموش کھڑا رہے جس سے مقتدی لقمہ دینے پر مجبور ہو، اگر بقدر واجب (ایک روایت کے مطابق بقدر مستحب) قرأت کر چکا ہے تو رکوع کر لے یا اگلی آیت یا سورت پڑھنا شروع کر دے۔

وينبغی للمقتدی ان لا يعجل بالفتح وللامام ان لا يلجئهم اليه بل يركع اذا جاء اوانه او ينتقل الی آية اخری (هداية ج ۱ ص ۱۱۶ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها) وكذا فی فتاوی هنديه ج ۱ ص ۶۳) فقط والله اعلم بالصواب

نماز میں قرأت کی غلطی درست کر لی:

(سوال ۸۵) امام صاحب نے قرأت میں ایسی فاحش غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر مقتدیوں میں سے کسی نے فوراً لقمہ دیا اور غلطی درست کر لی ایسی صورت میں نماز ہوگئی یا اعادہ ضروری ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب قرأت کی غلطی بذات خود درست کر لے یا مقتدی کے لقمہ دینے سے درست کر لے تو حرج اور عموم بلویٰ کے پیش نظر نماز صحیح ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔

ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوۃ بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحا قال عندی صلوته جائزۃ (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۸۳ الفصل الخامس فی زلۃ القاری)(فتاوی الفتح الرحمانی ج ۱ ص ۱۶۳)(مجموعہ فتاوی سعدیۃ ص ۵۲)(فتاوی عماد الدین ص ۱۶۴)(امداد الفقہ ج ۲ ص ۱۳۰)فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک امام صاحب کی تکبیر تحریمہ اور دیگر تکبیرات میں ھا۔ کی آواز نکلنا:

(سوال ۸۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ امام صاحب سے نماز پڑھانے میں تکبیر تحریمہ اور تکبیرات انتقالیہ میں اللہ ھا کبر نکلتا ہے اور رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ میں بھی ہا نکلتا ہے یعنی سمع اللہ ھلمن حمدہ پڑھا جاتا ہے اور بعض وقت قرأت میں بھی ہا کی آمیزش ہوجاتی ہے، اور اسی طرح السلام ھلیکم پڑھا جاتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ امام صاحب کے گلے میں تکلیف ہے اور یہ تکلیف دائمی ہے اور لا علاج ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے امام کو نماز پڑھانا چاہئے، اور اس طرح پڑھانے میں کوئی کراہت تو نہیں آتی، ہمارے یہاں اس کا بہت چرچا ہو رہا ہے، برائے کرم مفصل جواب عطا فرمائیں۔

(الجواب) آپ کا سوال ملا، آپ کی مسجد کے امام صاحب نے نماز ٹیپ کر کے سنانے کی بات ہوئی چنانچہ وہ صبح (فجر) کی نماز ٹیپ کر کے لائے اور اسے احقر نے سنا اور ان سے زبانی پڑھوا کر بھی سنا مجھے تو ان کی نماز میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوئی جس کی وجہ سے نماز مکروہ یا فاسد معلوم ہوتی ہو، لہذا ان کی امامت میں شک وشبہ نہ کیا جائے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک امام کے حالات اور ان کی امامت کا حکم:

(سوال ۸۷) ہمارے محلّہ کے امام صاحب سے محلے کے اکثر لوگ یعنی ۹۰ فیصد مصلی ناراض ہیں، ناراضگی کی وجوہات یہ ہیں (۱) حسد کی وجہ سے امام صاحب غیر مسلم سے جادو کراتے ہیں جادو اپنی بیوی کے اوپر بھی اسی ہندو سے کرایا تھا، یہ بات جادو کرنے والے نے پروف (دلائل) کے ساتھ تسلیم کرلی ہے کہ اسی امام صاحب نے ایک بھائی پر اور ان کی بیوی پر مجھ سے جادو کا عمل کرایا ہے، اسی بناء پر بیوی کو پتہ چل جانے پر گھر بیٹھی ہے، اور طلاق مانگ رہی ہے (۲) یہ امام صاحب مالدار ہیں ان کے پاس مکان (فلیٹ) زمین اور بہت سی رقم ہے، اس کے باوجود زکوۃ، صدقہ، فطرہ اور بیاج مانگتے ہیں اور لیتے ہیں اور گھر کی ضروریات نئی کپڑے (بغیر سلے ہوئے) محلے والوں سے مانگتے رہتے ہیں مگر کسی بھی چیز کا اور کپڑوں کا استعمال نہیں کرتے اور ہمیشہ پرانے اور گندے کپڑوں سے نماز پڑھاتے ہیں، غریبی کا ہمیشہ ڈھونگ رچا کر گھومتے ہیں (۳) مسجد کے جماعت خانہ میں لنگی پہن کر سوتے ہیں جو لنگی اوپر تک اٹھ جاتی ہے مگر ان کو نیند میں خیال نہیں رہتا، محلے والے بار بار اس بارے میں اعتراض کرتے ہوئے ان سے کہتے ہیں مگر نہیں مانتے (۴) مسجد میں جماعت خانہ میں نماز کے وقت بیٹھے بیٹھے سو جاتے ہیں اور خراٹے بھرتے ہیں، کبھی کبھی تو نماز پڑھاتے ہوئے قعدہ میں سو جاتے ہیں، قعدہ میں بہت دیر ہونے پر مصلی وغیرہ حضرات کے کھانسنے پر نماز کا سلام پھیرتے ہیں ۔(۵) بہت سی مرتبہ گالیاں بولتے ہیں (۶) محلے میں کئی مرتبہ کھڑے ہو کر نامحرم عورتوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے بات

چیت بھی کرتے ہیں (۷) جب کرکٹ میچ ہوتا ہے تو مسجد کے آس پاس کے مکانات میں جا کر ٹی وی پر میچ، دیکھتے ہیں اور غزل شاعری، قوالی کا پروگرام ہوتا ہے اس میں شریک ہوتے ہیں، شریعت کے مطابق امام صاحب کو جس طرح رہنا چاہئے اس طرح نہیں رہتے، اکثر جان بوجھ کر بیمار ہو جانے کا ڈھونگ کرتے ہیں، کیا ایسے امام صاحب کی امامت میں نماز ہو جاتی ہے۔

(الجواب) اسلام میں منصب امامت کی بہت ہی اہمیت ہے، یہ منصب بہت باعزت باوقار اور باعظمت دینی اہم شعبہ ہے، یہ مصلی رسول اللہ ﷺ کا مصلی ہے، امام نائب رسول ہوتا ہے، امام مقتدیوں اور اللہ تعالی کے درمیان ایلچی اور قاصد ہوتا ہے اس لئے جو سب سے بہتر ہو اسے امام بنانا چاہئے، حدیث شریف میں ہے اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز درجہ قبولیت کو پہنچے تو تم میں جو نیک اور بہتر ہو وہ تمہاری امامت کرے کہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ایلچی ہے ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤ مکم، خیارکم وسکت عنہ (شرح نقایہ ۱/ ۸۶ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۴/ ۱۲۲) فقہ کی مشہور کتاب نور الایضاح میں ہے فالاعلم احق بالامامۃ ثم اقرأ ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقاً ثم الاحسن وجھاثم الاشرف نسباً ثم الاحسن صوتاً ثم الانظف ثوباً (نور الایضاح ص ۸۳، ۸۴، بحوالہ فتاوی رحیمیہ) امامت کا حق دار وہ ہے جو دین کے امور کا زیادہ جاننے والا ہو (خصوصاً نماز کے مسائل کا زیادہ جاننے والا ہو) پھر وہ شخص جو قرآن شریف تجوید سے پڑھنے میں زیادہ ماہر ہو پھر جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو پھر وہ جو عمر میں زیادہ بڑا ہو، پھر وہ جو اچھے اخلاق والا ہو پھر وہ جو خوبصورت اور باوجاہت ہو پھر وہ جو نسب کے اعتبار سے زیادہ شریف ہو پھر وہ جس کی آواز اچھی ہو، پھر وہ جو زیادہ پاکیزہ کپڑے پہنتا ہو (نور الایضاح)

لہذا امام کے لئے ضروری ہے کہ صحیح العقائد نیک متقی، نماز کے مسائل سے واقف دیندار اور ظاہری گناہوں سے پاک وصاف ہو۔ الاولی بالامامۃ اعلمھم باحکام الصلوۃ ۔ الی ۔ ویجتنب الفواحش الظاھرۃ (عالمگیری ۱/ ۸۳) بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) فاسق وفاجر کو امام نہ بنانا چاہئے، حدیث میں ہے لا یؤم فاجر مومناً فاجر شخص مومن کی امامت نہ کرے (ابن ماجہ ص ۵۵) بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) کبیری میں ہے۔ لوقدموا فاسقاً یاثمون۔ اگر فاسق کو امام بنائیں گے تو گناہ گار ہوں گے (کبیری ص ۴۹۷ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو بہت ہی زیادہ محتاط متقی اور پرہیزگار ہونا چاہئے، سوال میں امام سے متعلق جو باتیں لکھی گئی ہیں اگر در حقیقت وہ تمام باتیں بالکل صحیح ہو، ان پر الزام نہ ہو تو ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امامت کے منصب کے ہرگز لائق نہیں، برطرف کر دینے کے قابل ہے، برطرف کر دینے کا جو حکم لگایا ہے حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، حدیث میں ہے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے، ایک شخص نے کچھ لوگوں کی امامت کی اسے تھوک آیا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا آنحضرت ﷺ یہ دیکھ رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں سے آپ ﷺ نے فرمادیا کہ یہ شخص آئندہ تمہاری امامت نہ کرے، اس کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے روک دیا اور بتادیا کہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس واقع کا تذکرہ کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" ہاں میں نے کہا تھا" راوی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم نے اللہ کو اور اس کے رسول کو

اذیت پہنچائی تھی ان رجلاً ام قوماً فبصق فی القبلة و رسول الله صلى الله عليه وسلم ينظر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين فرغ لا يصلي لكم فاراد بعد ذلك ان يصلي بهم فمنعوه واخبروه بقول رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال نعم وحسبت انه قال انك آذيت الله ورسوله صلى الله عليه وسلم . (ابو داؤد شریف ص ۷۶ ج ۱، باب فی کراهة البزاق فی المسجد) فقط والله اعلم بالصواب .

قراءت میں رکاوٹ پیش آنے پر امام رکوع کب کرے؟

بقدر واجب یا بقدر مستحب قرأت کے بعد؟:

(سوال ۸۸) فجر کی نماز میں پہلی رکعت کی قراءت میں سترہویں پارے کی کچھ آیتیں پڑھ کر امام رک گیا، دوسری مرتبہ ایک آیت لوٹائی مگر یاد نہ آئی تو سورۂ اعلیٰ پارۂ عم سے پڑھی بعدہٗ دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھی. اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی رکعت کی آیت اتنی ہوگئی تھی کہ نماز ہو جائے، یعنی بقدر واجب پڑھی تھی، اس کے باوجود سورۂ اعلیٰ پڑھی تو یہ قابل اعتراض ہے یا نہیں؟ اس سے نماز میں کوئی خرابی آئی یا نہیں؟ بعض مقتدی کہتے ہیں کہ نماز ہو جائے اتنی قراءت ہوگئی تھی تو پھر سورۂ اعلیٰ کیوں پڑھی؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ قرأت کم ہونے کی وجہ سے ایسا کیا، اگر ایسا نہ کیا ہوتا تو دوسری رکعت میں بھی اتنی ہی قراءت کرنی پڑتی، اگر دوسری رکعت میں قراءت لمبی کی جاتی تو مستحب کے خلاف ہوتا مگر مقتدیوں کو اطمینان نہیں ہوا لہٰذا بحوالہ کتاب جواب مرحمت فرمایا جائے کہ امام صاحب نے جو کیا صحیح کیا یا غلط کیا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام صاحب نے جو کیا صحیح ہے، غلط نہیں ہے، نماز بلا کراہت ادا ہوگئی، اعتراض بیجا ہے، بقدر حاجت قرأت پڑھ لی ہو تو رکوع کرے اس سے مراد بقدر واجب ہی نہیں ہے بلکہ بقدر مسنون اور مقدار مستحب بھی ہے، چنانچہ فقہاء فرماتے ہیں بل ینتقل الی آیة اخری او یرکع ان قرأ القدر المستحب وقیل قدر الفرض والاول هو الظاهر (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۵ باب ما یفسد الصلاة) او یرکع ان قرأ قدر الفرض کما جزم به الزیلعی وغیره وفی روایة قدر المستحب کما رجح الکامل بانه الظاهر من الدلیل الخ (شامی ص ۵۸۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها) (بہشتی زیور ج ۱ ص ۴۷) اور علم الفقہ ج ۲ ص ۱۱۱ میں بھی بقدر مسنون والے قول کو اختیار کیا گیا ہے، ملاحظہ کرلیں۔ البحر الرائق میں ہے واختلفت الروایة فی وقت اوان الرکوع ففی بعضها اعتبر اوانه المستحب وفی بعضها اعتبر فرض القراءة یعنی اذا قرأ مقدار ما تجوز به الصلوة رکع کذا فی السراج الوهاج (ج ۲ ص ۶ ایضاً) عمدة الرعایة علی شرح الوقایة میں ہے: بل یرکع ان کان قرأ ما تجوز به الصلوة او ینتقل الی آیة اخری (ج ۱ ص ۱۹۱ ایضاً) فتح القدیر میں ھے: قال بعضهم ینبغی ان لا یلجئهم الیه بل ینتقل الی آیة اخری او یرکع اذا قرأ المستحب صرفا للصلوة عن الزوائد هذا هو الظاهر من جهة الدلیل (ج ۱ ص ۲۸۴ ایضاً) فقط والله اعلم بالصواب ۱۴، صفر ۱۳۸۰ھ

اللہ اکبر کی باء کو کھینچ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے:

(سوال ۸۹) امام صاحب اللہ اکبر کی باء کی کھینچتے ہیں، ابھی معلوم ہوا کہ نماز نہیں ہوتی، یہ امام صاحب ایک سال سے نماز پڑھاتے ہیں اب ہم اپنی نمازیں کب سے لوٹائیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اکبر کی ب کو بڑھا کر پڑھنے والا نماز کا شروع کرنے والا نماز کا شروع کرنے والا نہ ہوگا۔ ولو مد بهمزة الجلالة او اکبر او بائه لم یصر شارعاً (زاد الفقیر ص ۳۰) وان قال الله اکبار باد خال الف بین الباء والراء لا یصیر شارعا وان قال ذلک فی خلال الصلوة تفسد صلوته قیل لانه اسم من اسماء الشیطان وقیل لانه جمع کبر بالتحریک وهو الطبل وقیل یصیر شارعاً ولا تفسد صلوته لانه اشباع والاول اصح (کبیری شرح منیه ص ۲۵۷ مفسدات صلوة)

لہٰذا اس طرح پڑھنے والے امام کی اقتداء میں جتنی نمازیں ادا کی گئیں وہ سب ہی قابل اعادہ ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۶ رجب ۱۳۸۸ھ۔

امام نے ضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا امرأة نوح وامرأة لوط پڑھا تو نماز لوٹانی پڑے گی:

(سوال ۹۰) ہمارے یہاں ایک شخص نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں انہوں نے ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرأة نوح وامرأة لوط کے بجائے ضرب الله مثلا للذین امنوا امرأة نوح وامرأة لوط پڑھا اور یہ صورت تین آیات کے بعد واقع ہوئی، تو اب یہ نماز درست ہوئی یا نہیں اور کیا اعادہ واجب ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں اگرچہ مذکور غلطی تین آیت پڑھ لینے کے بعد واقع ہوئی ہے نماز فاسد ہوگی وان تغیر المعنی بان قرأ ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم، او قرأ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک هم شر البریة، او قرأ وجوه یومئذ علیها غبرة اولئک هم المؤمنون حقا، تفسد صلوته لان الخبر بخلاف ما اخبر الله تعالی به (فتاوی قاضی خان فصل فی القراة القرآن خطأ الخ ج ۱ ص ۷۴)

لہٰذا نماز دوبارہ پڑھی جائے اور اگر نماز میں اسی وقت اصلاح کر لی جاتی تو نماز درست ہو جاتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

امام نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۹۱) میں نے ایک دن فجر کی نماز پڑھائی بعد میں معلوم ہوا کہ میں جنبی تھا اور مجھے غسل کی حاجت تھی تو میری اور مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ مجھے اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ اس دن کون کون مصلی تھے میں پریشان ہوں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام اور مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھنا ضروری ہے امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کو تنہا تنہا خبر کردے یا نماز کے وقت اعلان کردے کہ فلاں دن فجر کی نماز میں جو جو حضرات تھے وہ اپنی نماز کا اعادہ کر

لیس جن مقتدیوں کو اس کی اطلاع نہ ہوسکے وہ معذور ہیں۔ در مختار میں ہے۔ (واذا ظهر حدث امامه) و کذا کل مفسد فی رأی مقتد (بطلت فیلزم اعادتها) لتضمنها صلوة المؤتم صحة وفسادًا کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۵۳ باب الامامة) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز میں میں آستین چڑھانا:

(سوال ۹۲) ایک شخص کی یہ عادت ہے کہ بحالت نماز دونوں ہاتھوں کی آستین گرمی کی وجہ سے اوپر چڑھا لیتا ہے تو اس سے نماز میں نقص آئے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں دونوں ہاتھوں کی آستین اوپر چڑھانا یہ عمل کثیر ہے اس وجہ سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ایسی حرکت سے احتراز لازم ہے۔ ''شامی'' میں ہے اما لو شمر وهو فيها تفسد لا نه عمل کثیر یعنی آستین چڑھی ہوئی حالت میں نماز شروع کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر نماز پڑھنے کی حالت میں آستین چڑھائے گا تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی۔ (مکروہات الصلاۃ ج ۱ ص ۵۹۹)

وضو کے لئے یا اور کسی سبب سے آستین چڑھائی ہوں تو اتار لیوے پھر نماز شروع کرے اگر آستین چڑھی ہوئی حالت میں امام کے ساتھ رکعت پالینے کے شوق میں نماز میں داخل ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی اتار لیویں کہ جس سے عمل کثیر لازم نہ آوے آستین چڑھی ہوئی رکھ کر نماز پڑھنا یا آدھی آستین والا قمیص پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۹۹ ایضاً میں ہے۔ و مثله ما لو شمر للوضوء ثم عجل لادراک الرکعة مع الا مام واذا دخل فی الصلوة کذلک وقلنا بالکراهة فهل الا فضل ارخاء کمیه فيها بعمل قليل اوتر کهما لم ار ه والا ظهر الا ول اه. فقط واللہ اعلم بالصواب

چار رکعت والی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور بات کر لی تو!:

(سوال ۹۳) یہاں پر امام صاحب نے ظہر کی نماز میں چار رکعت کے بجائے تین رکعت پر سلام پھیر دیا مقتدیوں نے کہا کہ تین ہی رکعتیں ہوئی ہیں اس لئے نماز پھر سے پڑھائیے لیکن امام صاحب نے کہا کہ ''ایک رکعت پڑھ لیں گے تو نماز ہوجائے گی'' اور اس کے بعد امام صاحب نے ایک رکعت پڑھا کر سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ نیز چوتھی رکعت میں ایک شخص جماعت میں شریک ہوا تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ امام صاحب نے تین رکعت پر سلام پھیر کر بات کی کہ ''ایک رکعت پڑھ لیں گے تو نماز ہوجائے گی'' اس سے نماز سے خارج ہوگئے اور پڑھی ہوئی تین رکعتیں باطل ہوگئیں، بعد میں ایک رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کرنے سے بھی نماز نہ ہوگی۔ دوبارہ چار رکعتیں پڑھنا ضروری ہے۔ اور جو شخص چوتھی رکعت میں شریک ہوا تھا اس کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی (یفسدها التکلم) هو النطق بحرفين او حرف (درمختار) (قوله یفسدها التکلم) ای یفسد الصلوة (شامی ج ۱ ص ۵۷۳ باب ما یفسد الصلاۃ الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب

لفظ اللہ اکبر میں باء اور راء کے درمیان الف کا اضافہ کرنا:

(سوال ۹۴) ہمارے امام صاحب اللہ اکبر کی باء پر مد کرتے ہیں یعنی کھینچ کر اور بڑھا کر پڑھتے ہیں۔ تمام تکبیرات انتقالات میں اسی طرح پڑھتے ہیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اصح یہ ہے کہ اکبر کی باء اور راء کی درمیان الف ممالہ زیادہ کر کے ''اکبار'' پڑھے گا تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اور اگر تکبیر تحریمہ صحیح ادا کی مگر تکبیر انتقالات میں مذکورہ طریقہ سے الف ممالہ کے اضافہ کے ساتھ تکبیر کہے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ ولو وقع المد فی باء اکبر بان یقول اکبار بزیادة الالف الممال بين الباء والراء لایصیر داخلاً فی الصلوة وتفسد لو وقع فی اثناء ها (مجالس الابرار ص ۳۰۷ مجلس نمبر ۵۲) جہالت کا عذر قبول نہ ہوگا۔ لان مثل هذا الجهل لایصلح ان یکون عذرا حوالہ بالا اور زاد الفقیر میں ہے ولو مد بهمزة الجلالة اوا کبر او باء ه لم یصر شارعاً (ص ۳۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مقتدی کا ارکان میں امام سے آگے بڑھنا:

(سوال ۹۵) مقتدی امام سے پہلے سجدہ کرے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر مقتدی نے امام سے پہلے سجدہ کیا اور سجدہ میں امام اس کے ساتھ شریک نہ ہوا بلکہ مقتدی نے امام کے سجدہ میں آنے سے پہلے ہی سجدہ سے سر اٹھا لیا اور پھر دوبارہ (امام کے ساتھ یا امام کے بعد) سجدہ نہیں کیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ویفسدها مسابقة المقتدی برکن لم یشارکه فیه امامه) کما لو رکع ورفع راسه قبل الا مام ولم یعده معه او بعده (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۸۵ باب ما یفسد الصلاۃ)

اور اگر امام کے ساتھ سجدہ میں شریک ہوگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی مگر مقتدی کا یہ فعل حرام اور موجب گناہ ہے، احادیث میں اس پر سخت وعید اور ممانعت آئی ہے، ایک حدیث میں ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ایها الناس انی اما مکم فلا تسبقونی بالر کوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالانصراف الخ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے لوگو میں تمہارا امام ہوں تم لوگ رکوع، سجدہ، قیام اور انصراف (واپس لوٹنے) میں مجھ سے آگے مت بڑھو (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۰۱ باب ما علی الماموم) اور ایک حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما یخشی الذی یرفع راسه قبل الا مام ان یحول اللہ راسه راس حمار متفق علیه.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھا لیتا ہے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادیں (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۲ باب ما علی الماموم)

محدثین نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا چہرہ گدھے جیسا بنا دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سمجھ گدھے جیسی بنا دے گا، علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حدیث اپنی حقیقت پر محمول ہو اور اس وقت مسخ سے مراد مسخ خاص ہوگا اور اس شریعت میں جو مسخ ممتنع ہے وہ وہ مسخ ہے جو عام ہو اور اس کی

تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ایک شخص حدیث کی تحصیل کے لئے دمشق کے ایک مشہور شخص کی خدمت میں پہنچا وہاں پہنچ کر ان سے حدیث حاصل کی لیکن وہ شیخ ہمیشہ درمیان میں پردہ رکھتے تھے، اپنا چہرہ کبھی نہیں دکھاتے تھے، جب ایک زمانہ گذر گیا اور طالب علم کا شوق دیکھا تو ایک مرتبہ پردہ ہٹادیا، طالب علم نے دیکھا کہ شیخ کا چہرہ گدھے کی طرح ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ یابنی أن تسبق الامام فانی لما مر بی فی الحدیث استبعدت وقوعه فسبقت الامام فصار وجهی کما تری. اے میرے بیٹے تم امام سے ارکان میں آگے بڑھنے سے بچو، جب میں نے یہ حدیث سنی تھی تو میں نے اس کے وقوع کو بعید سمجھا تھا اور میں نے امام سے سبقت کی اس کی وجہ سے میرے چہرہ کی یہ حالت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۹۸ باب ما علی الماموم)

اسی بنا پر مالابدمنہ میں ہے۔ وتقدیم مقتدی از امام در ارکان حرام است. یعنی ارکان میں مقتدی کا امام سے آگے بڑھنا حرام ہے (مالابدمنہ ص ۳۹) فقط واللہ اعلم۔

''نماز میں امام کے بقدر واجب پڑھ لینے کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو کیا حکم ہے.''

(سوال ۹۶) نماز میں امام صاحب قرأت پڑھتے پڑھتے بھول گئے، بقدر واجب پڑھ چکے تھے پھر بھی پیچھے سے مقتدی نے لقمہ دیا، امام نے لقمہ قبول کرلیا اور نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟ لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) امام قرأت پڑھتے وقت بھول جائے یا رک جائے تو لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، بھول ہوتے ہی لقمہ دینا اور بول اٹھنا مکروہ اور ممنوع ہے، امام کو بھی چاہئے کہ کسی کے بتلانے کی (لقمہ دینے کی) راہ نہ دیکھے، بقدر ضرورت قرأت کرچکا ہو تو رکوع کرلے اور دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کردے، خاموش کھڑا رہ کر اور ایک ہی لفظ کو مکرر پڑھ کر مقتدی کو لقمہ دینے کے لئے مجبور کرنا غلط ہے، پھر بھی صحیح یہ ہے کہ امام کو لقمہ دینے سے اور امام کے لقمہ قبول کرلینے سے کسی کی بھی نماز فاسد یا واجب الاعادہ نہیں ہوتی۔ والصحیح انها لا تفسد صلوٰة الفاتح بکل حال ولا صلوٰة الأمام لو اخذ منه علی الصحیح الخ (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۹۹ الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکره فیها) فقط واللہ اعلم بالصواب.

امام نے سہواً سورۂ فاتحہ یا سورت چھوڑ دی اور رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھی:

(سوال ۹۷) فرض یا واجب نماز میں امام سورۂ فاتحہ یا سورت پڑھنا بھول گیا رکوع میں یاد آیا تو کھڑے ہوکر قرأت پڑھی تو اب دوبارہ رکوع کیا جائے یا نہیں؟ اور سجدہ سہو کرلینے سے نماز صحیح ہوجائے گی؟ اگر دوبارہ رکوع کا اور بعد میں آنے والے نمازی نے اس رکوع میں امام کے ساتھ شرکت فرمائی تو اس نے وہ رکعت پائی ایسا سمجھا جائے گا؟

(الجواب) صورت مذکورہ میں قرأت کے بعد رکوع کرنا ضروری ہے، نہ کرے گا تو نماز باطل ہوگی، رکوع کرکے اخیر میں سجدۂ سہو کرلینے سے نماز صحیح ہوجائے گی، رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی یہ رکعت معتبر ہے، دہرانے کی حاجت نہیں ہے لو تذکر الفاتحه او السورة حیث یعود وینقض رکوعه لان بعوده صارت قرأت الکل فرضاً والترتیب بین القراة والرکوع فرض فارتفض رکوعه فلو لم یرکع بطلت ولو رکع وادرکه رجل فی الرکوع الثانی کان مدرکاً ذلک الرکعة الخ (شامی ج ۱ ص ۶۳۷ باب الوتر

والنوفل) فقط واللہ اعلم بالصواب.

دعاء قنوت بھول جانا اور رکوع کے بعد پڑھنا:

(سوال ۹۸) امام نے وتر میں دعائے قنوت سہواً ترک کرکے رکوع کیا، یاد آنے پر دوبارہ کھڑے ہوکر دعائے قنوت پڑھی مگر دوبارہ رکوع نہیں کیا بلکہ سیدھا سجدہ میں چلا گیا اور سہو کا سجدہ کرکے نماز ختم کی وہ ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر امام دوبارہ رکوع کرے اور بعد میں آنے والا نمازی اس رکوع میں شامل ہوجائے تو وہ اس رکعت میں شامل ہونے والا سمجھا جائے گا یا نہیں؟

(الجواب) نماز صحیح ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنے سے رکوع باطل نہیں ہوتا، مگر رکوع میں جانے کے بعد دعائے قنوت کے لئے کھڑا ہونا غلط ہے، ایسا کرنے کی ضرورت نہیں، دعائے قنوت فوت ہوگئی ہے تو اس کے لئے سجدہ سہو کافی ہے، دوسرے رکوع میں شریک ہونے والے کو رکعت نہیں ملی۔ ولو نسیه ای القنوت ثم تذکره فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیه رفض الفرض للواجب فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته لکون رکوعه بعد قراءة تامة و سجد للسهو قنت اولا لزواله عن محله (درمختار شامی ج ۲ ص ۶۲۷، ۶۲۶ باب الوتر والنوافل) وکما لو سها عن القنوت فرکع فانه لو عاد وقنت لا تفسد علی الاصح (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۰۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

قعدۂ اولیٰ سہواً چھوٹ گیا پھر کھڑا ہوجانے کے بعد لوٹا:

(سوال ۹۹) تین یا چار رکعت والی فرض یا واجب نماز میں قعدۂ اولیٰ سہواً چھوٹ جائے اور سیدھے کھڑے ہوجانے کے بعد قیام (کہ جو فرض ہے) ترک کرکے قعدہ (جو واجب ہے) میں بیٹھے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہوجائے۔ یا سیدھے کھڑے ہونے کے قریب ہوجائے پھر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے اس سے فرض ترک کرکے واجب کی طرف لوٹنا لازم نہیں آتا، مگر ادائیگی فرض میں تاخیر لازم آتی ہے۔ جس کا تدارک سجدۂ سہو سے ہوجاتا ہے لہذا راجح اور حق یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی، سجدہ سہو کرنا پڑے گا البتہ ایسا کرنا نہیں چاہئے۔ قصداً ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ ثم لو عاد فی موضع وجوب عدمه اختلفوا فی فساد صلوٰته فصحح الشارح الفساد لتکامل الجنایة برفض الفرض بعد الشروع فیه لأجل ما لیس بفرض وفی المبتغی بالغین المعجمة انه غلط لأنه لیس بترک وانما هو تاخیر کما لو سها عن السورة فرکع فانه یرفع الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ لاجل الواجب (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۱ باب سجود السهو) (قوله کما سیجئی) ای فی باب سجود السهو لکنه رجح هناک عدم الفساد الخ (باب الوتر والنوافل شامی ج ۱ ص ۶۲۳) فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلاته لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لاتفسد لکنه یکون مسیئاً ویسجد لتاخیر الواجب وهو الاشبه کما حققه الکمال وهو الحق بحر (درمختار مع شامی باب سجود

السہو ج ا ص ۶۹۷)(ایضاً فتح القدیر ج ا ص ۴۴۵)فقط واللہ اعلم بالصواب

سلام پھیرنے میں بھول سے دیر ہو جائے:

(سوال ۱۰۰) نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد درود اور دعا پڑھ کر سلام نہیں پھیرا، اس خیال سے بیٹھا رہا کہ سلام پھیر چکا ہوں بعد میں یاد آیا کہ سلام نہیں پھیرا، یاد آتے ہی فوراً سلام پھیر دیا درمیان میں مخالف نماز کوئی عمل نہیں کیا ہے تو میری یہ نماز صحیح ہوگئی یا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے تھا، کیا ہوتا تو نماز صحیح ہو جاتی، سجدۂ سہو نہیں کیا اس لئے نماز واجب الاعادہ ہے" زاد الفقیر" میں ہے وکذا لو آخر السلام بان ظن انہ سلم واستمر قاعداً ثم علم انہ لم یسلم فسلم (ص ۶۴)فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز پڑھنے میں اندھا آجائے تو اس کو روکے یا نہیں کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۱) رکوع سے اٹھتے وقت اندھا سامنے آجائے اس کو ہاتھ سے ہٹایا جائے تو نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اندھے کو روکنے میں عمل کثیر نہیں ہوا ہے لہٰذا نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۱۵)[1] فقط واللہ اعلم بالصواب

بحالت صلوٰۃ گلے میں شیرینی (مٹھاس) ہو تو نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں؟:

(سوال ۱۰۲) سنت فجر گھر پڑھ کر خمیرہ کھایا بعد میں مسجد پہنچا اور جماعت میں شریک ہو گیا کلی کرنا یاد نہ رہا، نماز میں گلے میں خمیرہ کی شیرینی محسوس ہوتی تھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جب خمیرہ منہ میں نہیں صرف مٹھاس ہی ہے تو نماز میں کوئی خرابی یا فساد نہیں، بدوں حرج کے ادا ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ شامی میں ہے ولو اکل شیئاً من الحلاوۃ وابتلع عینہا ودخل فی الصلوۃ فوجد حلاوتہا فی فیہ وابتلعہا لا تفسد الصلوۃ۔ یعنی۔ کوئی میٹھی چیز کھائی اور اس کو نگل لیا پھر نماز میں داخل ہو گیا (نماز کی نیت باندھ لی) اب اس کی مٹھاس منہ میں پائی اور اس کو نگل لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی (شامی ج ص ۵۸۳ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا)فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لڑکوں کی صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے:

(سوال ۱۰۳) لڑکوں کی صف بڑی ہے۔ بڑے آدمی کو اگلی صف میں شرکت کرنی ہے تو یہ لوگ لڑکوں کے آگے سے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) جب اگلی صف میں جگہ ہو تو اس کو پر کرنے کے لئے لڑکوں کی صف کے سامنے سے گزرنا پڑے تو اس میں

(۱) او مر مالی موضع مسجودہ لا تفسد الخ فصل فیما لا تفسد الصلاۃ مرقاۃ ج ا ص ۴۸۹)

8 حرج نہیں جائز ہے۔[1]

(سوال ۱۰۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک شخص نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی، پھر امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں پوری کرکے آخر میں قعدہ کیا ایک رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا جیسا کہ عام قاعدہ ہے تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا چاہئے تھا (ویقضی اول صلاتہ فی حق قراۃ واخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما (درمختار باب الامامۃ)

لیکن اگر کسی نے پہلی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا آخر میں کیا سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو استحساناً نماز ادا ہو جانے کا فتوی دیا گیا ہے۔ ومن جملتہا ما اشرنا الیہ انہ یقضیٰ اول صلاتہ فی حق القراۃ واخرہا فی حق القعدۃ حتیٰ لو ادرک مع الامام رکعۃ من المغرب فانہ یقرأ فی الرکعتین الفاتحۃ والسورۃ ویقعد فی اولہما لانہا ثانیۃ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمہ سجود السہود لو سہواً لکونہا اولیٰ من وجہ (کبیری شرح منیہ ص ۴۴۰ صفۃ صلاۃ) وان ادرک مع الامام رکعۃ من المغرب یقرأ فی الرکعتین اللتین سبق بہما السورۃ مع الفاتحۃ ویقعد فی اولہما لانہ یقضی اول صلاتہ فی حق القراۃ واخرہا فی حق القعدۃ ولکن لو لم یقعد فیہا سہواً لا یلزمہ سجود السہود لکونہا اولیٰ من وجہ (صغیری ص ۲۴۰۔ ۲۴۱ ایضاً)(قرء وتشہد بینہما) قال فی شرح المنیہ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمہ سجود السہود لکون الرکعۃ اولیٰ من وجہ الخ (شامی باب الامامۃ ج ا ص ۵۵۸) اس کی تائید مندرجہ ذیل روایت سے ہوتی ہے۔ عن ابن مسعودؓ ان جندباً ومسروقا ادرکا رکعۃ یعنی عن صلاۃ المغرب فقرأ جندب ولم یقرأ مسروق خلف الامام فلما سلم الامام قاما یقضیان فجلس مسرق فی الثانیۃ والثالثۃ وقام جندب فی الثانیۃ ولم یجلس فلما انصرف تذکر اذلک فاتیا ابن مسعود فقال کل قد اصاب اوقال کل قد احسن واصنع کمایصنع مسروق رواہ الطبرانی فی الکبیر باسانید بعضہا ساقط منہ رجل وفی ہذا الطریق جابر النخعی والاکثر علی تضعیفہ (مجمع الزوائد ج ا ص ۱۷۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب محدث دیوبندی نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ فتاوی محمدیؐ میں ہے:۔

"فتوی سیدنا ابن مسعودؓ" استفتاء۔ ہم دونوں نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تھی، امام کے سلام کے بعد ہم دونوں اپنی فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ مسروق ایک رکعت پڑھ کر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے (اور پھر ایک رکعت کے بعد دوسری مرتبہ التحیات پڑھ کر تمام کی) لیکن جندب صرف اخیری رکعت پڑھ کر بیٹھے اب فرمائیے کہ کس کا فعل درست تھا؟

(۱) وفی القنیۃ قام فی آخر صف وبینہ وبین الصفوف مواضع خالیۃ فللداخل ان یمر بین یدیہ لیصل الصفوف لانہ سقط حرمۃ نفسہ فلا تاثم المار بین یدیہ الخ شامی باب الامامۃ مطلب فی الکلام علی الصف الاول ج ا ص ۵۳۳

(الجواب) تم دونوں نے بہتر کیا (یعنی نماز دونوں کی ادا ہوگئی) لیکن میں اسے پسند کرتا ہوں کہ مسروق کے مانند نماز پڑھو (یعنی ایک رکعت کے بعد التحیات پڑھوں)

شرح:

دو رکعت کے بعد چونکہ بیٹھنا واجب ہے لہذا ایک رکعت امام کے ساتھ اور ایک تنہا پڑھ لینے کے بعد التحیات کے لئے بیٹھ جائے لیکن اگر ایک رکعت تنہا ادا کرنے کے بعد نہ بیٹھا بلکہ صرف اخیر ہی میں بیٹھا جیسا کہ صورت مسئولہ میں جندب نے کیا تھا تب بھی نماز ادا ہو جائے گی اور سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا (فتاویٰ محمدی ص ۸۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تعداد رکعت میں شک ہو جائے:

(سوال ۱۰۵) امام کو نماز میں شبہ ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری، ایسے موقع پر امام کا مقتدیوں کی طرف خیال کرنا کہ اگر مقتدی کھڑا ہو تو امام بھی کھڑا ہو اور مقتدی بیٹھ جائے تو امام بھی بیٹھ جائے۔ اس طرح اپنی غلطی کی اصلاح کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) نماز درست ہو جائے گی اعادہ یا سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں (فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۶۹۷)

قعدۂ اخیرہ میں امام فوت ہو گیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۶) قعدۂ اخیرہ میں امام فوت ہو گیا تو مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں نماز باطل ہو جائے گی دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

بقی من المفسدات ارتداد بقلبه وموت (درمختار) (قوله موت) اقول تظهر ثمرته فی الامام لومات بعد القعدة الاخیرة بطلت صلوة المقتدین به فیلزمهم استینا فها لبطلان الصلوة بالموت بعد القعدة قد ذكر الشبلا لی من جملة المسائل التی زاد ها لخ (شامی ص ۵۸۸ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة وما یكره فیها) فقط والله اعلم بالصواب.

نماز شروع ہونے کے بعد کسی کے توجہ دلانے پر مکبر کا تکبیر کہنا:

(سوال ۱۰۷) جس وقت نماز شروع ہوئی اس وقت مکبر کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے مکبر نے تکبیر نہیں کہی ایک رکعت ہونے کے بعد کسی نے پیچھے سے کہا کہ امام صاحب کی آواز نہیں آ رہی ہے اس پر کوئی آدمی تکبیر کہنا شروع کر دے تو جو لوگ مکبر کی تکبیر پر رکوع سجدہ کریں ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ ہمارے یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کسی نے کہا "آواز نہیں آ رہی ہے" اس پر کسی شخص کو خیال آیا کہ واقعی مکبر کی ضرورت ہے اور اپنے اس خیال پر تکبیر کہنا شروع کر دے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی کہ وہ اپنے خیال پر عمل کر رہا ہے کہ جس طرح باہر سے کوئی

شخص نمازی کو لقمہ دے اور نمازی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور اپنی یاد پر اصلاح کرلے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز ظہر میں چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کرے اور پانچ رکعت پڑھ لے:

(سوال ۱۰۸) ہمارے یہاں امام صاحب نے نماز ظہر میں دو رکعت تو ٹھیک پڑھی پھر تیسری رکعت میں امام صاحب قعدہ میں بیٹھے لیکن کسی نے بھی لقمہ نہیں دیا۔ امام صاحب التحیات پوری کر کے چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کئے بغیر پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے پانچویں رکعت پوری کر کے قعدہ کیا اور سلام پھیر کر نماز پوری کی تو مقتدیوں نے کہا کہ امام صاحب پانچ رکعت ہوئی ہیں نماز لوٹائیے۔ تو امام صاحب نے کہا کہ سجدۂ سہو کیا ہے اس لئے دہرانے کی ضرورت نہیں اور مزید کہا کہ سجدۂ سہو بھی نہ کیا ہوتا تب بھی نماز ہو جاتی کہ بجائے چار رکعت کے پانچ رکعت پڑھی ہیں کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں فرض ظہر ادا نہیں ہوا۔ اعادہ ضروری ہے۔ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ فرض تھا اس صورت میں سجدۂ سہو کافی نہیں ہے۔[1] البتہ اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کر لیا ہوتا، پھر کھڑے ہو کر پانچویں رکعت پڑھتے یا پانچویں رکعت میں کھڑے ہوگئے تھے تو سجدہ سے پہلے بیٹھ جاتے تو ان صورتوں میں سجدۂ سہو کافی ہو سکتا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جمائی لیتے ہوئے آواز نکلی اور ایک دو حرف ظاہر ہو جاویں تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟:

(سوال ۱۰۹) نماز میں ایک شخص نے جمائی (جسے گجراتی میں بگاسا، ابا سا کہتے ہیں) لی اور جمائی لیتے وقت آواز نکلے جس سے ایک دو حرف ظاہر ہو جاویں تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مجبوری کی وجہ سے جمائی لی ہو اور احتیاط کرتا ہو کہ آواز نہ نکلے تو معاف ہے اور اگر اس میں احتیاط نہ کرتا ہو اور بے احتیاطی کی وجہ سے آواز نکلے اور حروف پیدا ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (عمدۃ الفقہ ص ۲۵۲ ج ۲)

درمختار میں ہے:۔ یفسدها (والتنحنح) بحرفین (بلا عذر) اما به بان نشأ من طبعه فلا (او) بلا (غرض) صحیح فلو لتحسین صوته او لیهتدی امامه او للاعلام انه فی الصلوٰة فلا فساد علی الصحیح (درمختار ج ۱ ص ۵۷۸ باب ما یفسد الصلوة وما یكره فیها) فقط والله اعلم بالصواب

تدارک زلۃ کی صورت میں صحت صلوٰۃ وعدم فساد کا حکم:

(سوال ۱۱۰) تدارک زلت کے بعد صحت صلوٰۃ وعدم صحت کے متعلق فقہائے کرام کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:۔

تدارک سے بھی نماز فاسد رہے گی اور واجب الاعادہ ہے۔ وہبانیہ میں ہے۔

---

(۱) والقعدة الاخیرة فرض فی الفرض والتطوع حتی لو صلی ركعتین ولم یقعد فی آخر هما وقام وذهب تفسد صلاته كذا فی الخلاصة الباب الرابع فی صفة الصلاة الفصل الاول فی فرائض الصلاة

وان لحن القاری واصلح بعده
اذا غیر المعنی .الفساد مقرر

فتاویٰ کاملیہ ص ١٣ پر ہے۔ سئلت عمن لحن فی الصلوة لحناً یغیر المعنی ثم اعاد ما لحن فیها ، صحیحاً هل تفسد صلاته.

(فالجواب) ان صلاته تفسد بذلک وان اعاد وقد اشار الی ذلک صاحب الوهبانیه بقوله وانی لمن الخ قال شارحها الشر نبلالی: صورتها: المصلی اذا لحن فی قراء ته لحناً یغیر المعنی کفتح لام " الضالین" لا تجوز صلاته وان اعاد بعد ها علی الصواب. والله اعلم اه.

قاضی خان کے مندرجہ ذیل جزئیے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ان اوادان یقرء کلمةً فجری علی لسانه شطر کلمة اخری فرجع وقرأ الأولیٰ او رکع ولم یتم الشطر ان قرأ شطراً من کلمة لو اتمها لا تفسد صلاته بشطر ها وللشطر حکم الکل هو الصحیح اه (فتاویٰ قاضی خان بر حاشیه عالمگیری مطبوعه امیر یه مصر ١٥٣/١ .فی فصل قراء ة القرآن خطأ وفی الا حکام المتعلقة بالقراء ة)

دوسری رائے:

تدارک سے فساد مرتفع ہوجائے گا اور نماز صحیح ہوگی (طحطاوی علی الدر المختار ١/ ٢٦٧ فی زلة القاری) میں ہے۔ وفی المضمرات: قرء فی الصلوة بخطأ فاحش ثم اعاد وقرء صحیحا فصلا ته جائزة الخ امداد الفتاویٰ جلد اول ص ١٦٨ مطبوعه کراچی میں بھی صحت صلوٰۃ کو اختیار کیا گیا ہے اور عالمگیریہ کے جزئیے سے۔ اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ (مفتی اول دارالعلوم دیوبند) کی رائے سے استدلال کیا گیا ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم طبع قدیم (اول و دوم ص ٢٣١ امداد المفتیین) میں بھی صحت صلوٰۃ کا حکم ہے وہاں سائل نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی رائے عدم صحت پیش کیا ہے۔ حضرت مجیب نے اس رائے کو استحباب اعادہ یا احتیاط پر محمول کیا ہے۔

حضرت والا کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے۔ مدلل ارقام فرمائیں۔ والسلام۔

سائل (مولانا) سعید احمد پالن پوری۔ دارالعلوم اشرفیہ (سورت) ٢٠ مئی ١٩٧٣ء۔

(الجواب) اس قسم کی غلطی اور لغزشوں سے احتراز ناممکن ہے۔ خصوصاً تراویح میں اگر اصلاح کے بعد بھی فساد کا حکم قائم رکھا گیا تو نا قابل برداشت تنگی لازم آئے گی۔ لہٰذا دفعاً للحرج اور عموم بلویٰ کے پیش نظر مفتی کو صحت صلوٰۃ کا قول اختیار کرنا چاہئے۔ ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی فصلوته جائز ة (فتاویٰ عالمگیری ص ٥١ ج ١)

مسئلہ:

ان الصلوٰة اذا جازت من وجوه فسدت من وجه یحکم بالفساد احتیاطاً الا فی باب

القراء ة لان للناس عموم البلویٰ کذا فی " الظهیریه."

ذکر فی الفوائد:

لوقرء فی الصلوٰة بخطأ فاحش ثم رجع وقراء صحیحاً قال عندی صلوته جائزة انتهیٰ. (الفتح الرحمانی فی فتاویٰ السید ثابت ابی المعانی الا ستاذ الفقیه المحدث مولانا الشیخ حامد مرزا الفرغانی النمنکانی نزیل المدینة المنورة ص ١٦٣)

اور مجموعہ فتاویٰ سعدیہ میں ہے۔

(سوال) شخصے در نماز. تصلی ناراً حامیة فی جنة عالیة تسقیٰ من عین انیه. خواند نماز صحیح شد یا نہ؟

(الجواب) نماز صحیح شد فی المضمرات ذکر فی الفوائد ولو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی صلوته جائزة. انتهیٰ (ص ٥٢)

(سوال) قراءت میں امام نے ایسی غلطی کی۔ جس سے معنی بدل گئے۔ لیکن مقتدی کے بتلانے سے غلطی درست ہوگئی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

(الجواب) جب مقتدی کے بتلانے سے صحیح پڑھ لیا تو نماز ہوگئی۔ (کتاب عمادالدین مرتبہ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری ص ١٦٣ پاکستان)

اگر کسی نے قراءت میں کھلی ہوئی غلطی کی۔ پھر لوٹا کر صحیح پڑھا تو اس کی نماز جائز اور درست ہے۔(١) (عمدة الفقہ مولفہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ ص ١٣٠ ج ٢ پاکستان) فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں؟:

(سوال ١١١) ایک شخص کی جیب میں ایک شیشی تھی جس میں پیشاب تھا ٹیسٹ کرانے کے لئے لے جا رہا تھا، نماز کا وقت آ گیا اور اس نے بھول سے جیب میں شیشی ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لی، شیشی بالکل بند تھی تو نماز ہوگئی یا لوٹانا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز نہیں ہوئی واجب الاعادہ ہے، یہ حامل نجاست ہے۔ اویعد حاملا له' (ای الخبث ، النجاسة)(درمختار مع الشامی ج ١ ص ٣٧٣، باب شروط الصلوٰة)

عمدة الفقہ میں ہے: (٥) اگر وہ نجاست اپنے معدن سے الگ ہو تو خواہ وہ کسی چیز میں بند ہو نماز کی مانع ہوگی، پس اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین یا جیب میں ایک شیشی ہے جس میں شراب یا پیشاب ہے تو نماز جائز نہ ہوگی خواہ وہ بھری ہوئی ہو یا نہ ہو اور اگرچہ اس شیشی کا منہ بند ہو، کیونکہ وہ شراب یا پیشاب اپنے معدن (جائے پیدائش) میں نہیں ہے (عمدة الفقہ ص ٤٦ ج ٢) فقط واللہ اعلم۔

---

(١) ذکر فی الفوائد لو قرء فی الصلاة بخطا فاحش ثم رجع وقرء صحیحا قال عندی صلاته جائزة فی و کذلک الاعراب فتاویٰ عالمگیری الباب الخامس فی زلة القاری ج ١ ص ٨٣

بلاتحری نماز پڑھنے کے بعد قبلہ پر مطلع ہونا:

(سوال ۱۱۲) مطبوعہ مجتبائی بہشتی زیور حصہ دوم ص ۱۷ قبلہ طرف منہ کرنے کے بیان میں اور بہشتی ثمر حصہ اول ص ۶۶ وص ۶۷ نماز کی شرطوں کے بیان میں ہے کہ ”اگر کسی ایسی جگہ ہے کہ قبلہ معلوم نہیں ہوتا کدھر ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے جدھر دل گواہی دے اس طرح پڑھ لیوے اگر بے سوچے پڑھ لیوے گی تو نماز نہ ہوگی، اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تب بھی نماز نہیں ہوئی۔“

لیکن اختری بہشتی زیور عکسی میں ہے کہ ”لیکن اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تو نماز ہوجائے گی (حصہ ج ۲ ص ۱۶)

سوال یہ ہے کہ بہشتی زیور مطبوعہ مجتبائی اور بہشتی ثمر میں جو ہے کہ ”نماز نہیں ہوئی، اور اختری بہشتی زیور میں جو ہے کہ ”نماز ہوجائے گی“ ان دونوں مسئلوں میں صحیح کیا ہے، حوالہ سمیت جواب دے کر ممنون کریں۔

(الجواب) اختری بہشتی زیور عکسی میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے، نورالایضاح میں ہے وان شرع بلا تحر فعلم بعد فراغه انه اصاب صحت وان علم باصابته فيها فسدت (نور الایضاح ص ۶۹ باب شروط الصلوٰة وارکانها) (درمختار مع الشامی جلد نمبر ۱ ص ۴۰۵ باب شروط الصلاة)

ترجمہ:۔ اور اگر بلاتحری (سوچے سمجھے بغیر) نماز شروع کردی پھر بعد فراغت نماز معلوم ہوا کہ ٹھیک قبلہ رخ نماز پڑھی ہے تو نماز صحیح ہوگئی، اور دوران نماز علم ہوا کہ ٹھیک قبلہ رخ نماز پڑھ رہا ہوں تو نماز فاسد ہوجائے گی (جیسا کہ متیمم درمیان نماز پانی پر قادر ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے کے بعد بلاکلی کئے نماز:

(سوال ۱۱۳) فجر کی سنت کے بعد خمیرہ کھا کر مسجد نماز پڑھنے گیا، کلی کرنا بھول گیا اور نماز میں شامل ہوگیا، حالت نماز میں خمیرہ کی مٹھاس کا اثر گلے میں محسوس ہوا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جب منہ میں خمیرہ نہیں صرف مٹھاس کا اثر ہے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئی بلاتردد نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں، شامی میں ہے۔ ولو اکل شیئاً من الحلاوة وابتلع عینها فدخل فی الصلوٰة فوجد حلاوتها فی فیه وابتلعها لا تفسد صلاته. یعنی میٹھی شئی کھا کر حلق میں اتاردی درانحالیکہ منہ میں مٹھاس کا اثر ابھی باقی ہے اس کے نگل لینے سے نماز میں فساد نہیں آئے گا۔ (شامی ج ۱ ص ۵۸۳ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) فقط والله اعلم بالصواب.

حالت نماز میں بچہ نے ماں کا دودھ پی لیا:

(سوال ۱۱۴) عورت نماز پڑھ رہی تھی جب قعدہ میں بیٹھی تو بچہ نے اس عورت کا پستان منہ میں لے لیا اور چوسنے لگا، اس سے نماز میں کوئی خرابی آئے گی؟

(الجواب) صرف پستان منہ میں لینے سے نماز میں فساد نہیں آتا، البتہ اگر دودھ پیا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی، فتاوی

عالمگیری میں ہے، صبی مص ثدی امرأة مصلية ان خرج اللبن فسدت والا فلا لانه متی خرج اللبن یکون ارضاعا وبدونه لا كذا فی محیط السرخسی (ج ۱ ص ۱۰۴ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها فصل فی الاستخلاف) فقط والله اعلم بالصواب.

خوش الحانی سے نماز میں گریہ طاری ہونا:

(سوال ۱۱۵) امام کی قرأت سننے سے نماز میں آواز گریہ طاری ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اللہ تعالیٰ کے خوف اور جہنم کے تذکرہ سے نماز میں رونا آوے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لا تفسد بحصولها من ذکر جنة او نارا تفاقاً لدلالتها علی الخشوع ای الخوف من الله تعالی الواحد القهار (طحطاوی ص ۱۷۸ باب مایفسد الصلاة) ہاں صرف خوش الحانی کے سبب رونا آوے تو نماز میں فساد آئے گا۔ فلو اعجبته قراءة الامام فجعل یبکی ویقول بلی او نعم او آری لا تفسد سراجیه لدلالته علی الخشوع قال الشامی رحمه الله تعالیٰ افادانه لو کان استلذاذا بحسن النغمة یکون مفسدا (شامی ج ۱ ص ۶۱۹ وص ۶۲۰ باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها) فقط والله اعلم بالصواب

عشاء کی نماز میں آخری قعدہ نہیں کیا اور چھ رکعت نماز پڑھادی تو فرض نماز ادا ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۱۱۶) عشاء کی نماز میں امام صاحب چار رکعت پڑھا کر بغیر قعدہ کے کھڑے ہوگئے، مقتدیوں نے لقمہ دیا، پھر بھی نہیں بیٹھے اور چھٹی رکعت پڑھ کر بیٹھے، سجدہ سہو کیا، اور سلام پھیرا۔ کیا نماز فرض عشاء صحیح ہوگئی؟

(الجواب) نماز عشاء میں پہلا قعدہ واجب ہے اس کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کر لینے سے نماز ادا ہوجاتی ہے، لیکن دوسرا قعدہ فرض ہے، اس کے چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں نماز عشاء نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، یہ چھ رکعتیں نفل ہوگئیں۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۸ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ۔

حالت نماز میں امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر گئی اس کا حکم:

(سوال ۱۱۷) دوران نماز امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر جائے اور باوجود کھنکھارنے کے نہ نکلے اور حلق سے نیچے اتر جائے تو اس صورت میں نماز صحیح ہوجائے گی یا اعادہ ضروری ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوجائے گی اعادہ ضروری نہیں ولو اکل ما بین اسنانه لا تفسد لانه لایمکن الاحتراز عنه ولهذا لا یبطل به الصوم الخ (عینی شرح باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها کنز۔ ج ۱ ص ۴۳)

(۱) سها عن القعود الاول من الفرض ولو عمليا اما النفل فيعود مالم يقيد بالسجدة ثم تذكر عاد اليه مالم يستقم قائما فی ظاهر الرواية وهو الاصح والا ای وان استقام قائما لا یعود لاشتغاله بفرض القيام وسجد للسهو ولو سها عن القعود الاخير فيتمها سجدة عامدا او ناسيا او ساهيا او خطأ تحول فرضه نفلا برفعه الجبهة عند محمد وبه يفتی درمختار علی هامش شامی ج ۱ ص ۶۹۷۔ ۶۹۹ باب سجود السهو

او دخل حلقه ای حلق الصائم ذباب او غبار وهو ای والحال انه ذاکر لصومه لعدم استطاعة الا متناع عنه فاشبه الدخان الخ (عینی شرح کنز باب مایفسد الصوم وما لا یفسده ج ۱ ص ۸۴)

اس سے معلوم ہوا کہ بحالت نماز یا بحالت صوم مکھی بلا ارادہ حلق میں چلی گئی تو مفسد نہیں ہے، اس سے احتراز مشکل ہے۔ اور یہ مثل غبار ودخان کے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۶ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ۔

نماز کی حالت میں وساوس آئیں ان کا علاج:

(سوال ۱۱۸) آج کل عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جتنے لوگ بھی نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں ان کے دماغ میں قسم قسم کے خیالات آتے ہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں کہ جو ان کو دور کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر ناکام ہوتے ہیں، تو ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ خطرات کا دل میں آنا انسانی اختیار سے باہر ہے، لہٰذا اس سے نماز میں کچھ نقصان نہیں آتا، البتہ خطرہ کو خود قائم کرنا اور دل میں لانا اور اس سے دلچسپی لینا بیشک برا ہے، ایک صحابیؓ نے آنحضرت سے اس کی شکایت کی تھی تو فرمایا کہ تم ان خطرات کی طرف مطلق التفات نہ کرو اور اپنی نماز میں لگے رہو، لہٰذا اگر خطرہ آجائے تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے بلکہ نماز میں قرأت اور تصحیح حروف کی طرف اپنی توجہ منعطف کرے، خطرہ کی وجہ سے اپنی نماز کو بیکار سمجھے اور چھوڑ بیٹھے تو شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائے گا۔ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! شیطان نماز میں آکر مجھے حائل ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ پڑھنے میں بھی شک ڈال دیتا ہے، ایسے موقع پر کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شیطان کا نام ''خنزب'' ہے تم جانو کہ وہ آ گیا ہے تو خدا سے پناہ چاہو اور تین مرتبہ بائیں طرف یعنی قلب کی جانب تھتکارو، حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کیا تو الحمد للہ اس عمل کی برکت سے حق تعالیٰ نے اس وسوسہ کو دفع کیا۔

وعن عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول الله ان الشیطان قد حال بینی وبین صلوتی وبین قرأتی یلبسها علی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذاک شیطان یقال له خنزب فاذا احسسته فتعوذ بالله منه واتفل علی یسارک ثلاثا ففعلت ذلک فاذهبه الله عنی رواه مسلم (مشکوٰة ص ۱۹ باب الوسوسة)

لاحول ولا قوة الا بالله العظیم پڑھتے رہئے، اس سے بھی وسوسے دفع ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ۔

نماز کے لئے جگانا:

(سوال ۱۱۹) ہمارے محلہ میں لوگ رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے صبح کو فجر کی جماعت میں شامل نہیں ہوتے اس لئے ہمارے یہاں صبح کی اذان کے بعد چند آدمی محلہ میں گشت لگا کر لوگوں کو جگاتے ہیں اور نماز کی طرف بلاتے ہیں

اس طرح جماعت میں تقریباً سو ۱۰۰ آدمی شریک ہوجاتے ہیں۔ اگر اس طرح بیدار نہ کیا جائے تو پچیس ۲۵ سے تیس ۳۰ آدمی ہوتے ہیں۔ چند لوگ کہتے ہیں کہ لوگوں کو اس طرح نماز کے لئے اٹھانا گناہ ہے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اٹھنے والے لوگ اس سے راضی ہیں آپ مع حوالجات تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ از سورت۔

(الجواب) اصل حکم یہی ہے کہ تثویب (اذان کے بعد اعلان) مکروہ ہے کہ اذان کافی ہے۔ اذان کے بعد اعلان کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس سے اذان کی اہمیت کم ہوجاتی ہے۔ مگر افسوس کہ خدائی بلاوہ "حی علی الصلوة، حی علی الفلاح" کی مسلمان پرواہ نہیں کرتے اس لئے بعض علماء نے غافلوں کی تنبیہ کے لئے اجازت دی ہے۔ مجالس الابرار میں ہے۔

ولظهور التوانی فی الا مور الدینیة استحسن المتأ خرون التثویب بین الا ذان والا قامة فی الصلوات کلها سوی المغرب وهذا العود الی الا علام بعد الا علام بحسب ما تعارفه کل قوم لانه مبالغة فی الا علام فلا یحصل ذلک الابما یتعارفونه، (مجالس الا برار ص ۲۸۷ مجلس ص ۴۸) کبیری میں ہے۔ واستحسن المتأ خرون التثویب وهو العود الی الا علام بعد الا علام بحسب ما تعارفه کل قوم لظهور التوانی فی الا مور الدینیة (ص ۳۶۱) (نور الایضاح ص ۶۲ باب الاذان) (شامی ج ۱ ص ۳۶۱، ص ۳۶۲ ایضاً) بلاشبہ صبح کا وقت غفلت کا وقت ہے غافلوں کو بیدار کرنے اور نماز باجماعت کا عادی بنانے کے لئے باہمت لوگ جگانے کے لئے نکلتے ہوں تو ان کو روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک ضرورت ہو یہ عمل جاری رکھا جا سکتا ہے۔ مگر کام سلیقہ سے ہونا چاہئے۔ تماشہ نہ بنالیا جائے اور باعث ایذاء مسلمین نہ ہو، مستورات اور معذورین، مکانوں میں نماز اور ذکر اللہ میں مشغول ہوں تو ان کا لحاظ رکھا جائے۔ لوگوں کو چاہئے کہ غافلین میں اپنا شمار نہ کرائیں۔ اور لوگوں کو اٹھانے کی زحمت سے بچائیں۔ شیخ سعدیؒ نے خوب کہا ہے

گفتم ایں شرط آدمیت نیست
مرغ تسبیح خواں ومن خاموش

یعنی یہ مروت سے بہت بعید ہے کہ جنگل کے چرند و پرند تو یادِ خدا میں مشغول ہوں اور میں (انسان اور مسلمان ہوکر..... اللہ ورسول ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے) غافل پڑا رہوں

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید کہ فلاں نماند

(بس اے شخص نیکی میں مشغول رہ اور زندگی کو غنیمت جان اس سے پہلے کہ (گلی کوچوں میں تمہارے لئے) اعلان ہو کہ فلاں مرگیا (گلستان) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ۔

تہجد پڑھنے والے کی لوگ اقتداء کرلیں تو کراہت کے ذمہ دار کون ہیں؟:

(سوال ۱۲۰) امام صاحب حافظ قرآن ہیں۔ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اس وقت تہجد میں تین سپارے پڑھتے ہیں اور دوسرے دو معتکف مقتدی ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی دوسرے اور لوگ بھی شریک ہوجاتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں؟ اگر

ہے تو اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر امام صاحب کی صراحۃً یا کنایۃً یا اشارۃً اجازت کے بغیر لوگ شریک ہوگئے۔ تو کراہت کے وہ ذمہ دار ہیں لیکن امام صاحب کو چاہئے کہ مسئلہ بتلا کر شریک ہونے سے روک دیں ورنہ امام صاحب کراہت کی ذمہ داری سے سبکدوش نہ ہوں گے ولو اقتدی به واحد او اثنان ثم جاء ت جماعة اقتدوا به قال الرحمتی ینبغی ان تکون الکراهة علی المتاخرین یعنی نفل پڑھنے والے کی ایک دو آدمیوں نے اقتداء کی پھر دوسرے لوگ شریک ہوگئے تو علامہ رحمتی فرماتے ہیں کہ کراہت کے ذمہ دار پیچھے آنے والے ہیں۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۴ مطلب کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وفی صلاة الرغائب) فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا رکھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۲۱) اگر مقتدی ایک ہو تو اسے داہنی طرف کھڑا رکھنے کے بجائے پیچھے کھڑا کرے یا بائیں طرف تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز تو ہو جائے گی مگر خلاف سنت ہونے کی وجہ سے اساءت کا مرتکب ہوگا۔ حتیٰ لو صلی فی یساره او خلفه جاز و یکون مسیئاً لمخالفة السنة (عینی شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۳۹ باب الامامة) فقط واللہ اعلم بالصواب

زبردستی صف اول میں جگہ کرنا:

(سوال ۱۲۲) زید اذان ہوتے ہی مسجد میں حاضر ہو کر صف اول میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور بکر مسجد میں آکر آخری صف میں بیٹھتا ہے۔ اور اقامت کے وقت جب زید وغیرہ صف بندی کرتے ہیں تو بکر آخری صف سے تمام صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں زید کی بغل میں زبردستی داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ زید اس کو کہتا ہے کہ یہ حرکت نازیبا اور خلاف شریعت ہے اگر تمہیں پہلی ہی صف کی فضیلت حاصل کرنا ہے تو پہلے ہی آکر بیٹھ جانا چاہئے مگر بکر نہیں مانتا تو بکر کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب نمازی مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادے سے جائے تو شروع ہی سے پہلی صف میں یا جہاں جگہ ملے بیٹھے۔ آگے کی صفوں میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے بیٹھنا اور بعد میں دھکے بازی کر کے پہلی صف میں گھس جانا نمازیوں کو ایذا پہنچانا ہے اور یہ حرکت نازیبا اور سخت مکروہ ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۲۳) کوئی شخص امام سے پہلے سلام پھیر دے تو نماز ہوگئی یا ناقص واجب الاداء ہوئی؟ یا پھر امام کے ساتھ

(۱) قال فی المعراج الافضل ان یقف فی الصف الآخر اذا خاف ایذاء احد قال علیه الصلاة والسلام من ترک الصف الاول مخافة ان یؤذی مسلما اضعف له اجر صف الاول وبه اخذ ابو حنیفة محمد شامی مطلب فی الکلام علی الصف الاول ج ۱ ص ۵۳۲

دوبارہ سلام پھیرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بلا عذر شرعی مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اسے چاہئے کہ امام کے ساتھ نماز پوری کرے اور امام کے ساتھ دوبارہ سلام پھیرے۔ درمختار میں ہے۔ ولو اتمه قبل امامه فتکلم جاز و کره (وله ولو اتمه) ای لو اتم الموتم التشهد باءن اسرع فیه وفرغ منه قبل اتمامه فاتی بما یخرجه من الصلوة کسلام او کلام او قیام جاز ای صحت صلاته لحصوله بعد تمام الارکان لان الامام وان لم یکن اتم التشهد لکنه قعده قدره لان المفروض من القعدة قدر اسرع ما یکون من قرائة التشهد وقد حصل وانما کره للموتم ذلک لترکه متابعة الامام بلا عذر فلو به کخوف حدث او خروج وقت جمعة او مرور مار بین یدیه فلا کراهة. (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۹۰ قبیل مطلب فی وقت ادراک فضیلة الافتتاح آداب الصلوة) فقط واللہ اعلم بالصواب

نمازیوں کی صف اول کے آگے بڑھانے پر اشکال اور اسکا جواب!:

(سوال ۱۲۴) مکرم و محترم مخدوم عالی جناب حضرت مفتی صاحب زیدت معالیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصہ دراز سے آنمحترم کی خیر و خیریت سے لاعلم ہوں۔ اس وقت ایک ضروری امر درپیش ہے وہ یہ کہ آپ کی مرتبہ فتاوی رحیمیہ ج ۳ ص ۴۵ پر یہ مسئلہ بایں صورت مرقوم ہے "البتہ اگر پیچھے جماعت خانہ میں یا برآمدہ یا صحن میں بھی جگہ نہ ہو اگر ہو تو بارش یا شدید دھوپ کی وجہ سے کھڑا رہنا دشوار ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔"

ہمارے شہر میں اس ضرورۃ جواز کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے امید ہے کہ آنجناب مندرجہ بالا مسئلہ کا حوالہ تحریر فرمائیں گے۔ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) معظمی و محترمی جناب مولانا صاحب دامت برکاتہم۔ سلام مسنون! گرامی نامہ موصول شدہ کاشف احوال ہوا (جزاکم اللہ تعالیٰ) حق تعالیٰ جناب کو تادم حیات خدمت دین میں مشغول رکھے اور قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیه وآله وصحبه وسلم۔

جناب کے اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ جواز بلا کراہت کا حکم کسی نص کے معارض نہیں ہے۔ بلکہ نصوص قرآنی اور قواعد فقہیہ کے عین مطابق ہے، قوله تعالیٰ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے دشواری منظور نہیں ہے (سورہ بقرہ) وقوله تعالیٰ ما جعل اللہ علیکم فی الدین من حرج یعنی اللہ تعالیٰ نے دین کی معاملہ میں تمہارے اوپر تنگی نہیں رکھی۔

(سورہ حج پ ۱۷) (الضرورات تبیح المحظورات) حاجت ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہے) (الاشباہ والنظائر ص ۱۰۸ حصہ قواعد) المشقة تجلب التیسیر (تنگی سے آسانی ہو جاتی ہے) (الاشباہ) اور نصاب الاحتساب میں ہے۔ ویکره الصلوٰة فوق الکعبة و کذا الصعود علی سطح المسجد الا لحاجة اصلاح ونحوه و کذا الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهذا اذا اشتد

الحر یکره ان یصلوابا لجماعة فوق السطح الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکره الصعود علی سطحه للضرورة الخ

یعنی محیط میں ہے کہ کعبہ شریف کے اوپر اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے۔ ہاں اگر تعمیر اور مرمت کی ضرورت کی وجہ سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی بھی مسجد ہو اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسی بنا پر یہ بھی مکروہ ہے کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے چھت پر جماعت کریں مگر یہ کہ مسجد میں نمازیوں کی گنجائش نہ رہے تو پھر مکروہ نہ ہوگا۔ (نصاب الاحتساب قلمی باب نمبر ۱۵ ص ۳۲)

اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے۔ الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهذا اذا اشتد الحر یکره ان یصلوابالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد حینئذ لا یکره ا [illegible]د علی سطحه للضرورة کذا فی الغرائب (فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۲ کتاب الکراهیة الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

علی هذا۔ مصلیوں پر نماز پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جائے تو ضرورۃً صف اول کا آگے بڑھا لینا بلا کراہت درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۱ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ۔

نماز میں عمامہ باندھنا:

(سوال ۱۲۵) ہمارے یہاں امام صاحب اکثر بلا عمامہ نماز پڑھاتے ہیں کیا اس طرح نماز پڑھنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام صاحب کے لباس میں عمامہ شامل ہو۔ یعنی بغیر عمامہ باندھے بازار و مجالس میں نہ جاتے ہوں تو ایسے امام صاحب کا بغیر عمامہ باندھے نماز پڑھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور جن کے لباس میں عمامہ شامل نہ ہو ان کے لئے مکروہ نہیں۔ عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے۔ لیکن کبھی کبھی نہ باندھا جائے تاکہ عوام اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھ لیں(۱) فقط اللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں داڑھی اور کپڑوں سے کھیلنا:

(سوال ۱۲۶) امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں لیکن نماز شروع کرنے کے بعد اپنا ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے رہتے ہیں اور بار بار اپنا کرتہ درست کرتے رہتے ہیں رکوع سے اٹھ کر پائجامہ کھینچ کر سجدہ میں جاتے ہیں نماز میں ان حرکتوں کا کرنا کیسا ہے؟ نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام کو ایسی فضول حرکتوں سے احتراز کرنا چاہئے ان سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اور عمل کثیر ہو کر نماز کے فساد کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ لہذا ایسے افعال عبث سے امام اور نمازیوں کو بچنا ضروری ہے۔ ویکره ایضا ان یکف ثوبه وهو فی الصلوة بعمل قلیل بان یرفع من بین یدیه او من خلفه عند السجود

(۱) والمستحب للرجل ان یصلی فی ثلاثة اثواب، قمیص وازار وعمامه فتاوی تاتارخانیة مایکره للمصلی وما لایکره ج ۱ ص ۵۶۷

(کبیری ص ۳۴۷ مکروهات صلوة) فقط والله اعلم بالصواب.

تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا:

(سوال ۱۲۷) ایک شخص مسجد میں امامت کرتے ہیں ان کو کسی شخص نے کہا کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر تہبند پہن کر نہیں پڑھ سکتے تو شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ لنگی باندھ کر خطبہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس لباس میں باہر نکلنا بازار جانا شادی غمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو۔ معیوب سمجھتا ہو اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا مکروہ ہے (وصلاته فی ثیاب بذلة) یلبسها فی بیته. وفی الشامی. قال فی البحر وفسرها فی شرح الوقایة بما یلبسه فی بیته ولا یذهب به الی الاکابر والظاهر ان الکراهة تنزیهیة اه (درمختار شامی ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب مکروهات الصلاة) فقط والله اعلم بالصواب.

قبرستان کی مسجد میں جماعت کرنا:

(سوال ۱۲۸) قبرستان کے بیچ میں مسجد ہو تو اس میں پنج وقتہ نماز کی جماعت جائز ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح ایسی مسجد میں نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسجد کی چہار دیواری کے اندر نماز پڑھنے سے قبریں نمازی کے سامنے اور یمیناً و شمالاً نہ ہوں گی اس لئے نماز بلا کراہت درست ہے۔ کبیری میں ہے۔ ویکره ان تکون قبلة المسجد الی المخرج اوالی الحمام اوالی قبر لان فیه ترک تعظیم المسجد وفی الخلاصة هذا اذا لم یکن بین یدی المصلی وبین هذا الموضع حائل کالحائط وان کان حائطاً لایکره (ص ۳۵۳ مکروهات صلاة) فقط والله اعلم بالصواب.

غصب کردہ زمین میں نماز کا حکم:

(سوال) ایک غصب کردہ زمین ہے ایک دو دن کیلئے اس پر نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) غصب کی ہوئی زمین میں نماز ہو جاتی ہے۔ مگر جانتے ہوئے بدون مجبوری اس جگہ نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔ اس لئے مالک سے اجازت حاصل کر لی جائے۔ الصلوٰة فی ارض مغصوبة جائزة ولکن یعاقب بظلم فما کان بینه وبین الله یثاب وما کان بینه وبین العباد یعاقب کذا فی مختار الفتاوی وفتاوی عالمگیری. ج ۱ ص ۱۰۹ الفصل الثانی فیمایکره ومالایکره. وطحطاوی ص ۲۰۹ فصل فی المکروهات. فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں وسوسہ دور کرنے کیلئے بار بار اعوذ باللہ الخ پڑھنا۔

(سوال ۱۲۹) ہمارے امام صاحب کہتے ہیں نماز میں (خواہ وہ سری ہو یا جہری) جب وسوسہ آئے تو بار بار اعوذ

باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنے سے وسوسہ دور ہو جائے گا۔ تو اس طرح اعوذ باللہ الخ پڑھنے سے نماز میں خلل آئے گا یا نہیں؟ اور امام صاحب کی ہدایت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں وسوسہ دفع کرنے کے لئے بار بار اعوذ باللہ الخ پڑھنے کی ہدایت صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ نماز فاسد ہونے میں فقہاء کا اتفاق نہیں ہے مگر کراہت سے خالی نہیں۔ ولو حوقل لدفع الوسوسة ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الاخرة درمختار ج ۱ ص ۵۸۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیھا) (یعنی اگر نمازی نے لاحول ولا قوة الخ پڑھا تو اگر دنیوی امور کے لئے وسوسہ ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر امور آخرت کے لئے ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی) ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً (الی قولہ) ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً نظر اذ لا فرق بینھا وبین الحوقلة فلیتأمل (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۱۶ باب ما یفسد الصلوة ویکرہ فیھا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونا!:

(سوال ۱۳۰) ظہر اور فجر کے وقت سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد فرض پڑھنے سے پہلے دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنت باطل ہوتی ہے؟ یا ثواب میں کمی آتی ہے؟ صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بعض فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ سنت و فرض کے درمیان دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنت باطل ہو جاتی ہے۔ مگر اقوی یہی ہے کہ سنت کا بطلان نہیں ہوتا۔ البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطھا ولکن ینقص ثوابھا وقیل تسقطھا (ج ۱ ص ۶۳۶ مطلب فی تحیة المسجد) یعنی سنت و فرض کے درمیان دنیوی باتیں کرے گا تو سنت باطل نہ ہوگی۔ مگر ثواب کم ہو جاتا ہے۔ اور قول ضعیف یہ بھی ہے کہ سنت باطل ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں سر سے ٹوپی گر جائے تو کیا کرے:

(سوال ۱۳۱) نماز کی نیت باندھ لی اور اس کے بعد حالت قیام میں سر پر سے کسی طرح ٹوپی گر گئی تو کیا حکم ہے؟ اس کو اٹھا کر پہن لی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں قیام یا رکوع کی حالت میں گری ہوئی ٹوپی اٹھا کر پہننا جائز نہیں ہے۔ عمل کثیر شمار ہوگا۔ جس کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ حالت سجدہ میں سر کے سامنے گری ہوئی ٹوپی عمل قلیل کے ساتھ مثلاً ایک ہاتھ سے لے کر پہن لی تو اجازت ہے بلکہ افضل ہے۔ اس سے نماز میں خرابی نہیں آئے گی۔ ولو سقطت قلنسوة فاعادتھا افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۰۰ باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیھا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں بلند آواز سے یا اللہ کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۳۲) ایک شخص کی عادت ہے کہ نماز میں زور زور سے "یا اللہ" بولتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ عادت مکروہ اور واجب الترک ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ سے قعدہ میں بیٹھتے وقت زمین پر سے سیدھا پیر اٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۳۳) ہمارے یہاں ایک حافظ صاحب ہیں ایک دو نمازیں بھی پڑھاتے ہیں۔ جب وہ سجدہ سے اٹھ کر قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو اس وقت ان کا سیدھا پیر زمین سے اٹھ جاتا ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ سے اٹھ کر قعدہ میں بیٹھتے وقت سیدھا پیر زمین پر سے اٹھ جاتا ہے اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن ایسی عادت کر لینا مکروہ ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ڈھیلا کر کے کھڑا رہنا:

(سوال ۱۳۴) ہمارے امام صاحب جب قیام کرتے ہیں تو اپنا پورا وزن ایک پاؤں پر دے کر دوسرے پاؤں کو لنگڑے کی طرح رکھتے ہیں۔ امام صاحب کو اس طرف توجہ دلائی گئی مگر وہ یہ عادت ترک نہیں کرتے تو شرعاً کیا اس کا کیا حکم ہے۔ اس سے نماز میں کراہت آتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں کبھی ایک پیر پر وزن دے کر اور کبھی دوسرے پیر پر وزن دے کر کھڑا رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ درست ہے۔ البتہ ایک پیر پر پورا وزن دے کر دوسرے پیر کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دے کہ وہ تھوڑا ٹیڑھا ہو جائے (جس طرح گھوڑا ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ٹیڑھا کر کے کھڑا رہتا ہے) تو یہ مکروہ ہے۔ ویکرہ القیام علی احد القدمین فی الصلوة بلا عذر (باب صفة الصلاة بحث القیام شامی ج ۱ ص ۲۱۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں جاتے ہوئے پائجامے کو اوپر کھینچنا اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد دامن کو نیچے کرنا!:

(سوال ۱۳۵) اگر کوئی شخص سجدہ میں جاتے وقت اپنے پائجامے کو اوپر کھینچتا ہے اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد اپنے قمیص کے پیچھے کے دامن کو نیچے کرتا ہے تو اس فعل سے نماز میں کچھ نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسی حرکت اور عادت یقیناً مکروہ ہے اور بعید نہیں کہ فعل کثیر ہو کر مفسد صلوٰۃ ہو جائے۔ لہٰذا اس عادت سے احتراز لازم ہے۔(۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) المصلی اذا مر بآیة فیھا ذکر النار او ذکر الموت فوقف عندھا وتعوذ من النار واستغفر او مر بآیة فیھا ذکر الرحمة فوقف عندھا او سأل اللہ الرحمة فھا ھنا ثلاث مسائل مسألة المنفرد والجواب فیھا انہ ان کان فی التطوع فھو حسن وان کان فی الفرائض یکرہ' الخ فتاوی تاتارخانیہ، الفصل الرابع فی بیان مایکرہ للمصلی ان یفعل فی صلاتہ وما لا یکرہ ج ۱ ص ۵۶۵۔

(۲) ولو سجد ولم یضع قدمیہ علی الارض لا یجوز ولو وضع احدھما جاز مع الکراھة ان کان بغیر عذر کذا فی شرح منیة المصلی لابن امیر الحاج فتاوی عالمگیری الباب الرابع فی صفة الصلاة ج ۱ ص ۷۰۔

(۳) یکرہ للمصلی ان یعبث بثوبہ او لحیتہ او جسدہ وان یکف ثوبہ بان یرفع ثوبہ من بین یدیہ او من خلفہ اذا اراد السجود کذا فی المعراج الدرایة فتاوی عالمگیری الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاة وما لا یکرہ ج ۱ ص ۱۰۵

اذان ہو جانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا:

(سوال ۱۳۶) اذان ہو جانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکل جانا مکروہ ہے، یہ کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟

(الجواب) اذان ہو جانے کے بعد یعنی نماز کا وقت ہو چکنے کے بعد نماز پڑھے بغیر بلا عذر شرعی کے مسجد سے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے، جماعت کے وقت واپس آنے کا ارادہ ہے تو مکروہ نہیں ہے و کرہ تحریماً للنهی خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه جرى على الغالب والمراد دخول الوقت اذن فيه اولا الا لمن ينتظم به امر جماعة اخرى اوكان الخروج لمسجد حيه ولم يصلوا فيه اولأ ستاذه لدرسه اولسماع الوعظ او لحاجة ومن عزمه ان يعود (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۶۶۹ ۶۶۸ مطلب فی کراهة الخروج من المسجد بعد الاذان)

حدیث شریف میں ہے جو شخص مسجد میں اذان سن کر بلا ضرورت کے چلا گیا اور واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں ہے تو وہ منافق ہے عن عثمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ادركه الا ذان فى المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة وهو لا يريد الرجعة فهو منافق (ابن ماجه ص ۵۴ باب اذا اذن وانت فى المسجد فلا تخرج) فقط والله اعلم بالصواب۔

عورتوں کا مسجد میں آ کر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۳۷) بعض جگہوں پر متولی، امام، عالم یا مسلمان مسجد میں عورتوں کے لئے فرض یا تراویح کی جماعت کا انتظام کرتے ہیں اور بعض اوقات رات کو یا دن کو محرم کے ساتھ یا بلا محرم کے دور دراز سے عورتیں مسجد میں آ کر جماعت سے الگ جگہ میں نماز پڑھتی ہیں وہ استدلال کرتے ہیں کہ مکہ میں مسجد حرام میں عورتیں اور مرد ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں عورتیں مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتی تھی مذکورہ حقیقت صحیح ہے تو کیوں نہیں آتیں؟ بحوالۂ کتب جواب عنایت کریں۔

(الجواب) عورتوں کے لئے جہاں تک ممکن ہو مخفی مقام پر اور چھپ کر نماز پڑھنے میں زیادہ فضیلت اور ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون بیت (کمرہ) میں نماز پڑھے یہ صحن کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کے اندر چھوٹی کوٹھری (بخاری) میں نماز پڑھے یہ کمرہ کی نماز سے بہتر ہے۔ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال صلوة المرأة فى بيتها افضل من صلوتها فى حجرتها وصلوتها فى مخدعها افضل من صلوتها فى بيتها (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۱ كتاب الصلاة باب ماجآء فى خروج النسآء الى المساجد)

ایک حدیث میں ہے کہ عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے اکیلے نماز پڑھنے میں پچیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ (مسند الفردوس)

بے شک آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں خواتین کو مسجد میں حاضر ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ کیونکہ خود رحمۃ للعالمین ﷺ موجود تھے، تعلیمات کا سلسلہ جاری تھا۔ احکام نازل ہو رہے تھے۔ وہ دور مقدس تھا جس کو خیر القرون فرمایا گیا ہے۔ یہ دور ختم ہونے لگا تو خرابیاں پیدا ہونے لگیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مسجد میں جانے

9

سے منع فرمایا، اس کی شکایت حضرت عائشہؓ سے کی گئی تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر آنحضرت ﷺ یہ حالات دیکھتے جو حضرت عمرؓ نے دیکھی ہے تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔ ان عائشة رضى الله عنها زوج النبى صلى الله عليه وسلم قالت لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعه نسآء بنى اسرائيل (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۱ باب ماجآء فى خروج النسآء الى المساجد)

ان وجوہات کی بنا پر حضرات فقہاء کرام نے بھی فتویٰ دیا کہ عورتوں کو مسجد میں جانا مکروہ ہے خواہ پنجوقتہ نمازوں کی جماعت کے لئے جائیں یا جمعہ اور عید کی نماز کے لئے یا مجلس وعظ میں شرکت کرنے کے لئے ویكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوز اليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان (درمختار مع طحطاوی ج ۱ ص ۲۸۴ باب الا مامة ۲۸۳م)

یہ حکم عام ہے، حرم شریف ہو یا مسجد نبوی ہو، ہندوستان ہو یا عربستان سب کے لئے یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہ سکتا ہے؟:

(سوال ۱۳۸) امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہے تو وہ مکروہ ہے؟ بلندی کی کم از کم حد کتنی؟

(الجواب) بلندی کی کم از کم مقدار اور حد کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے اس لئے کہ اس کے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان میں مقدار کی تصریح نہیں ہے، حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے امام کو مقتدی سے بلند جگہ پر کھڑے رہنے سے ممانعت فرمائی۔ روى الحاكم مرفوعاً نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقوم الا مام فوقا و يبقى الناس خلفه الخ (طحطاوى على الدر المختار ج ۱ ص ۲۳۱ مكروهات الصلوة) (شامى ج ۱ ص ۶۰۴ ايضا) (عينى شرح هدايه ج ۱ ص ۸۰۵ ايضا)

اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے مدائن میں نماز پڑھائی تو مقتدیوں سے بلندی پر کھڑے رہے حضرت حذیفہؓ یہ دیکھ کر آگے بڑھے اور ہاتھ پکڑ کر نیچے کھینچ لائے نماز کے بعد فرمایا کیا آپ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ " اذا ام الرجل القوم فلا يقم فى مكان ارفع من مقامهم او نحو ذلك قال عمار لذلك اتبعتك حين اخذت على يدى (ابوداؤد شريف ج ۱ ص ۹۵ باب الامام لقوم مكانا ارفع منهم)

(ترجمہ) جب کوئی شخص کسی جماعت کی امامت کرے تو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جو جماعت کی جگہ سے بلند ہو۔ حضرت عمار نے فرمایا اسی لئے تو میں نے یہ کیا کہ جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے آپ کی تعمیل کر دی۔

ان دونوں روایتوں میں بلندی کی کوئی حد اور مقدار مذکور نہیں ہے، اس لئے اختلاف ہونا قدرتی ہے لہذا مقدار کے متعلق کئی قول ہیں جن میں دو قول معتبر سمجھے گئے ہیں۔

(۱) ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ کی مقدار بلندی ممنوع و مکروہ ہے، اس سے کم مکروہ نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ

نمازی کے لئے سترہ کی بلندی کی مقدار کم از کم ایک ذراع (ہاتھ) مانی گئی ہے اس پر قیاس کر کے جگہ کی بلندی بھی ایک ہاتھ مانی چاہئے کہ بمقدار سترہ بلندی مکروہ ہے اس سے کم مکروہ نہیں۔

(۲) اتنی بلندی پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ نمایاں طور پر امام مقتدیوں سے ممتاز اور الگ معلوم ہوتا ہو دلیل یہ ہے کہ احادیث میں مطلق بلندی ممنوع ہے لہذا جس صورت میں امام مقتدی سے بلندی میں ممتاز اور نمایاں طور پر جدا معلوم ہوتا ہو اتنی بلندی مکروہ اور ممنوع ہونی چاہئے اور جیسے جیسے یہ بلندی بڑھتی جائے گی کراہت میں زیادتی ہوتی جائے گی۔ صاحب بدائع وغیرہ فقہاء نے اسی قول کی تائید کی ہے اور اسے ظاہر روایت بتلایا ہے۔ (البدائع والصنائع ج ۱ ص ۲۸۱) [1] شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے یہی قول اختیار کیا ہے (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۶۰ فصل ویکرہ للمصلی) اور زاد الفقیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقیامه علی مکان مرتفع وهو ما یقع به التمیز ظاهراً وحده (یعنی) (مکروہ ہے) اکیلے امام کا اتنی بلند جگہ پر کھڑا رہنا جو ظاہراً ممتاز معلوم ہو اور صاف طور پر الگ دکھائی دے (ص ۵۰)

"بحر الرائق" میں ہے کہ ظاہر روایت اور اطلاق حدیث کے بموجب عمل کرنا بہتر ہے فالحاصل ان التصحیح قد اختلف والاولی العمل بظاهر الروایة واطلاق الحدیث (ص ۲۶ ج ۲)

علامہ طحطاوی اور علامہ شامی نے بھی دوسرے قول کی تائید اور موافقت فرمائی ہے (قوله وهو الاوجه) وهو ظاهر الروایة والروایات قد اختلفت فی المقدار الاخذ بظاهر الروایة اولیٰ (طحطاوی ج ۱ ص ۲۴۱ مکروهات صلاة) (قوله وقیل الخ) هو ظاهر الروایة کما فی البدائع الخ (شامی ایضاً ج ۱ ص ۶۰۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اکیلا امام اونچے مقام پر کھڑا ہو:

(سوال ۱۳۹) اکیلا امام نواتج اونچی جگہ (برآمدہ) پر کھڑا رہ کر نماز پڑھائے اور مصلی نیچے (صحن میں) ہیں تو کیا حکم ہے؟ مصلیوں کا ازدہام وغیرہ شرعی عذر کچھ نہیں ہے۔

(الجواب) بغیر عذر شرعی کے امام کا اس طرح نواتج بلند جگہ پر کھڑے رہ کر نماز پڑھنا اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے (کہ وہ لوگ اپنے امام کی جگہ بلند رکھتے ہیں) مکروہ ہے۔ ہاں اگر امام کے پیچھے اس اونچی جگہ پر کچھ نمازیوں کی صف ہوگی تو کراہت نہیں ہے ویکره ایضا ان ینفرد الامام عن القوم فی مکان اعلیٰ من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معه لان فیه التشبیه باهل الکتاب علی ما تقدم انهم یخصون امامهم بالمکان المرتفع ولذا اذا کان بعض القوم مع الامام لا یکره لزوال التشبیه بزوال التخصیص (مکروهات صلوة کبیری ص ۳۴۸)

(۱) یکره سواء کان المکان قدر قامة الرجل اودون ذلک فی ظاهر الروایة ——— والصحیح جواب ظاهر الروایة الخ بیان ما یستحب فیها وما یکره)

متفرق مسائل:

(سوال ۱۴۰) (۱) نماز میں بعض لوگ قعدہ کی حالت میں بائیں پاؤں بچھا کر اس پر دائیں پاؤں کی پشت رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یعنی بائیں پاؤں کا تلوا اور دائیں پاؤں کی پشت ملا کر بیٹھ جاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں اور اس کی اصل کہاں سے ہے؟ (۲) حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی بلا کراہت یا باکراہت؟ (۳) زید کا کہنا ہے کہ مسافر کے قصر کرنے میں تمام مذاہب برابر ہیں یعنی چاروں مذہب میں قصر ضروری ہے شرعی مسافر کو قصر کرنا ضروری ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل کے نزدیک قصر ہے یا نہیں؟ (۴) مالدار شخص اپنے تین یا چار یا پانچ بیٹوں یعنی لڑکوں میں سے منتخب کر کے اپنی حیاتی میں تمام مال یا نصف مال یا ثلث حصہ مال کا ہدیہ بخشش دے سکتا ہے؟ اگر دیوے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) یہ طریقہ خلاف سنت اور مکروہ ہے نماز کے قعدہ میں مرد کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے بائیں پیر کو بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور داہنے پیر کو کھڑا کرے اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھے واذا فرغ الرجل من سجدتی الرکعة الثانیه افترش رجله الیسری وجلس علیها ونصب یمناه ووجه اصابعها نحو القبلة (نور الایضاح ص ۷۹) وبعد فراغه من سجدتی الرکعة الثانیة یفترش الرجل رجله الیسری فیجعلها بین الیتیه ویجلس علیها وینصب رجله الیمنیٰ ویوجه اصابعه فی المنصوبة نحو القبلة هو السنة الخ (درمختار) قوله (هو السنة) فلو تورک او تربع فقد خالف السنة (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۴۸ فصل اذا اراد الشروع فی الصلاة الخ) ردالمحتار (ج ۱ ص ۴۷۴ ایضاً) اگر عذر کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو جس طرح بن پڑے بیٹھے اور کوشش کرے کہ ہیئت مسنونہ کے قریب تر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جو مسافر امام قصر نہ کرے اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی عرفات میں حنبلی امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہے اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی خواہ مقیم ہو یا مسافر واطلق الامام فشمل المقیم والمسافر لکن لو کان مقیما کامام مکة صلی بهم صلوة المقیمین ولا یجوز له القصر ولا للحجاج الاقتداء به قال الامام الحلوانی کان الامام النسفی یقول العجب من اهل الموقف یتابعون امام مکة فی القصر فانی یستجاب لهم او یرجی لهم الخیر وصلاتهم غیر جائزة قال شمس الائمة کنت مع اهل لموقف فاعتزلت وصلیت کل صلوة فی وقتها واوصیت بذلک اصحابی وقد سمعنا انه یتکلف ویخرج مسیرة سفر ثم یاتی عرفات فلو کان هکذا فالقصر جائزاً فیجب الاحتیاط اه ملخصاً من التتارخانیة عن المحیط (شامی جلد دوم ص ۲۳۸ صلاة مسافر)

ایک تائیدی فتویٰ ملاحظہ ہو!

مسئلہ:۔

"مقیم شخص کو قصر کرنا جائز نہیں، خواہ مقتدی ہو یا امام اور اگر مقیم امام ہو اور قصر کرے تو اس کی اقتداء نہ مسافر کو جائز ہے نہ مقیم کو، اگر کوئی امام مقیم قصر کرے گا تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز نہ ہوگی" "معلم الحجاج" ص ۲۷۱ مولف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ اس کے حاشیہ میں پوری وضاحت ملاحظہ ہو۔

(۳) مسافر کے لئے قصر جائز ہونے میں سب اماموں کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ قصر عزیمت (واجب) ہے یا رخصت؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ عزیمت کے قائل ہیں اور حضرت امام شافعیؒ وغیرہ رخصت کہتے ہیں۔ اتفقوا علی جواز القصر فی السفر واختلفوا ھل ھو رخصۃ اوعزیمۃ ؟ فقال ابو حنیفۃ ھو عزیمۃ وشدد فیہ وقال مالک والشافعی واحمد ھو رخصۃ فی السفر الجائز وحکی عن داؤد انہ لا یجوز الا فی سفر واجب. وعنہ ایضاً انہ یختص بالخوف ولا یجوز القصر فی سفر المعصیۃ ولا الترخص برخص السفر عند مالک والشافعی واحمد وقال ابو حنیفہ یجوز ذلک (رحمۃ الائمۃ فی اختلاف الائمۃ ص ۵۳ بدایہ المجتہد ج ۱ ص ۱۶۱) و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) شرعی مصلحت سے ایک وارث کو زیادہ یا کل مال دے دیا جب کہ دیگر ورثاء کو بلا وجہ شرعی کم دینا یا نقصان پہنچانا یا محروم کرنا مقصود نہ ہو تو امید ہے کہ گناہ نہ ہوگا۔ انما الاعمال بالنیات الحدیث. ورنہ مستوجب عقاب شدید ہوگا۔ حدیث میں ہے ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضر ھما الموت فیضار ان فی الوصیۃ فتجب لھما النار. یعنی بعض مرد یا عورت ساٹھ سال تک (یعنی پوری عمر) خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول رہتے ہیں لیکن مرنے کے وقت وصیت وغیرہ کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچاتے ہیں ایسے لوگ دوزخ میں جائیں گے (معاذ اللہ) (مشکوٰۃ ص ۲۶۵ باب الوصایا الفصل الثانی) لہٰذا بلا وجہ شرعی بعض کو زیادہ اور بعض کو کم دے کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ ارشاد خداوندی اٰبائکم وابناء کم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعاً یعنی تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کو نہیں معلوم کون زیادہ تمہیں فائدہ پہنچائیں گے (اس کا صحیح علم تو خدا ہی کو ہے) سورۃ النساء فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۱۴۱) سونا چاندی کے زیورات اور گھڑی پہن کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے۔

(الجواب) مردوں کے لئے نماز وغیر نماز میں سونے چاندی کا استعمال ناجائز اور حرام ہے صرف ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہننے کی گنجائش ہے، سونے کی ناجائز ہے، سونا، چاندی اور اس سے بنے ہوئے زیورات اور روپے اور سکے جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں جائز ہے اگر گھڑی میں ایک دو پرزے چاندی کے ہوں اور بقیہ پرزے دوسری دھات کے ہوں تو حرج نہیں۔

(سوال ۱۴۲) روپے اور پوسٹ کارڈ تصویر والے جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) روپے، نوٹ اور پوسٹ کارڈ پر تصویر ہوتی ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، جیب میں رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

سر پر رومال لپیٹ کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۱۴۳) ایسا رومال لپیٹ کر نماز پڑھے کہ جس میں سر کا درمیانی حصہ کھلا رہے تو کیا نماز صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) ٹوپی پہننی چاہئے، نماز کے وقت اس طرح سر پر رومال لپیٹنا مکروہ اور منع ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے

ویکرہ الاعتجار وھو ان یشد راسہ بالمندیل ویترک وسط راسہ یعنی سر پر رومال اس طرح لپیٹنا کہ درمیانی حصہ سر کا کھلا رہے یہ مکروہ ہے (ج ۱ ص ۵۷ باب الحدث فی الصلاۃ وما یکرہ فیھا وما لا یکرہ) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ یا رکوع میں شریک ہونے کے لئے دوڑنے کا حکم:

(سوال ۱۴۴) نمازی حضرات وضو میں مشغول ہوں اتنے میں تکبیر شروع ہو جائے تو اس کے حصول کے لئے دوڑتے ہیں تو اس طرح دوڑنا ضروری ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جلدی کرے دوڑے نہیں، میانہ روی اختیار کرے دوڑنا منع ہے حدیث شریف میں ہے کہ جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے اطمینان اور وقار سے چلو، دوڑو مت۔ (بخاری شریف پ ۳ ص ۸۸ کتاب الاذان باب ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فأتموا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز کے قصد سے نکلنا نماز کے حکم میں ہے (مسلم شریف) اسی بنا پر مستحب ہے کہ اثنائے راہ میں حتی الامکان ایسی حرکت نہ کرے جو ہیئت صلوٰۃ کے منافی ہو (شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۲۲۰ باب استحباب اتیان الصلوۃ بوقار وسکینۃ والنھی عن اتیانھا سعیا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکعت اور رکوع حاصل کرنے کے لئے دوڑنا:

(سوال ۱۴۵) امام صاحب رکوع کریں اس وقت لوگ رکوع کی شرکت کے لئے دوڑتے ہیں جس سے دوسرے نمازیوں کو خلل ہوتا ہے تو اس طرح دوڑنا شرعاً کیسا ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں دوڑے نہیں، دوڑنا منع ہے خواہ رکوع نہ ملے۔ حدیث میں ہے کہ نماز کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ۔ رکعت فوت ہو جائے اس کو بعد میں ادا کر لو (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۲۰ ایضاً) اس کے علاوہ یہ بھی خیال رہے کہ مسجد میں دوڑنا مسجد کے احترام کے خلاف ہے خصوصاً جب کہ نمازیوں کو بھی تشویش ہو، جس سے اجتناب ضروری ہے۔ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نماز میں تھے، پیچھے سے ایک آدمی آیا اس کے پاس جو سامان تھا اس کو پھینک کر نماز میں شریک ہو گیا، حضرت فاروق اعظمؓ نے نماز سے فارغ ہو کر اس کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈال دیا (کتاب الاعتصام) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حنفی امام شافعی مقتدی کی آمین ختم ہونے تک رکا رہے:

(سوال ۱۴۶) ہمارے اس چیپاٹا میں ہندی، افریقی دو قسم کی بستی ہے، ہندی مسلمان تو تمام حنفی ہیں مگر افریقی مسلمان تمام شافعی ہیں وہ لوگ ہر جمعہ کو صلوٰۃ جمعہ ادا کرنے ہماری حنفی مسجد میں آتے ہیں اور حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، اب سورہ فاتحہ ختم ہوتے ہیں آمین اور بسم اللہ الخ جلدی سے پڑھ کر امام دوسری سورۃ شروع کر دیتے ہیں مگر شافعی لوگ زور سے آمین پکارتے ہیں اور کھینچ کر پکارتے ہیں، لہٰذا امام کو اس وقت ان کی امین کہنے تک رکنا چاہئے یا پھر فوراً دوسری سورۃ شروع کر دے واضح طور پر آپ جواب عنایت فرمائیں بڑا کرم ہوگا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں شافعی المذہب مقتدیوں کی آمین ختم ہونے تک حنفی امام رک سکتا ہے اس میں کراہت نہیں ہے امام بھی اطمینان سے آمین کہے تا کہ زیادہ وقفہ معلوم نہ ہو۔(۱) فقط و اللہ اعلم۔

رکعت فوت ہوجانے کے خوف سے صف سے دور رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ ڈالے:

(سوال ۱۴۷) امام رکوع میں ہو اب اگر بعد میں آنے والا شخص صف تک پہنچ کر نماز شروع کرتا ہے تو امام کو رکوع میں پا نہیں سکتا، اور رکعت فوت ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں صف سے دور کھڑے رہ کر تحریمہ باندھ لے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) صف میں جگہ ہونے کے باوجود صف سے دور الگ کھڑے رہنا مکروہ ہے۔ صف تک پہنچ کر نماز شروع کرے، چاہے رکعت فوت ہوجائے، اس لئے کہ فضیلت حاصل کرنے کی بہ نسبت مکروہ سے بچنا اولیٰ ہے۔ ان کان بحیث لو قام وراء الصف وحده يدركها ولو مشىٰ الى الصف لا يدركها انه يمشى الى الصف ولا يقف وحده ان كان فى الصف فرجة لكراهة وترك المكروه اولى من ادرك الفضيلة (كبيرى ص ۵۷۵ ادراك الفريضة) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

نماز کے لئے عورتوں کا مسجد میں جانا:

(سوال ۱۴۸) عورتوں کو برقع اوڑھ کر مسجد میں نماز کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی تھا کہ "بيوتهن خير لهن" یعنی ان کے گھر ان کے لئے مسجد سے بہتر ہیں (مشکوٰۃ ص ۹۶ باب الجماعة وفضلها) ام حمید ایک جان نثار خاتون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن تمہارے لئے بند کوٹھری میں نماز پڑھنا صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز برآمدہ کی نماز سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز ہماری مسجد (مسجد نبوی) میں آکر پڑھنے سے بہتر ہے۔ اس کے بعد ام حمید نے نماز کے لئے اندھیری کوٹھری متعین کر لی اور وفات تک وہیں نماز پڑھتی رہیں مسجد میں نہیں گئیں (ترغیب ج ۱ ص ۱۸۰)

جب حضرت عمرؓ کا دور آیا اور عورتوں کی حالت میں تبدیلی (عمدہ پوشاک، زیب و زینت اور خوشبو کا استعمال وغیرہ) دیکھ کر آپ نے ان عورتوں کو جو مسجد میں آتی تھیں، روک دیا تو تمام صحابہ کرام نے اس بات کو پسند فرمایا کسی نے خلاف نہیں کیا۔ البتہ بعض عورتوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس کی شکایت کی تو حضرت صدیقہؓ نے بھی فیصلہ فاروقی سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا "اگر حضور اکرم ﷺ ان چیزوں کو دیکھتے جواب عورتوں میں نظر آتی ہیں تو آنحضرت ﷺ بھی ضرور عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرماتے (صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۱۲۰ باب خروج النسآء الى المساجد بالليل والغلس) (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۸۳ باب خروج

(۱) قوله وكونهن سرا، جعل سرا خبر الكون المحذوف لفقدان الاسرار بها مسة اخرى فعلى هذا سنية الاتيان بها تحصل ولو مع الجهر بها ط عن ابى السعود، شامى سنن الصلاة ج ۱ ص ۴۴۴

النسآء الى المساجد الخ) حضرت عمرؓ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر عورتوں کو کنکریاں مارتے اور ان کو مسجد سے نکالتے (عینی شرح بخاری) یہ اس دور کی بات ہے جب کہ اکثر عورتوں میں شرم و حیا اور تقویٰ و پرہیزگاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور مردوں میں اکثریت نیکوکار تھی۔ فیض و برکات کے حصول کا زریں موقع تھا اور مسجد نبوی کی فضیلت اور نماز بجماعت ادا کرنے کی شریعت میں سخت تاکید تھی باوجود اس کے عورتیں مسجد کی حاضری سے روک دی گئیں تو دور حاضرہ میں کیا حکم ہونا چاہئے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

بناءً علیہ فقہاء رحمہم اللہ نے فرمایا۔ درمختار میں ہے ويكره حضور هن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوز اليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان (درمختار) (مع الشامی ج ۱ ص ۵۲۹ باب الامامة) اور مکروہ ہے عورتوں کو جماعت میں شریک ہونا، چاہے جمعہ اور عیدین ہو یا مجلس وعظ ہو۔ چاہے وہ عمر رسیدہ ہو چاہے جوان رات ہو یا دن زمانہ کی خرابیوں کی وجہ سے مفتیٰ بہ مذہب یہی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلی کہنی نماز پڑھنا:

(سوال ۱۴۹) کہنی تک آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنے سے کوئی خرابی تو نہیں؟

(الجواب) ہاں مکروہ ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔ ولو صلى رافعا كمه الى المرفقين يكره. ترجمہ۔ دونوں آستینوں کو کہنی تک چڑھا کر نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ ج ۱ ص ۵۸۔

نماز میں کھنکارنا:

(سوال ۱۵۰) نماز میں کھنکارنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) بلا ضرورت کھنکارنا مکروہ ہے۔ اگر ضرورت ہو مثلاً آواز بند ہوگئی۔ سانس رک گیا۔ یا پڑھنا مشکل ہو گیا تو کھنکارنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ آواز درست کر سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کھنکار کی آواز کے ساتھ کوئی حرف نہ نکلے۔ اگر کھنکار یا کھانسی کے ساتھ بلا اضطرار دو حرف بھی ادا ہو گئے مثلاً اح کی آواز نکلی تو نماز نہیں ہوگی۔ البتہ اضطرار کی حالت مستثنیٰ ہے۔ مثلاً طبیعت پر دباؤ ایسا پڑا کہ اح جیسا لفظ ادا ہو گیا تب نماز فاسد نہیں ہوگی قال فى الدر المختار والتنحنح بحرفين بلا عذر اما به بان نشاء من طبعه فلا او بلا غرض صحيح الخ على هامش شامى باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها ج ۱ ص ۵۷۸۔

نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے؟

(سوال ۱۵۱) نماز عشاء سے پہلے سونے میں کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) نماز عشاء کا وقت گذر جانے یا جماعت فوت ہونے کا خوف ہو تو سونا مکروہ ہے۔ اگر کسی غرض سے سونا پڑے اور کسی شخص کو تاکید کر دے کہ وقت پر بیدار کر دے تو مکروہ نہیں ہے۔ وقال الطحاوى انما كره النوم

قبلھا لمن خشی علیہ فوت وقتھا او فوت الجماعۃ فیھا واما من وکل نفسہ الی من یوقظہ فیباح لہ النوم (شامی ج ۱ ص ۳۴۱ کتاب الصلاۃ)

بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے؟:

(سوال ۱۵۲) بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگے تو اس کو صاف کرے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ یہ برکتی چیز ہے اس کو صاف نہیں کرنا چاہئے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(الجواب) پیشانی پر لگی ہوئی مٹی کو سجدہ میں صاف کرنا مکروہ ہے۔ نماز کے بعد پوچھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ صاف کرنا بہتر ہے کہ اس میں ریا و نمود کا اندیشہ نہیں۔ (شرح وقایہ ج ۱ ص ۹۴ مکروہات صلاۃ)

صف اول میں جگہ ہونے کے باوجود صف ثانی میں کھڑا رہنا:

(سوال ۱۵۳) نماز تراویح میں پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے بھی دوسری صف میں کھڑا رہے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) پہلی صف میں جگہ ہونے کی صورت میں دوسری صف میں کھڑا رہنا مکروہ ہے اور منع ہے۔ صف اولی پر ہو جائے تو صف ثانی میں کھڑا رہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم۔

سنتیں ادا کرنے کے بعد دنیوی باتیں:

(سوال ۱۵۴) فجر وظہر میں سنت مؤکدہ کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنن باطل ہوتی ہیں یا ثواب؟

(الجواب) بعض فقہاء کے نزدیک فرض اور سنن مؤکدہ کے درمیان دنیوی باتوں سے سنتیں باطل ہو جاتی ہیں مگر قوی یہی ہے کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی البتہ ثواب کم ہو جائے گا۔ ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطھا ولکن ینقص ثوابھا (شامی ج ۱ ص ۶۳۶ باب الوتر والنوافل)

نماز میں کھنکارے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۵۵) بلغم وغیرہ دفع کرنے اور نماز میں گلا صاف کرنے کے لئے امام کھنکھارے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟ جہری نماز یا سری نماز اسی طرح امام یا غیر امام کی کوئی شرط ہے یا نہیں؟

(الجواب) امام اور غیر امام، مقتدی یا منفرد، جہری نماز یا سری نماز میں گلا صاف کرنے اور بلغم دفع کرنے اور آواز کی صفائی کے لئے کھنکھارے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔ البتہ بلا ضرورت وبدون مقتضائے طبیعت کھنکارے (جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے) اور اس سے دو حرف والا لفظ جیسے اح اح صادر ہو جاوے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ "درمختار" میں ہے۔ اور نماز میں بلا عذر دو لفظ سے کھنکھارنا جیسا کہ اح اح کرنا مفسد صلوٰۃ ہے۔ ہاں اگر یہ عذر کی وجہ سے ہو جیسا کہ آواز کی صفائی اور درستگی کے لئے کھنکھارے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ والتنحنح بحرفین (بلا عذر) اما بہ بان نشأ من

(۱) کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ قلت بالکراھۃ ایضا صرح الشافعیۃ قولہ کقیامہ فی صف الخ ھل الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ او تحریمیۃ ویرشد الی الثانی قولہ علیہ الصلاۃ والسلام ومن قطعہ قطعہ اللہ الخ مطلب فی الکلام علی الصف الاول

طبعہ فلا (او) بلا (غرض) صحیح فلو لتحسین صوتہ او لیھتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلاۃ فلا فساد علی الصحیح در المختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۷۸ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا) فقط واللہ اعلم بالصواب

نمازی کے آگے سے گذرنے والے کے لئے کیا وعید ہے؟:

(سوال ۱۵۶) نماز کے آگے گذرنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز فاسد نہ ہوگی اور اعادہ بھی نہیں۔ ہاں مخل خشوع ہے، اور اس سے نمازی کی توجہ منتشر ہو جاتی ہے جس بناء پر گذرنے والا گنہگار ہے۔ حدیث میں اس کو شیطان سے تعبیر کیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے۔ وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احد کم الی شیئی یسترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلید فعہ فان ابی فلیقا تلہ فانما ھو الشیطان ھذا لفظ البخاری و لمسلم معناہ۔ (مشکوۃ شریف ص ۷۴ باب السترۃ) یعنی جب کوئی شخص کسی ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھ رہا ہے جو اس کے لئے سترہ کا کام دے رہی ہے۔ اب کوئی شخص اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو یہ اس کو ہٹا دے۔ (ایک ہاتھ سے دھکیل دے) اگر نہ مانے تو اس کو مار بھی سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو شیطان ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز عشاء اور تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۵۷) ہمارے یہاں موسم گرما میں نماز عشاء اور تراویح وغیرہ مسجد کی چھت پر پڑھی جاتی ہے۔ جماعت خانہ میں نہیں پڑھی جاتی۔ تو کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) گرمی کی وجہ سے مسجد کے جماعت خانہ اور صحن مسجد کو چھوڑ کر چھت پر عشاء اور تراویح وغیرہ کی جماعت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! جن کو جماعت خانہ اور صحن میں جگہ نہ ملے اگر وہ چھت پر جا کر نماز پڑھیں تو بلا کراہت جائز ہے کہ یہ مجبوری ہے "نصاب الاحتساب" میں ہے۔ ویکرہ الصلاۃ فوق الکعبۃ وکذا الصعود علی سطح المسجد الا لحاجۃ اصلاح ونحوہ وکذا الصعود علی کل مسجد مکروہ ولھذا اذا شتد الحر فیکرہ ان یصلوا الجماعۃ فوق السطح الا اذا ضاق المسجد فح لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ واما شدۃ الحر فلانھا لا توجب الضرورۃ وانما یحصل بہ زیادۃ المشقۃ وبھا یزداد الاجر کلہ من المحیط وغیرہ یعنی۔ محیط میں ہے کہ کعبہ شریف کے اوپر اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے۔ ہاں! اگر تعمیر ومرمت کی ضرورت سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح کوئی بھی مسجد ہو اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اس بناء پر یہ بھی مکروہ ہے کہ جب گرمی شدید ہو تو چھت پر جماعت کریں۔ مگر یہ کہ مسجد میں گنجائش نہ رہے تو اس مجبوری کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہ ہوگا۔ بہر حال گرمی کی شدت ضرورت اور مجبوری نہیں پیدا کرتی۔ کیونکہ اس سے یہی ہوتا ہے کہ مشقت بڑھ جاتی ہے اور مشقت بڑھتی ہے تو اجر وثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔ (اس کو مجبوری نہیں کہا جاتا) (نصاب الاحتساب ص ۳۲ باب ۱۵ قلمی)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے۔ الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر

یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ کذا فی الغرائب. یعنی: تمام مساجد کی چھتوں پر چڑھنا مکروہ ہے اس لئے سخت گرمی میں چھت پر چڑھ کر جماعت کرنا مکروہ ہے۔ہاں! اگر مسجد تنگ ہو اور نمازیوں کے لئے وسعت نہ ہو تو ضرورۃً باقی لوگوں کا اوپر چڑھنا مکروہ نہیں۔(فتاوی عالمگیری ص ۳۲۲ ج۵ کتاب الکراھۃ الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلۃ الخ)

''کبیری'' میں ہے۔وکذا لو صلی علی السطح من شدۃ الحر ای یکرہ لقولہ تعالی قل نار جہنم اشد حراً لو کانوا یفقہون. انتہی وفی القنیہ امام یصلی التراویح علی سطح المسجد اختلف فی کراھتہ والاولی ان وللاعلی فیہ عند العذر فکیف بغیرہ. (کبیری ص ۳۹۲ مکروھات صلاۃ)

''شامی'' میں ہے۔ثم رایت القہستانی نقل عن المفید کراھۃ الصعود علی سطح المسجد الخ ویلزمہ کراھۃ الصلوۃ ایضاً فوقہ فلیتامل. (ص ۶۱۴ مطلب فی احکام المسجد ج ۱) (مجموعہ فتاوی سعدیہ ص ۱۴۸ انفع المفتی والسائل ص ۱۲۱) مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

گرمی میں صحن مسجد میں نماز باجماعت بدون حرج کے صحیح ہے۔اگر کسی جگہ صحن داخل مسجد نہ ہو مسجد سے خارج ہو تو بانی مسجد اور اگر وہ نہ ہو تو جماعت کے لوگ متفق ہو کر داخل مسجد کی نیت کر لیں تو داخل ہو جائے گا اور اس پر مسجد کے جملہ احکام جاری ہوں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اواخر سورۂ بقرہ اور قل ہو اللہ کی قراءت:

(سوال ۱۵۸) ہمارے امام صاحب کبھی کبھی مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی آخری دو ۲ آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص، یا سورۂ کافرون یا سورۂ نصر وغیرہ تلاوت کرتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں؟ اور نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں بلا کراہت نماز صحیح ہے۔"لو قرأ آمن الرسول فی رکعۃ وقل ھو اللہ احد فی رکعۃ لا یکرہ (فتاوی عالمگیری ص ۷۸ ج ۱ الباب الرابع فی القرأۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

دوسرا سلام امام کے سلام سے پہلے پھیر دیا:

(سوال ۱۵۹) عید کی نماز میں امام نے پہلا سلام پھیرا تو اس کے ساتھ سب مقتدیوں نے بھی سلام پھیرا لیکن دوسرے سلام پھیرنے میں امام نے تاخیر کی، تو مقتدیوں نے اس خیال سے کہ امام نے دوسرا سلام پھیر دیا ہوگا، امام سے پہلے سلام پھیر دیا۔اس کے بعد امام نے دوسرا سلام پھیرا تو مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدیوں نے برا کیا مگر نماز صحیح ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں تذکرۃ الرشید میں یہ مسئلہ ہے مکروہ صحیح نہیں ہے۔تذکرۃ الخلیل میں یہ مسئلہ صحیح لکھا گیا ہے۔ملاحظہ ہو ص ۲۰۷ ۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) وتنقطع التحریمۃ بتسلیمۃ واحدۃ برھان وقد مر وفی التاتارخانیہ ماشرع فی الصلاۃ مثنی فللواحد حکم المثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمثنی بتقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تتقید بالسجدتین، درمختار علی ھامش شامی فصل اذا اراد الشروع فی الصلاۃ ج ۱ ص ۴۹۰

آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم:

(سوال ۱۶۰) آستین کھلی رکھ کر شرٹ پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟

(الجواب) کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا اور کہنی تک نیم آستین والے قمیص وغیرہ فیشن ایبل لباس پہن کر نماز پڑھنا منع ہے۔اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ وضو کرتے وقت آستین چڑھائی ہوئی ہو اور جماعت میں شرکت کرنے کے لئے جلدی میں آستین چڑھی رہی ہوں تو نماز میں ایک ہاتھ سے آہستہ آہستہ اتار دے۔اس طرح نہ اتارے کہ عمل کثیر ہو جائے ،یعنی دونوں ہاتھ استعمال کرے کہ جس سے معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔یہ بھی خیال رکھئے کہ گرمی اور پسینہ کی وجہ سے نماز کی حالت میں آستین چڑھانا عمل کثیر ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اما لو شمر وھو فیہا تفسد لانہ عمل کثیر (شامی ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب فی مکروھات الصلاۃ)

قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرے:

(سوال ۱۶۱) ہمارے امام صاحب رکوع کے بعد قومہ میں سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے ہیں درمیان میں ذرا نہیں ٹھیرتے نہ سانس توڑتے ہیں۔اسی طرح سجدہ کے بعد جلسہ کی حالت میں، اور یہی حالت ہے سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کی تکبیرات کی، ان تکبیرات میں وقفہ نہیں کرتے، ان کو دیکھ کر مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں لہذا تفصیلی جواب مطلوب ہے۔بینوا توجروا۔

(الجواب) اس طرح عادت کر لینا غلط ہے نماز مکروہ ہوتی ہے اور قابل اعادہ ہو جاتی ہے۔قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔(ویقوم مستویاً) لما مر من انہ سنۃ او واجب او فرض (ثم یکبر) مع الخرور (ویسجد واضعاً) (رکبتیہ) (درمختار) (قولہ ثم یکبر)

اتی بثم للاشعار بالاطمینان فانہ سنۃ او واجب علی ما اختارہ الکمال (قولہ مع الخرور) بان یکون ابتداء التکبیر عند ابتداء الخرور وانتہاؤہ عند انتہائہ شرح المنیۃ ویخر للسجود قائماً مستویاً (درمختار مع الشامی ص ۴۶۵، ۴۶۶ ج ۱ فصل اذا اراد الشروع فی الصلاۃ الخ)

(ویسجد بین السجدتین مطمئناً) (درمختار) (وقولہ مطمئناً) ای بقدر تسبیحۃ کما فی متن الدر والسراج (درمختار مع الشامی ص ۴۷۲ ج ۱)

ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو۔کیونکہ یہ قومہ سنت ہے۔اور اس کو واجب اور فرض بھی کہا گیا ہے پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔عبارت میں لفظ ثم آیا ہے۔جس کا مطلب یہی ہے کہ وقفہ کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے جھکنا شروع کریں یہ تکبیر اس وقت ختم ہو جب جھکنا ختم ہو (اور پیشانی زمین پر رکھی جائے) پھر دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے۔یعنی اتنی دیر بیٹھے کہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔آنحضرت ﷺ کے قومہ اور جلسہ کا طریقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرح بیان فرماتی ہیں۔کہ جب رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو اطمینان سے سیدھے کھڑے ہوتے پھر سجدہ میں

جاتے۔اسی طرح سجدہ کے بعد سر مبارک اٹھا کر برابر سیدھے بیٹھ جاتے تب دوسرا سجدہ فرماتے (مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ باب صفۃ الصلوٰۃ)

اسی طرح حضرت ابوحمید ساعدیؓ آنحضرت ﷺ کے قومہ کا طریقہ بیان فرماتے ہیں فاذا رفع رأسه استوی حتی یعود کل فقار مکانه یعنی ۔جب آنحضرت ﷺ رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو برابر سیدھے کھڑے ہو جاتے۔یہاں تک کہ کمر مبارک کا ہر ایک جوڑ اپنی جگہ ٹھہر جاتا۔(مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ ایضاً)

آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق اپنی نماز ہونی ضروری ہے۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے صلوا کما رأیتمونی اصلی ۔ترجمہ۔مجھے جس طرح نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو اسی طرح تم نماز پڑھو۔بناء علیہ اگر ہم خود اپنی نماز آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق ادا کرنے کی کوشش نہ کریں۔اور خلاف سنت نماز پڑھیں تو نماز مقبول نہ ہوگی اور قابل اعادہ ہوگی۔حدیث شریف میں ہے۔کہ آنحضرت ﷺ ایک طرف مسجد میں تشریف فرما تھے۔ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آیا سلام کیا۔آپ (ﷺ) نے فرمایا۔" وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل " یعنی ۔وعلیک السلام واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔وہ واپس ہوا نماز پڑھی پھر آیا سلام کیا۔آپ (ﷺ) نے یہی فرمایا۔جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا،تیسری یا چوتھی مرتبہ میں اس نے عرض کیا۔یارسول اللہ (ﷺ) میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔آپ ﷺ مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے۔فرمایا۔جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضوء کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ پھر اللہ اکبر کہو۔پھر قرآن جو تمہیں یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر جھکو اور اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کرو پھر پوری نماز میں اس طرح اطمینان کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر ہر ایک رکن کو ادا کرو۔(مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۷۶۔)

فقہ اور حدیث کی ان تصریحات کو دیکھئے ان میں بار بار اطمینان کی ہدایت کی گئی ہے۔آپ کے امام صاحب اگر اطمینان کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر رکوع،سجدہ،قومہ وجلسہ نہیں کرتے سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر لگاتار کہتے رہتے ہیں تو حدیث اور فقہ کی تصریحات کے خلاف کرتے ہیں۔جو سراسر بے ادبی اور مکروہ ہے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔کہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا اسوء الناس سرقة الذی یسرق من صلوته قالوا یا رسول اللہ کیف یسرق من صلوته قال لایتم رکوعها و سجودها رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف ص ۸۳ باب الرکوع الفصل الثالث) یعنی بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا۔یارسول اللہ نماز کس طرح چراتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا۔پھر ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ ثابت نہیں رکھتا۔(نہیں ٹھیراتا) آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ رکوع وسجود پورا ادا نہیں کر رہا تھا۔تو فرمایا۔اما تخف لو مت علی ذلک لمت علیٰ غیر دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم مشکوٰۃ باب الرکوع الفصل الثالث ص ۸۳)(تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمد

پر تیری موت نہ ہوگی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نماز نہیں ہوتی جب تک کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے (نہ ٹھیرائے) اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پیٹھ کو درست نہیں کرتا اور ثابت نہیں رکھتا اس کی نماز پوری نہیں ہوتی ایضاً الفصل الثانی ۔حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گذرے۔دیکھا کہ تکبیر وارکان اور قومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا۔تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن میری امت میں نہ اٹھے گا۔(اگر تو بریں بمیری روز قیامت از امتان من ترا نہ گویند)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ہے۔کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ایسا وہ شخص ہے جو رکوع وسجود کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔

لکھتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع وسجود بخوبی ادا نہیں کرتا۔اس مرد کو بلایا۔اور اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے۔اس نے کہا چالیس برس سے،فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی۔اگر تو مر گیا تو نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر نہ مرے گا۔

منقول ہے کہ جب بندۂ مومن نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے۔اور اس کے رکوع وسجود کو بخوبی بجالاتا ہے اس کی نماز بشاش اور نورانی ہوتی ہے۔فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔وہ نماز اپنے نمازی کے لئے دعا کرتی ہے اور کہتی ہے۔حفظک اللہ سبحانہ کما حفظتنی ۔(اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی) اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا (اور اس کے رکوع وسجود،قومہ وجلسہ کو بجا نہیں لاتا) وہ نماز سیاہ رہتی ہے۔فرشتوں کو اس نماز سے کراہت آتی ہے۔اور اس کو آسمان پر نہیں لے جاتے اور وہ نماز اس نمازی پر بددعا کرتی ہے۔اور کہتی ہے۔ضیعک اللہ کما ضیعتنی (اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔(اللہ تعالیٰ تیرا ناس مارے جیسا تو نے میرا ناس مارا) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی ۔مکتوب ۶۹ جلد دوم ص ۱۳۸۔۱۳۹۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پہلی صف کا امام کے برابر کھڑا ہونا:

(سوال ۱۶۲) ہمارے یہاں جب تبلیغی جماعت آتی ہے تو اس وقت اگلی صف آگے بڑھا دی جاتی ہے اور مقتدی امام سے تھوڑے ہی پیچھے ہوتے ہیں۔امام کے پیچھے والے مقتدی کو سجدہ کی جگہ نہیں ملتی (اس لئے وہ جگہ خالی رہتی ہے)اس لئے کہ امام تھوڑا سا آگے ہوتا ہے تو کیا اس طرح کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)ایک مقتدی ہو تو امام کے برابر کھڑا ہو۔دو مقتدی ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور دو سے زائد ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔والزائد یقف خلفه فلو توسط اثنین کره تنزیها وتحریما لو اکثر (درمختار)(قوله تحریما لو اکثر) افاد ان تقدم الامام امام الصف واجب کما افاده فی الهدایة والفتح (شامی ص ۵۳۱ ج ۱ باب الامامة مطلب هل الاساءة دون الکراهة او

افحش منها)

لہذا صورت مسئولہ میں پہلی صف کا آگے بڑھ جانا اس طرح پر کہ مقتدی امام کے پیچھے سجدہ نہ کرسکیں مکروہ تحریمی ہے۔البتہ اگر پیچھے جماعت خانہ میں یا برآمدہ اور صحن میں بھی جگہ نہ ہو،اگر ہو تو بارش یا شدید دھوپ کی وجہ سے کھڑا رہنا دشوار ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلے سر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۶۳)سر کھلا رکھ کر نماز پڑھنا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا۔

(الجواب) کھلے سر پھرنا آج کل فیشن ہو گیا ہے اور اس کو فساق و فجار نے اختیار کیا ہے،اور یہ بہت قبیح ہے،علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں ولا یخفی علی عاقل ان کشف الراس مستقبح وفیه اسقاط مرؤة وترک ادب. عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ سر کھولنا قبیح ہے اور مروۃ کو ختم کرنا ہے اور ادب و شریفانہ تہذیب کے خلاف ہے۔(تلبیس ابلیس ص ۳۷۳)

قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ویکره کشف الرأس بین الناس. لوگوں کے درمیان سر کھولنا مکروہ ہے۔(غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳)

مالابدمنہ میں ہے۔مرد را تشبہ بزناں وزن را تشبہ بمرداں،ومسلم را تشبہ بکفار وفساق حرام است۔مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مسلمان کو کفار وفساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔(مالابدمنہ ص ۱۳۱)

جب خارج نماز یہ حکم ہے تو اس حالت میں نماز پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا درمختار میں ہے (وصلاته حاسراً) ای کاشفاً (رأسه للتکاسل) الخ اور مکروہ ہے کاہلی اور بے اعتنائی کی بنا پر کھلے سر نماز پڑھنا الخ (درمختار ج ۱ ص ۵۹۸ مکروہات الصلاۃ مطلب فی الخشوع) فقط واللہ اعلم۔

سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنے پر نماز کا اعادہ کرنا اور دوسری جماعت میں نئے مقتدیوں کا شامل ہونا:

(سوال ۱۶۴)ایک شخص نے مغرب کی نماز پڑھائی،پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں اذا جاء نصر الله والفتح پڑھی،نیز پہلی رکعت کے رکوع سے اٹھتے وقت بجائے سمع اللّٰہلمن حمدہ کے اللہ اکبر کہا،نماز پوری ہونے کے بعد لوگوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی۔دوبارہ پڑھنا ہوگی چنانچہ دوسری جماعت کی گئی اور اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوئے جو پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے تو کیا پہلی جماعت صحیح ہوئی یا نہیں؟اگر وہ صحیح ہے تو دوسری جماعت میں جو لوگ شریک ہوئے ان کی فرض نماز کا کیا ہوگا۔بینوا توجروا۔

(الجواب)نماز میں اس طرح (خلاف ترتیب) سہواً پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا،اس لئے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے۔واجبات نماز میں سے نہیں ہے (قوله لترک واجب) ای من

واجبات الصلوة الا صلية فخرج واجب ترتيب التلاوة (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۶۷ باب سجود السهو) والرابع سببه ترک واجب من واجب الصلوة الا صلية سهواً وهو المراد بقوله ترک واجب لا کل واجب بدليل ماسنذکره من انه لو ترک ترتيب السور لا يلزمه شیء مع کونه واجباً (البحرالرائق ج ۲ ص ۹۳ باب سجود السهو) وفی التجنيس لو قرأ سورة ثم قرأ فی الثانية سورة قبلها ساهياً لا يجب عليه السجود لان مراعاة ترتيب السور من واجبات نظم القران لا من واجبات الصلوة فتركها لا يوجب سجود السهو (البحرالرائق ج ۲ ص ۹۴) درمختار میں ہے ويکره الفصل بسورة قصيرة وان يقرأ منکوساً (قوله بان يقرأ منکوساً) بان يقرأ فی الثانية سورة اعلیٰ مما قرأ فی الاولیٰ لان ترتيب السور فی القرأة من واجبات التلاوة (قوله ثم ذکر يتم) افادان التنکيس او الفصل بالقصيرة انما يکره اذا کان عن قصد فلو سهواً فلا کما فی شرح المنية یعنی مکروہ ہے چھوٹی سورت کا فصل کرنا اور قرآن الٹا پڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص اور دوسری میں سورۂ تبت پڑھے وجہ کراہت یہ ہے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے لیکن یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ قصداً چھوٹی سورت کو چھوڑ کر اس کے بعد والی پڑھے یا خلاف ترتیب پڑھے،لہذا اگر سہواً چھوٹی سورت کا فاصلہ ہو جائے یا ترتیب کے خلاف پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔(درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۰۱ قبیل باب الامامة)

رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللّٰہلمن حمدہ کہنا مسنون ہے واجب نہیں ہے لہذا اس کے ترک سے بھی سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا،البتہ قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے،سہواً مکروہ بھی نہیں۔لہذا صورت مسئولہ میں نماز درست ہوگئی اعادہ واجب نہیں تھا،لہذا دوسری جماعت میں جو نو وارد نمازی شامل ہوئے ان کی نماز نہیں ہوئی،ان کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے،اس موقعہ پر فتاوی رحیمیہ جلد اول ج ۴ ص ۱۶۹ نیز ج ۴ ص ۱۲۹ بھی دیکھ لیا جائے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام صاحب کا عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکنا:

(سوال ۱۶۵)ہماری مسجد کے امام صاحب کے پیر میں سخت درد ہے اس لئے جب وہ سجدہ میں جاتے ہیں تو زمین پر ہاتھ ٹیک دیتے ہیں تو وہ امامت کرسکتے ہیں یا نہیں؟اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟بینوا توجروا۔

(الجواب)امام صاحب عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے،بلا عذر پہلے ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔(ثم وضع)(رکبتيه ثم يديه) ان لم يکن به عذر يمنعه من هذه الصفة (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۴ فصل فی کيفية ترکيب افعال الصلاة) والله اعلم بالصواب.

نماز میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۶۶)فرض نماز میں مقتدی امام کی قرأت کے وقت یا خود امام قرأت کے وقت آنکھ بند کرے اور آنکھ بند کرنے سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے؟

(الجواب)بلا کسی ضرورت ومصلحت نماز میں آنکھ بند رکھنا مکروہ ہے البتہ اگر سامنے کوئی ایسی چیز ہو جو خشوع وخضوع

میں خلل انداز ہوتی ہوں یا آنکھیں بند کرنے سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہو یا کمال خشوع کے لئے معین ہو تو پھر مکروہ نہیں مراقی الفلاح میں ہے (ویکرہ) (تغمیض عینیہ) الا لمصلحة لقوله صلی اللہ علیه وسلم اذا قام احدکم فی الصلوة فلا یغمض عینیه لانه یفوت النظر للمحل المندوب ولکل عضو وطرف حظ من العبادة وبرؤیة ما یفوت الخشوع ویفرق الخاطر ربما یکون التغمیض اولیٰ من النظر۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ قوله (الا لمصلحة) کما اذا غمضها لرؤیة ما یمنع خشوعه، نهر، اوکمال خشوعه، شر۔ او قصد قطع النظر عن الاغیار والتوجه الی جانب الملک الغفار، مجمع الانهر (قوله فلا یغمض عینیه) ظاهره التحریم قال فی البحر وینبغی ان تکون الکراهة تنزیهیة اذا کان لغیر ضرورة ولا مصلحة (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۴، ص ۱۹۵، فصل فی المکروهات)

درمختار میں ہے (وتغمیض عینیه) للنهی الا لکمال الخشوع، شامی میں ہے، (قوله للنهی) ای فی حدیث اذا قام احدکم فی الصلوة فلا یغمض عینیه رواه ابن عدی الا ان فی سنده مَن ضعف وعلل، فی البدائع بان السنة ان یرمی ببصره الی موضع سجوده وفی التغمیض ترکها ثم الظاهر ان الکراهة تنزیهیة کذا فی الحلیة والبحر وکانه لان علة النهی ما مر عن البدائع وهی الصارف له عن التحریم (قوله الا لکمال الخشوع) بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیة ما یفرق الخاطر فلا یکره بل قال بعض العلماء انه الاولیٰ ولیس ببعید حلیه وبحر (درمختار وشامی ص ۶۰۳ ج ا ص ۶۰۴ مکروهات الصلوة)

غایۃ الاوطار میں ہے وتغمیض عینیه للنهی لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھوں کا سبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لئے بند کرنا مکروہ نہیں نہی کی حدیث کو ابن عدی نے سند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ مذکور کی ہے کہ سجدہ گاہ کا تاکنا (نظر رکھنا) مسنون ہے اور آنکھوں کے بند کرنے سے یہ سنت متروک ہو جاتی ہے تو اس لئے حلیہ اور بحر الرائق میں کراہت کو تنزیہی کہا (کذا فی الشامی بتصرف (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ج ا ص ۳۰۱)

علم الفقہ میں ہے (۲۲) حالت نماز میں آنکھوں کا بند کر لینا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر آنکھ بند کر لینے سے خشوع زیادہ ہوتا ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔ (درمختار وغیرہ) (علم الفقه ج ۲ ص ۱۱۸ مکروهات نماز) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں آستین اتار سکتا ہے یا نہیں:

(سوال ۱۶۷) ایک شخص نے وضو کیا، رکعت فوت ہو جانے کے خوف سے جلدی جلدی جماعت میں شامل ہو گیا اور کہنیاں کھلی رہ گئیں، جماعت میں شامل ہونے کے بعد نماز میں وہ شخص اپنی آستین اتارے یا آستین چڑھے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پوری کرے افضل کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) افضل یہ ہے کہ عمل قلیل سے اپنی آستین اتارے ایسی صورت اختیار نہ کرے کہ عمل کثیر ہو جائے، اس کی صورت یہ ہے کہ کچھ رکوع میں کچھ قومہ میں کچھ سجدہ میں کچھ جلسہ میں، اس طرح موقع بموقع عمل قلیل سے دونوں آستین اتارے شامی میں ہے ومثله مالو شمر للوضوء ثم عجل لا دراک الرکعة مع الامام واذا دخل فی الصلوة کذلک وقلنا بالکراهة فهل الافضل ارخاء کمیه فیها بعمل قلیل او ترکهما لم اراه و الاظهر الاول بدلیل قوله الاتی ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل تأمل هذا وقید الکراهة فی الخلاصة والمنیة بان یکون رافعاً کمیه الی المرفقین وظاهره انه لا یکره الی ما دونهما (شامی ص ۵۹۹ ج ا) مطلب مکروهات الصلوة تحت قوله کمشمر کم او ذیل) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مردوں کا ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا اور اس حالت میں نماز پڑھنا کیا حکم رکھتا ہے:

(سوال ۱۶۸) ٹخنوں سے نیچے ازار لنگی پہننا کیسا ہے؟ جائز ہے یا حرام ہے؟ بہت سے لوگ نماز کے وقت ازار کو موڑ کر ٹخنوں سے اوپر کر لیتے ہیں، کیا نماز میں ازار کو ٹخنوں سے اوپر کرنا ضروری ہے؟ اگر ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟ کیا نماز کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ٹخنوں سے نیچے پائجامہ (ازار) لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ابوداؤد شریف میں حدیث ہے۔

حدثنا موسی بن اسمعیل ... عن عطاء بن یسار عن ابی هریرة قال بینما رجل یصلی مسبلا ازاره اذقال له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء، ثم قال اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء فقال له رجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مالک امرته ان یتوضأ قال انه کان یصلی وهو مسبل ازاره وان اللہ جل ذکره لا یقبل صلوة رجل مسبل ازاره۔ (ابو داؤد شریف ص ۱۰۰ جلد اول باب الاسبال فی الصلوة)

ترجمہ: عطاء بن یسار حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا جاؤ دوبارہ وضو کر کے آؤ، وہ شخص وضو کر کے آیا چنانچہ وہ شخص گیا اور وضو کر کے حاضر ہوا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ وضو کر کے آؤ، وہ شخص گیا اور وضو کر کے آیا، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم کیوں فرمایا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنی ازار ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہوئے ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

حدثنا زید بن اخزم ... عن ابن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من اسبل ازاره فی صلوته خیلاء (ای تکبراً) فلیس من اللہ جل ذکره فی حل ولا حرام، (ابو

داؤدشریف ص ١٠٠ جلد اول باب الاسبال فی الصلوۃ)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص ازراہ تکبر نماز میں اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہو تو اللہ کی طرف سے نہ اس کے لئے جنت حلال ہوگی نہ اس پر جہنم حرام ہوگی۔

مردوں کے لئے ازار وغیرہ سے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو افضل صورت یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ہو، اگر اس سے نیچے ہو تو بیش از بیش ٹخنوں سے اوپر تک ہو، ازراہ کبر ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا سخت حرام ہے، احادیث میں اس پر شدید وعید آئی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(١)عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ازارۃ المؤمن الی انصاف ساقیہ لا جناح علیہ فیما بینہ وبین الکعبین ما اسفل من ذلک ففی النار قال ذلک ثلث مرات ولا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ' بطراً رواہ ابو داؤد وابن ماجہ (مشکوۃ شریف ص ٣٧٣ کتاب اللباس ،فصل نمبر ٢)

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مؤمن کی ازار نصف پنڈلی تک ہے، اور اس سے نیچے دونوں ٹخنوں کے اوپر تک ہو تو اس میں کوئی حرج (گناہ) نہیں اور ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا تو وہ جہنم میں ہوگا، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت سے) اس شخص کو نہیں دیکھے گا جو اپنی ازار تکبر کے مارے لٹکائے۔

(٢)عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسفل من الکعبین من الازار فھو فی النار، رواہ البخاری (مشکوۃ شریف ص ٣٧٣ کتاب اللباس)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہوگا۔ (بخاری، مشکوۃ)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے قدم کے جتنے حصے پر ازار لٹکتی ہے وہ حصہ دوزخ میں جلے گا (مظاہر حق ص ٤٩٤ ج ٣ ملخص)

(٣)عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جرازارہ بطراً متفق علیہ (بخاری و مسلم)(مشکوۃ شریف ص ٣٧٣ کتاب اللباس)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت) اس شخص پر نہیں کرے گا جو اپنی ازار ازراہ تکبر ٹخنوں سے نیچے دراز کرے (یعنی لٹکائے)

(٤)عن ابن عمر رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من جرازارہ خیلاء ، لم ینظر اللہ یوم القیمۃ متفق علیہ .(مشکوۃ شریف ص ٣٧٣ ایضاً)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی ازار تکبر سے کھینچے (یعنی ٹخنوں سے نیچے لٹکائے) اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن (نظر رحمت سے) نہیں

دیکھے گا۔

(٥)عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما رجل یجر ازارہ' من الخیلاء خسف بہ فھو یتجلجل فی الارض الی یوم القیمۃ رواہ البخاری (مشکوۃ شریف ص ٣٧٣ ایضاً)

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنی تہ بند کو لٹکا کر زمین سے کھینچ کر چلا کرتا تھا، اس کو دھنسا دیا گیا وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔

(٦)حدثنا حفص بن عمر ..... عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ثلثۃ لا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم یوم القیمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم قلت من ھم یا رسول اللہ فقد خابوا وخسروا فاعادھا ثلثاً قلت من ھم یا رسول اللہ خابوا او خسروا قال المسبل والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب او الفاجر (شک الراوی)(ابو داؤد شریف ص ٢١٠ جلد ثانی ، کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار)

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین قسم کے شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف قیامت کے دن (رحمت ورعایۃ) کی نظر سے دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، میں نے عرض کیا اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہیں وہ تو یقیناً ناکام ہوگئے اور خسارہ میں پڑ گئے، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں وہ تو ناکام ہوگئے اور خسران میں پڑ گئے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (١) (ازار) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (٢) احسان جتانے والا (٣) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔

ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ لیلۃ البراءۃ (شب برات نصف شعبان کی رات) میں بھی ایسا شخص اللہ کی رحمت اور مغفرت سے محروم رہتا ہے، چنانچہ مظاہر حق میں حدیث نقل کی ہے۔

''اور ایک روایت میں آیا ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں سب بخشے جاتے ہیں مگر عاق (والدین کی نافرمانی کرنے والا) اور مدمن خمر (ہمیشہ شراب پینے والا) اور مسبل ازار (ٹخنوں سے نیچا ازار لٹکانے والا) نہیں بخشے جاتے (مظاہر حق ص ٤٩٥ ج ٣ کتاب اللباس)

الجواھر الزواھر ترجمہ البصائر میں ہے اور (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا آج شب بنوکلب کی بکریوں کے صوف اور بالوں کی مقدار خدا کی رہائی دیئے دوزخی چھوٹیں گے البتہ جو مشرک ہوگا اور جو کینہ ور ہوگا اور جو رشتہ ناطہ کے حقوق نہ سمجھے گا اور جو ٹخنہ سے نیچے کپڑا لٹکا ہوا پہنے گا اور جو والدین کا نافرمان ہوگا اور جو شراب خوری کا خوگر ہوگا اس کی طرف نگاہ رحمت نہ فرمائے گا (الجواہر الزواہر ص ٢٥١ بیسویں بصیرت)

مذکورہ روایات میں غور کیجئے ٹخنوں سے نیچے ازار، پائجامہ لٹکانے پر کتنی سخت وعید ہے، ان روایات کے پیش نظر کوئی مؤمن اس بات کی ہمت نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے اور یہ فعل عموماً ازراہ کبر اور غیروں کے تشبہ سے ہوتا ہے، جب شرعی حکم یہ ہے کہ لباس ٹخنوں سے نیچے نہ ہو تو اس میں غفلت اور لاپروائی نہ ہونی چاہئے، لہذا

یوں کہنا کہ ہمارا یہ فعل ازراہ تکبر نہیں ہے بے خیالی میں ہو جاتا ہے مسموع نہ ہوگا نیز دیکھنے والوں کو ایسے شخص سے بدظنی پیدا ہوتی ہے تو ایسی ہیئت کیوں اختیار کی جائے کہ جس کی وجہ سے لوگوں کو بدظنی پیدا ہو۔

عدا آثام میں ہے۔

مردوں کو ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا تہبند پہننے کی ممانعت:

چونکہ آنحضرت ﷺ نے مردوں کے لئے صاف طریق سے فرمادیا ہے کہ ما اسفل من الکعبین ففی النار (بخاری شریف) یعنی جو کوئی مرد کہ ٹخنوں سے نیچا پائجامہ پہنے گا وہ دوزخ میں ہوگا لہٰذا مردوں کو ایسا نیچا پائجامہ یا تہ بند پہننا قطعی حرام ہے، بعض احادیث میں فخریہ پہننے کی جو قید مذکور ہے اول تو وہ قید احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے جیسا کہ علمائے محدثین کے اقوال سے صاف ظاہر ہے دوسرے اگر اس میں فخر کا لگاؤ نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ ٹخنوں سے اونچا پائجامہ پہننے میں عار آتی ہے یا ایسے پہننے والوں کو نظر حقارت سے کیوں دیکھتے ہیں اور اس بابت ان سے مضحکہ بھی کرتے ہیں جو کفر ہی ہے کہ مسائل شرعیہ پر مضحکہ اڑانا صریح کفر ہے غرض کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری خرابی خمیر ہی کی خرابی سے ہے ورنہ احکام شریعت کی بجا آوری کچھ مشکل نہ تھی (عدا الآثام معروف بہ احکام الاعضاء ص ۱۵۷،۵۸ امؤلفہ مولوی محمد یار حسین حنفی گوپا موی، مطبع نول کشور لکھنؤ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ تقصیر الثیاب سنة واسبال الا زار و القمیص بدعة ینبغی ان یکون الا زار فوق الکعبین الی نصف الساق وهذا فی حق الرجال واما النساء فیرخین ازارهن اسفل من ازار الرجال یستر ظهر قدمهن اسبال الرجل ازاره اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیه کراهة تنزیه کذا فی الغرائب (فتاوی عالمگیری ص ۳۳۳ ج۵ کتاب الکراهیة ، الباب التاسع)

اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ٹخنوں سے اوپر ازار پائجامہ پہنیں اور یہ حکم صرف نماز کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر وقت اس پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے گو کہ نماز کے وقت عمل نہ کرنے کا گناہ نسبۃً زیادہ ہوگا اور اگر یہ فعل ازراہ تکبر ہے تو اس حالت میں نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی، ثواب سے محروم رہے گی۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے۔

(سوال) نماز میں ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا کیسا ہے؟

(الجواب) نماز میں ٹخنوں سے نیچے پائجامہ لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ثواب سے محروم رہے گا، نماز کے علاوہ بھی ٹخنوں سے اوپر رکھنا ضروری ہے، حدیث میں ایسے شخص کے لئے بہت وعید آئی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۷ ج۴ مدلل ومکمل) فقط واللہ اعلم۔

بحالت نماز لکھی ہوئی چیز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۶۹) اگر مسجد میں قبلہ والی دیوار پر کچھ لکھا ہو مثلاً "مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا منع ہے۔" یا کوئی آیت یا حدیث لکھی ہو اس کو کسی نے نماز کے دوران دل سے پڑھ کر سمجھ لیا تو کیا ایسی مکتوب چیز کے ماحصل اور مفہوم کو سمجھ لینے سے نماز فاسد ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قصداً و ارادۃً دل سے پڑھنا اور سمجھنا مکروہ ہے البتہ نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر پڑھنے میں زبان کو حرکت ہوئی تو یہ تلفظ ہوا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور بلا قصد و ارادہ اتفاقاً نظر پڑ جائے تو معاف ہے مکروہ نہیں مگر نظر جمائے نہ رکھے، درمختار میں ہے۔ (ولا یفسدها نظره الی مکتوب وفهمه) ولو مستفهما وان کره (درمختار) شامی میں ہے (قوله ولو مستفهما) اشار به الی نفی ما قیل انه لو مستفهما تفسد عند محمد قال فی البحر والصحیح عدمه اتفاقا لعدم الفعل منه الخ (قوله وان کره) ای لا شتغاله بما لیس من اعمال الصلوة واما لو وقع علیه نظره بلا قصد وفهمه فلا یکره (درمختار و شامی ص ۵۹۳ ج ۱ ، باب مایفسد الصلوة وما یکره فیها)

مراقی الفلاح میں ہے (لو نظر المصلی الی مکتوب وفهمه) سواء کان قرانا اوغیره قصد الا ستفهام اولا أساء الادب ولم تفسد صلاته لعدم النطق، بالکلام. طحطاوی میں ہے۔ (قوله لو نظر المصلی الی مکتوب الخ) وجه عدم الفساد انه انما یتحقق بالقراء ة وبالنظر و الفهم لم تحصل والیه اشار المؤلف بقوله لعدم النطق (قوله قصد الا ستفهام) بهذا علم ان ترک الخشوع لا یخل بالصحة بل بالکمال ولذا قال فی الخانیة والخلاصة اذا تفکر فی الصلوة فتذکر شعراً او خطبة فقرأها بقلبه ولم یتکلم بلسانه لا تفسد صلاته کما فی البحر (قوله اساء الادب) لان فیه اشتغالاً عن الصلوٰة وظاهره ان الکراهة تنزیهیة وهذا انما یکون بالقصد واما لو وقع نظره علیه من غیر قصد و فهمه فلا یکره (مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۷ فصل فی ما لا یفسد الصلوة) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

نماز میں اپنے بدن اور کپڑوں سے کھیلنا:

(سوال ۱۷۰) نماز میں اپنے جسم پر بلا ضرورت ہاتھ پھیرتا ہے، کپڑوں کو درست کرتا ہے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز نہایت خشوع وخضوع اور توجہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے، بلا ضرورت بدن کھجانا، بدن پر ہاتھ پھیرتے رہنا مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار میں ہے (وعبثه به) ای بثوبه (وبجسده) للنهی الا لحاجة ولا بأس به خارج صلاة ، شامی میں ہے (قوله للنهی) وهو ما اخرجه القضاعی عنه صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ کره ثلاثا العبث فی الصلوة والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر و هی کراهة تحریم کما فی البحر یعنی بلا ضرورت اپنے کپڑے اور بدن سے کھیلنا مکروہ ہے، حدیث میں اس پر نہی وارد ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین چیزوں کو پسند نہیں فرماتے (۱) نماز میں کھیلنا (۲) روزے میں گالی گلوچ کرنا (۳) قبرستان میں ہنسنا، اور یہ افعال مکروہ تحریمی ہیں، بحر میں اس کی صراحت ہے (درمختار و شامی ص ۵۹۹ ج ۱ مکروہات الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم۔

فرض نماز کے بعد امام سنت ونوافل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے؟:

(سوال ۱۷۱) امام فرض نماز پڑھانے کے بعد سنت اور نفل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے؟

(الجواب) مناسب یہ ہے کہ امام مصلی سے ہٹ کر دوسری جگہ سنت اور نفل پڑھے اسی جگہ پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، البتہ ہٹ کر پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو مجبوری ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ ویکرہ للامام ان یصلی فی مکانہ الذی صلی فیہ الفرض کما فی البحر والکافی (طحطاوی ص ۱۰۳ قبیل باب الاذان۔ تحت قولہ الا سنۃ الفجر) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

کھلے سر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۷۲) ان دنوں آزاد خیال لوگوں نے کھلے سر نماز پڑھنے کو فیشن بنالیا ہے، اس کا کیا حکم ہے تحریر فرماویں، بینوا توجروا۔

(الجواب) سر چھپانا، ٹوپی پہننا اسلامی لباس میں داخل ہے اس کی خاص فضیلت واہمیت آئی ہے، کھلے سر لوگوں کے سامنے آنا جانا، بے ادبی اور بے حیائی ہے، آپ ﷺ اور حضرات صحابہ تابعین وسلف صالحین مشائخ ومحدثین اور ائمہ دین کی یہ عادت نہ تھی، بلکہ یہ تو یہود ونصاریٰ اور غیروں کی پیروی ہے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ ویکرہ کشف راسہ بین الناس . یعنی لوگوں کے سامنے کھلے سر پھرنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳)

تلبیس ابلیس میں امام ابن جوزی رقم طراز ہیں۔ (ولا یخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستقبح وفیہ اسقاط مروۃ وترک ادب وانما یقع فی المناسک تعبد اللہ ذلالۃ ص ۳۷۳)

عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں کہ کھلے سر لوگوں کے سامنے پھرنا معیوب ہے اور اس میں اسقاط مروت وترک ادب ہے صرف احرام کی حالت میں اظہار عبدیت وعاجزی کے مدنظر سر کو کھلا رکھنے کا حکم ہے نہ کہ بطور فیشن کے، جب کھلے سر لوگوں کے سامنے آنا اور پھرنا مکروہ وبے ادبی سمجھا جاتا ہے تو پھر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کھلے سر پڑھنے میں کس قدر خرابی اور بے ادبی لازم آئے گی؟ بڑوں کو کھلے سر گھومتے اور نماز پڑھتے چھوٹے بچے دیکھ کر وہ بھی ان کی نقالی کریں گے اور اس برائی کا سبب بڑے ہوں گے، حدیث شریف میں ہے۔

ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعد من غیر ان ینقص من اوزارھم شئی (مشکوۃ ص ۳۳ کتاب العلم)

یعنی جس نے برا طریقہ جاری کیا اس پر اس کا گناہ ہے اور جس نے بعد میں اس پر عمل کیا اس کا بھی گناہ ہے بغیر اس کے کہ بعد والے کے گناہ میں کمی ہو، درمختار میں ہے۔ کہ کسل کے سبب کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور شامی میں ہے، علمائے کرام سے منقول ہے کہ گرمی کے سبب بھی کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

و(تکرہ صلاتہ حاسرا ای کاشفا راسہ للتکاسل (درمختار) عن بعض المشایخ انہ لاجل الحرارۃ والتخفیف مکروہ (شامی ج ۱ ص ۶۰۰ مکروھات الصلاۃ مطلب فی الخشوع)

نیز فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کاہلی کے سبب کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، حتی کہ حالت نماز میں اگر ٹوپی گر جائے تو عمل کثیر کا ارتکاب کئے بغیر پہننے کا حکم ہے۔ ولو سقطت قلنسوتہ فاعادتھا افضل الا اذا احتاجت

لتکویر او عمل کثیر (ایضاً ص ۶۰۰) لہذا کھلے سر نماز پڑھنے کا فیشن قابل ترک اور فساق کا فعل ہے، اللہ تعالیٰ نوجوان طبقہ کو اچھے کاموں کی توفیق عنایت فرما کر اس نازیبا طریقہ سے باز رکھے آمین۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

محراب میں امام کا قیام کب مکروہ ہے:

(سوال ۱۷۳) امام صاحب مسجد کی محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) امام صاحب محراب میں اس طرح کھڑے ہوں کہ دونوں قدم داخل محراب ہوں تو مکروہ ہے، البتہ قدمین خارج محراب ہوں تو مکروہ نہیں، نمازیوں کے ازدحام اور جگہ کی تنگی کے سبب مجبوراً اندرون محراب قیام کی نوبت آوے تو مکروہ نہیں۔

ویکرہ قیام الامام بجملتہ فی المحراب لا قیامہ خارجہ وسجودہ فیہ (الی قولہ) واذا ضاق المکان فلا کراھۃ (مراقی الفلاح بھامش الطحطاوی ص ۱۹۸ فصل فی المکروھات الصلاۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نماز میں امام کی مکروہ حرکتیں:

(سوال ۱۷۴) ایک امام صاحب ہاتھ باندھنے کے بعد بار بار ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے ہیں اور بار بار قمیص کھینچتے ہیں، ایسے ہی رکوع میں ازار کے پائینچے درست کر کے پھر سجدہ کرتے ہیں نماز میں ایسی حرکات کے مرتکب کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) امام یا غیر امام کو ایسی فضول حرکتوں سے اجتناب چاہئے، اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور کبھی عمل کثیر ہو کر فساد نماز کی نوبت آجاتی ہے، لہذا ایسے عبث فعل سے امام اور مصلیوں کو بچنا چاہئے۔ ویکرہ ایضا ان یکف ثوبہ وھو فی الصلوٰۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود او یدہ فیھا وھو مکفوف کما اذا دخل وھو مشمر الکم والذیل وان یرفعہ کیلا یترب الخ (کبیری ص ۳۳۷) ...... فقط و اللہ اعلم بالصواب .

مسبوق لاحق مدرک

حرم شریف میں بوقت ازدحام مسبوق کے لئے کیا حکم ہے:

(سوال ۱۷۵) حرم شریف میں حجاج کو اکثر مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ دروازے میں جہاں سے لوگوں کی آمد و رفت ہے نماز کے لئے جگہ نصیب ہوتی ہے اور گاہ بگاہ ایک دو رکعتیں امام کے ساتھ نہیں ملتیں تو امام کے سلام کے بعد اسے پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔ خصوصاً عصر کے وقت چونکہ اس کے بعد سنن نہیں ہیں اس لئے لوگ باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور اتنی ساری بھیڑ ہو جاتی ہے کہ سجدہ کرنا دوبھر ہو جاتا ہے بلکہ بڑا پڑی میں کھڑے رہنا دشوار ہو جاتا ہے ایسے حالات میں مسبوق امام کے سلام پھرانے سے اول کھڑا ہو کر اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے پڑھ کر امام کے سلام کے بعد لوگوں کے اٹھنے سے پہلے فارغ ہو جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ یا نہیں؟

(الجواب) ایسے حالات میں جب کہ فوت شدہ رکعتیں پڑھنے کا امکان نہ ہو تو امام کے ہمراہ قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے ادا کر لے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ کبیری شرح منیہ میں ہے او یخاف مرور الناس بین یدیہ ونحو ذلک فلا یکرہ ح ان یقوم قبل سلامہ بعد قعودہ قدر التشہد ولا یقوم قبل قعودہ قدر التشہد اصلا (مفسدات صلاۃ ص ۴۳۹) (ترجمہ) خطرہ ہے کہ لوگ اس کے سامنے سے گذریں گے یا اس طرح کا کوئی اور خدشہ ہے تو اس وقت یہ بات مکروہ نہیں ہے کہ امام جب قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھ چکے یعنی اتنی دیر گذر جائے جتنی دیر میں التحیات پڑھی جا سکتی ہے تو وہ (مقتدی) کھڑا ہو جائے مگر اس کا پورا خیال رکھے کہ اس سے پہلے (یعنی جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاتی ہے اس سے پہلے) ہرگز کھڑا نہ ہو۔

مغرب کی ایک رکعت ملے تو بقیہ رکعات کس طرح ادا کرے:

(سوال ۱۷۶) مغرب کی آخری رکعت میں شرکت کی یعنی ایک رکعت ملی امام کے سلام کے بعد ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کیا کہ امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعت ملا کر دو رکعتیں ہوئی تھیں لیکن میرے ساتھی نے (جس کو آخری رکعت ملی تھی) ایک رکعت ادا کر کے قعدہ نہیں کیا بلکہ دو رکعت پڑھ کر قعدہ کیا اور مزید اینکہ سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں، کیا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا بہتر تھا آپ نے درست کیا۔ آپ کے ساتھی نے دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہے تاہم اس کی نماز ہوتی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں اس صورت میں سجدۂ سہو بھی استحساناً لازم نہیں ہے لو ادرک مع الامام رکعۃ من المغرب فانہ یقرأ فی الرکعتین الفاتحۃ والسورۃ ویقعد فی اولہما لانہا ثنائیۃ ولو لم یقعد جاز الخ (کبیری ص ۴۴۱ مفسدات صلاۃ صغیری ص ۲۴۱ شامی ج ۱ ص ۵۵۸ قبیل باب الاستخلاف فتاوی محمدی ص ۸۷)

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابن مسعودؓ کے روبرو پیش ہوا تھا تو آپ نے فتوی دیا تھا کہ دونوں (مسروق، جندب) کی نماز ہوگئی مگر مجھے یہ پسند ہے کہ مسروق کی سی نماز پڑھوں یعنی ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کروں (مجمع

الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲) قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولو یلزمہ سجود السہو لکون الرکعۃ اولیٰ من وجہ (شامی ج ۱ ص ۵۵۸ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسبوق کے تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا:

(سوال ۱۷۷) مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیرا یعنی قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، لہٰذا اسے تو تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے یا وہی کافی ہے۔

(الجواب) امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی ہے تو جماعت میں شامل ہونے والا شمار ہوگا تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے:

(سوال ۱۷۸) مسبوق آدمی سجدۂ سہو کا سلام پھیرنے میں امام کی متابعت کرے یا نہیں؟

(الجواب) مسبوق جس کو اپنی بقیہ نماز ابھی پوری کرنی ہے وہ سجدۂ سہو میں تو امام کی اتباع کرے مگر سلام نہ پھیرے (شامی ج ۱ ص ۶۹۶ باب سجود السہو) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام جب قعدۂ اخیرہ میں بیٹھے تو مسبوق امام کے ساتھ درود، دعا پڑھے یا نہیں:

(سوال ۱۷۹) ایک شخص کی دو رکعت چھوٹ گئیں۔ امام صاحب قعدۂ اخیرہ میں بیٹھیں اور تشہد، درود و دعا پڑھیں۔ تو یہ مسبوق کیا پڑھے؟ التحیات اور درود وغیرہ پڑھے یا خاموش بیٹھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں التحیات (تشہد) اس طرح آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام کے ساتھ ساتھ اس کا التحیات ختم ہو۔ یا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ مکرر کرر پڑھتا رہے۔ درمختار میں ہے۔ والمسبوق فیترسل لیفرغ عند سلام امامہ وقیل یتم وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ (درمختار) قولہ فیترسل) ای یتمھل وھذا ما صححہ فی الخانیۃ وشرح المنیۃ فی بحث المسبوق من باب السہو باقی الاقوال مصحح ایضاً قال فی البحر وینبغی الافتاء بما فی الخانیۃ کما لا یخفی ولعل وجہہ کما فی النہر انہ یقضی اخر صلاتہ فی حق التشہد ویاتی فیہ بالصلوۃ والدعاء وھذا لیس اخرا الخ (درمختار و الشامی ج ۱ ص ۴۷۷ فصل فی بیان تالیف الصلوۃ الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع میں جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۸۰) مقتدی نے تکبیر تحریمہ بحالت قیام توقف کر کے نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے اور رکوع میں جاتے ہوئے کہہ کر امام کو رکوع میں پالیا تو یہ اقتدا صحیح ہوئی اور رکعت معتبر ہوگی یا نہیں؟

[1] قولہ وتنقضی قدوۃ بالاول ای بالسلام الاول قال فی التجنیس الامام اذا فرغ من صلاتہ فلما قال السلام جاء رجل واقتدی بہ قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلا فی صلاتہ لان ھذا سلام الا تری انہ لو اراد ان یسلم علی احد فی صلاتہ ساھیا فقال السلام ثم علم فسکت تفسد صلاتہ شامی، واجبات الصلاۃ ج ۱ ص ۴۳۶

(الجواب)صورت مسئولہ میں تکبیر بحالت قیام نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے کہی ہے اس لئے نماز میں داخل نہ ہوا، جب نماز میں داخل ہونا صحیح نہ ہوا تو رکعت کیسے معتبر ہوگی بلکہ نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ چنانچہ مجالس ابرار میں ہے، ومحل التکبیر القیام المحض حتی لو ادرک الامام فی الرکوع وکبر حال الانحطاط لا یصیر داخلاً فی الصلوٰۃ لان شرط الدخول فیہا وقوع التکبیر فی محض القیام ولو قال فی القیام اللّٰہ وفی الرکوع اکبر لا یصیر داخلاً۔

ترجمہ۔اور تکبیر کا موقع قیام ہے (یعنی حالت قیام میں پوری تکبیر کہنا چاہئے) اسی بنا پر اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ نماز میں داخل ہونے کی شرط تکبیر کا حالت قیام میں ہونا ہے لہذا اگر قیام میں ''اللہ'' کہا اور رکوع میں ''اکبر'' تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔ (مجالس ابرار ص۔ ۲ مجلس نمبر ۵۲ کبیری ص ۲۷۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چار رکعت والی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملے تو چھوٹی ہوئی رکعتیں کس طرح ادا کرے :

(سوال ۱۸۱) تین رکعت پوری ہونے کے بعد ایک مقتدی امام کے پیچھے نماز میں شامل ہوا وہ مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تین رکعتیں کس طرح ادا کرے گا؟ یعنی کس کس رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے گا؟ اور کون سی رکعت پر قعدہ کرے گا؟ مع حوالہ جواب عنایت کریں یہاں اس سلسلہ میں اختلاف ہو رہا ہے؟ بینوا توجروا (از جدہ)

(الجواب)اس صورت میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر ثنا پڑھے پھر اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے اور رکوع وسجدہ کر کے قعدہ کرے دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے۔ مگر اس رکعت کے بعد قعدہ نہ کرے اور تیسری رکعت میں فقط سورۂ فاتحہ پڑھے اور پھر دستور کے موافق قعدۂ اخیرہ کر کے نماز پوری کرے۔ درمختار میں ہے۔ ویقضی اول صلوٰتہ فی حق قراءۃ واخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما برابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط. (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو بعد میں کس طرح ادا کرے :

(سوال ۱۸۲) مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کس طرح ادا کرے۔ مع حوالہ جواب عنایت کریں۔ یہاں اختلاف ہو رہا ہے۔ بینوا توجروا۔ (از جدہ)

(الجواب)صورت مسئولہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو اور پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے قعدہ کرے پھر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت ملا کر نماز پوری کرے۔ یہ عام قاعدہ ہے۔ مگر حدیث ابن مسعودؓ کی وجہ سے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر دو رکعت کر کے قعدہ کرے گا تب بھی اس

پر سجدۂ سہو یا نماز کا اعادہ لازم نہ ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج ا ص ۱۷۶) کبیری میں ہے لو ادرک مع الامام رکعۃ من المغرب فانہ یقرء فی الرکعتین الفاتحۃ والسورۃ ویقعد فی اولھما لانہا ثانیۃ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمہ سجود السہو (کبیری ص ۵۵۸) شامی میں ہے (قولہ وتشہد بینہما) قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمہ سجود السہو لکون الرکعۃ اولیٰ من وجہ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب:

(سوال ۱۸۳) فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد پنجم ص ۱۵۳ پر فتویٰ ہے کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیرا یعنی قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، کھڑا ہی ہے تو تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے یا وہی کافی ہے؟

(الجواب)''امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی ہے تو جماعت میں شامل ہونے والا شمار ہوگا تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے،'' اس جواب پر بعض مفتیان کرام کو اشکال ہے کہ جب اس شخص نے قعدہ میں شرکت نہیں کی تو اقتدا کیسے صحیح ہوگی؟ اس کا کیا جواب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)جب مسبوق نے امام کے سلام سے پہلے اقتداء کی نیت سے تکبیر تحریمہ کہہ دی تو وہ حرمت صلوٰۃ میں داخل ہو گیا اور اقتدا صحیح ہو گئی، صحت اقتداء کے لئے اتنی شرکت کافی ہے، قعدہ میں شرکت شرط نہیں، البتہ اگر لفظ سلام کہنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہی ہو تو اقتدا صحیح نہ ہوگی، شامی میں ہے۔ (قولہ وتنتھی قدوۃ بالاول) ای بالسلام الاول قال فی التجنیس الامام اذا فرغ من صلوٰتہ فلما قال السلام جاء رجل واقتدی بہ قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلاً فی صلاتہ لان ہذا سلام الخ (شامی ج ۱ ص ۴۳۶ واجبات الصلاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صورت میں اقتداء صحیح ہے صحت اقتداء کے لئے ادنیٰ مشارکت کافی ہے، صغیری میں ہے وفی الذخیرۃ قال وان سوی ظہرہ فی الرکوع یعنی حال کون الامام راکعاً صار مدرکا تلک الرکعۃ قدر علی التسبیح اولم یقدر ای لا تشترط المشارکۃ قدر التسبیحۃ وہذا ہو الاصح لان الشرط المشارکۃ فی جزء من الرکن وان قل وادناہ ان ینتہی الی حد الرکوع قبل ان یخرج الامام عن حد الرکوع الخ (صغیری ص ۱۶۵، ص ۱۶۶)

اس کی تائید میں دو فتاویٰ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ

(سوال) مقتدی بہ نیت اقتدا صرف تکبیر تحریمہ ہی کہنے پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو کیا مقتدی اس تحریمہ سے اپنی نماز پوری کرے یا بار دگر انفرادی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

(الجواب)اگر سلام سے پہلے مقتدی نے تکبیر تحریمہ ختم کر لی تھی تو وہ نماز میں شریک ہو گیا اور اسی نماز کو پوری کرلے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۹۸)

(۲) حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب سابق مفتی اعظم دارالعلوم دیو بند کا فتویٰ

(سوال) زید نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا اور زید نے امام کی شرکت قعود میں بالکل نہیں کی تو اب زید کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہنی چاہئے یا اول ہی تکبیر تحریمہ کافی ہے؟

(الجواب) پوری تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کہہ چکا ہے تو وہ شریک جماعت ہوگیا، اب اس کو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قال فی الحلیة عند قول المنیة ولا دخول فی الصلوٰة الا بتکبیر الا فتتاح (شامی)(فتاوی دارالعلوم مدلل ومکمل جلد ثالث باب الجماعت ص ۶۹)فقط و اللہ اعلم

فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۵۲ کے فتویٰ کی تائید میں مزید دو فتوے:

(سوال ۱۸۴) فتاویٰ رحیمیہ اردو ص ۱۵۲ جلد پنجم پر جو فتویٰ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔ مسبوق نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہی اور بیٹھنے نہ پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کی اقتداء صحیح ہوگئی اور وہ جماعت میں شامل ہوگیا، تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس فتویٰ پر بعض اہل علم حضرت کو اشکال ہے، فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۵۵-۱۵۶ میں اس کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رحیمیہ کی تائید میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی دیو بندی کا فتویٰ پیش کیا ہے، اس کے بعد مزید دو فتوے نظر سے گذرے وہ یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان دونوں فتاویٰ سے بھی صراحۃً فتاویٰ رحیمیہ کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک

(الجواب) ان میں سے ایک فتویٰ امداد الاحکام میں ہے (امداد الاحکام یہ امداد الفتاویٰ کا تکملہ ہے، اس میں حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی عثمانی اور حضرت مولانا مفتی عبدالکریم متھلوی کے فتاویٰ درج ہیں جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے زیر نگرانی لکھے گئے ہیں، مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۵ پاکستان ۱۴۰۰ھ میں شائع ہوا ہے)

ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں یاد کرے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۸۵) دو آدمی ایک ساتھ جماعت میں شریک ہوئے، امام کے سلام کے بعد اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھنے میں ایک کو شک ہوا کہ کتنی رکعتیں فوت ہوئی ہیں؟ تو اس نے اپنے ساتھی کو دیکھ کر اس کے مانند اپنی نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا دہرانی پڑے گی۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر اس نے ساتھی کی امام کی حیثیت سے اقتداء کی ہے تو نماز نہ ہوگی، نعم لو نسی احد المسبوقین فقضی ملا حظا للاخر بالا قتدآء صح، درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الا مامة فقط و اللہ اعلم.

حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام:

(سوال ۱۸۶) اگر مسبوق نمازی جماعت میں ایسے وقت آکے ملے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے صرف

نیت ہی باندھنے پایا یا قعدہ میں ملنے کے لئے کچھ تھوڑی ہی جھکا تھا مگر قعدہ نہ مل سکا اور امام نے سلام پھیر دیا، تو یہ فرمایئے کہ وہ مسبوق نمازی جماعت میں شامل ہوا یا نہیں؟ اگر جماعت میں شامل ہوا نہیں تو اسی نیت سے اپنی نماز فرد ا پوری کرے، یا پھر سے علیحدہ نماز کی نیت کرے؟

(الجواب) قال فی الدر لو کبر قائماً فرکع ولم یقف صح لان ما اتی به الی ان یبلغ الرکوع یکفیه قنیة ص ۲۶۳ ج ۱ وفی الشر نبلا لیة والثانی من شروط صحة التحریمة الا تیان بالتحریمة قائمة او منحنیاً قلیلاً قبل وجود انحنائه بما هو اقرب للرکوع قال فی البرهان لو ادرک الا مام راکعا فحنی ظهره ثم کبر ان کان الی القیام اقرب صح الشروع ولو ارادبه تکبیر الرکوع وتلغویته لان مدرک الا مام فی الرکوع لا یحتاج الی تکبیر مرتین خلافاً لبعضهم وان کان الی الرکوع اقرب لا یصح التحریمة اه (ص ۱۳۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے بقدر اللہ اکبر قیام کافی ہے، زیادہ کی ضرورت اس وقت ہے جب کہ مصلی پر تحریمہ کے بعد قیام بھی فرض ہو، صرف صحت تحریمہ کے لئے ادراک رکوع وغیرہ میں قیام زائد علی قدر اللہ اکبر لازم نہیں، پس اگر سلام امام سے پہلے نیت صلوٰۃ کے بعد اللہ اکبر کہہ لے تو اقتداء صحیح ہوگئی، تو جھکنے بھی نہ پایا ہو، بیٹھنے بھی نہ پایا ہو اور اللہ اکبر کے بعد وقفہ بھی نہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم ۲۲ صفر ۴۶ھ۔ (امداد الاحکام ص ۴۵۷، ج ۱ ص ۴۵۸)

دوسرا فتویٰ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب۔ لدھیانوی دامت برکاتہم پاکستان کا ہے۔

مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا:

(سوال ۱۸۷) ایک شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے مقتدی بیٹھنے نہیں پایا کہ امام نے سلام پھیر لیا، کیا اس کی اقتداء صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) باسم ملہم بالصواب۔ اقتداء صحیح ہوگئی قال فی شرح التنویر وتنقضی قدوة بالا ول قبل علیکم علی المشهور عند نا وعلیه الشافعیة (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۳۶)وفقط و اللہ اعلم بالصواب. ۲ رجب ۸۴ھ (احسن الفتاوی جدید ج ۳ ص ۲۷۰ باب الامامة والجماعة)

مسبوق کے لئے ثناء تعوذ اور تسمیہ کا حکم:

(سوال ۱۸۸) مسبوق جب اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے ثناء تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق جب اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے ثناء، تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے، درمختار میں ہے (والمسبوق من سبقه الا مام بها او ببعضها وهو منفرد) حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الا عتداد بها لکراهتها مفتاح السعادة (قوله حتی یثنی) تفریع علی قوله منفرد فیما یقضیه بعد فراغ امامه فیاتی بالثناء والتعوذ لا نه للقراءة ویقرأ لانه یقضی اول صلاته فی حق القراءة کما یاتی حتی لو ترک القراءة فسدت (درمختار و شامی باب الا مامة ج ۱ ص ۵۵۷، ۵۵۸) فقط و اللہ اعلم بالصواب

صلوۃ المریض

بیمار آدمی فرض نماز بیٹھ کر کب پڑھ سکتا ہے؟:

(سوال ۱۸۹) آدمی بیمار رہتا ہے لیکن نماز کے لئے پیادہ چل کر آتا ہے اور بیٹھ کر نماز با جماعت ادا کرتا ہے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) فرض اور واجب نماز میں قیام فرض ہے۔ پوری رکعت کھڑے ہوکر نہیں پڑھ سکتا ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہیں۔ سہارے کے بغیر کھڑے نہ ہو سکیں تو دیوار یا عصا کا سہارا بھی لے لیں۔ اپنے خادم کا سہارا لے سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ایک آیت ہی کسی طرح کھڑے ہوکر پڑھ سکتے ہیں تو اتنی مقدار ضرور کھڑے ہوں۔ اتنی بھی طاقت نہ ہو یا خطرہ ہو کہ مرض میں شدت ہو جائے گی۔ تو بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہوگی۔ اسی طرح بیٹھنے کے متعلق بھی ہے۔ تکیہ لگا کر یا کسی صورت سے بھی بیٹھ سکتے ہے تو لیٹ کر نماز نہیں ہوگی۔ جب بیٹھ کر پڑھنے کی کوئی صورت نہ رہے تب لیٹ کر پڑھ سکتے ہیں۔ فرض، واجب اور صبح کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ نفل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں لیکن نصف اجر ملے گا۔ قال فی الدر وان قدر علی بعض القیام (و لو متکا علی عصا او حائطاً)(قام) لزوما بقدر ما یقدرولو قدر آیة او تکبیر ة علی المذهب لان البعض معتبر بالکل (درمختار)(وقوله علی المذهب)فی شرح الحلوان نقلاً من الهند وانی لو قدر علی بعض القیام دون تمامه او کان یقدر علی القیام بعض القراء ة دون تمام یو مر بان یکبر قائماً ویقرٔ ما قدر علیه ثم یقعد ان عجز وهم المذهب الصحیح لایروی خلافه عن اصحابنا ولو ترک هذا خفت ان لا تجوز صلاته وفی شرح القاضی فان عجز عن القیام مستویاً فلم یقوم متکئاً لا یجزیه الا ذلک وکذا لو عجز عن القعود مستویاً قالوا یقعد متکا لا یجزیه الا ذلک فقال عن شرح التمر تاشی ونحوه فی العنایة بزیادة وکذلک لو قدر ان یعتمد علی عصا او کان له خادم لو اتکأ علیه قدر علی القیام اه (درمختار مع الشامی ص ۷۱۰ ج ۱ باب صلوٰة المریض)فقط و اللہ اعلم بالصواب. وفیه ایضاً قوله ای الفریضه اراد بها ما یشتمل الواجب کالو ترو ما فی حکمه کسنة الفجر (ردالمحتار باب صلوۃ المریض)

بیمار شخص نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا الگ نماز پڑھے تو کس صورت میں قیام کر سکتا ہے؟ اس کے لئے کیا حکم ہے:

(سوال ۱۹۰) بیمار گھر میں کھڑا کھڑا نماز پڑھ سکتا ہے لیکن مسجد میں نماز با جماعت کے لئے جائے تو کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی بیٹھ کر پڑھنی پڑتی ہے تو وہ کیا کرے؟ گھر میں کھڑے کھڑے پڑھے یا مسجد میں جا کر نماز با جماعت بیٹھ کر پڑھے؟

(الجواب) اس کے لئے ضروری ہے کہ گھر میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے قیام فرض ہے۔ جماعت کے لئے فرض ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ گھر میں گھر والوں کے ساتھ جماعت کا انتظام ہو جائے تو بہتر ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم۔

مریض کے لئے تکیہ اونچا کیا گیا اور اس نے اس پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۹۱) مریض اشارے سے رکوع سجود کرتا ہے اگر اس کے لئے تکیہ رکھ دیا جائے اور اس پر وہ سجدہ کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ تکیہ پر سجدہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اشارہ سے جتنا جھک سکتا ہو اتنا سر جھکانا ضروری ہے اگر اسی مقدار پر تکیہ ہو تو نماز درست ہو جائے گی اور اگر تکیہ اس سے اونچا ہے تو جھکنا پورا نہیں پایا گیا تکیہ مخل اور مانع ہوا تو نماز درست نہ ہوگی وان لم یستطع الرکوع والسجود یؤمی براسه قاعداً ویجعل سجوده اخفض من رکوعه لیتحقق الفرق بینهما ولا یرفع الیه شیئی یسجد علیه ان کان خفض رأسه یصح ویکون صلاته بالایماء والا فلا. (مجالس الابرار م ۵۲ ص ۳۰۸)فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست:

(سوال ۱۹۲) بیمار جو بستر پر ہو چلنے پھرنے سے معذور ہو اس کا جسم اور کپڑے پاک نہ رہتے ہوں، کیا وہ ایسی ناپاکی کے ساتھ بستر پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ہر نماز کے لئے پاکی حاصل کرنا مشکل ہے، اس میں کوئی گنجائش ہو تو تحریر فرمائیں؟ نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ استنجاء نہ خود کرنے کی طاقت ہوتی ہے اور نہ کوئی استنجاء کرانے والا ہوتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (از حیدر آباد)

(الجواب) جسم اور کپڑے اور بستر پاک کرنے کی صورت نہ ہو تو ایسی بیماری کی حالت میں بھی نماز ادا کرے چھوڑے نہیں، انشاء اللہ ادا ہو جائے گی، اسی طرح اگر ایسا شخص جس کے لئے ستر دیکھنا جائز ہو موجود نہیں ہے اور خود استنجاء کرنے سے بالکل عاجز ہے تو ایسے وقت استنجاء ساقط ہو جاتا ہے، اسی حالت میں نماز پڑھے، نماز قضاء نہ کرے۔

درمختار میں ہے مریض تحته ثیاب نجسة وکلما بسط شیئاً تنجس من ساعته صلی علی حاله وکذا لو لم یتنجس الا ان یلحقه مشقة بتحریکه (درمختار ج ۱ ص ۷۱۵ باب صلوۃ المریض) دوسری جگہ ہے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا تنجس فوراً له ترکه (درمختار) شامی میں ہے (وقوله وکذآ مریض الخ) فی الخلاصة مریض مجروح تحته ثیاب نجسة ان کان بحال لایبسط تحته شیئی الا تنجس من ساعته له ان یصلی علی حاله وکذا لو لم یتنجس الثانی الا ان یز داد مرضه له ان یصلی فیه (در مختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۸۳ کتاب الطهارت مطلب فی احکام المعذور)

(۱) ولو اضعفه عن القیام الخروج للجماعة صلی فی بیته قائما به یفتی خلافاً للاشباه قال فی الشامیة تحت قوله به یفتی وجهه ان القیام فرض بخلاف الجماعة وبه قال مالک والشافعی خلافا لا حمد بناء علی ان الجماعة فرض عنده الخ درمختار مع الشامی باب صفة الصلاة ج ۱ ص ۴۱۵.

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (فرع) فی الخانیة مریض عجز عن الا ستجاء ولم یکن له من یحل له جماعه' سقط عنه الا ستجاء لا نه لا یحل مس فرجه الا للذلک و اللہ اعلم (طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی الا ستجاء ص ۲۷)

بہشتی زیور میں ہے۔مسئلہ نمبر ۱۳۔فالج گرا اور ای بیماری ہوگئی کہ پانی سے استنجا نہیں کرسکتی تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالا کرے،اور اسی طرح نماز پڑھے،اگر خود تیمم نہ کرسکے تو کوئی دوسرا تیمم کرادے،اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی بھی طاقت نہیں تو بھی نماز قضاء نہ کرے اسی طرح نماز پڑھے،کسی اور کو اس کے بدن کا دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں،نہ ماں نہ باپ نہ لڑکا نہ لڑکی،البتہ بیوی کو اپنے میاں اور میاں کو اپنی بیوی کا بدن دیکھنا درست ہے،اس کے سوا کسی اور کو درست نہیں۔(بہشتی زیور ص ۵۴ص ۵۵ حصہ دوسرا،بیماری کی نماز کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ کرنے میں قطرہ آتا ہو تو نماز کس طرح پڑھے:

(سوال ۱۹۳) ایک عورت کی عمر ساٹھ برس ہے اسے قطرہ کا عارضہ ہے جب وہ نماز میں سجدہ میں ہوتی ہے تو دو تین قطرے پیشاب ہوجاتا ہے اور اگر بیٹھ کر پڑھتی ہے تو قطرہ نہیں آتا ہے تو وہ کس طرح نماز پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں قیام اور رکوع میں قطرہ نہ آتا ہو تو کھڑے ہوکر نماز شروع کرے اور رکوع بھی کرے اور سجدہ کھڑے کھڑے اشارہ سے کرے (شامی ص ۱۰۷ ج ۱)(۱) یا بیٹھ جائے اور اشارہ سے سجدہ کرے،اور یہ بھی جائز ہے کہ بیٹھ کر پوری نماز اشارہ سے ادا کرے،اور فقہاء نے اس کو (بیٹھ کر اشارہ کرکے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوکر پڑھنے کی بہ نسبت) افضل کہا ہے،سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو ملتقی الابحر میں ہے (وان قدر علی القیام وعجز عن الرکوع والسجود) اوعن السجود فقط (یؤمی قاعداً وهو افضل من الا یماء قائماً) لا ن القعود اقرب الی السجود وهو المقصود (ملتقی الا بحر) مجمع الا نهر میں ہے (قوله وان قدر علی القیام وعجز عن الرکوع والسجود یؤمی قاعداً) لان رکنیة القیام لکونه وسیلة الی السجود الذی هو نهایة التعظیم فسقط الوسیلة لسقوط الا صل (وهو) ای الا یماء قاعداً (افضل من الایماء قائماً) لکون رأسه فیه اقرب الی الارض قال شیخ الا سلام یؤ می للرکوع قائماً والسجود قاعداً وقال زفر و الشافعی یصلی قائما بالا یماء کذا فی التبیین (مجمع الا نهر شرح ملتقی الابحر ص ۱۵۴،ص ۱۵۵،باب صلوة المریض)

مراقی الفلاح میں ہے (وان تعذر الرکوع والسجود) وقدر علی القعود لو مستنداً (صلی قاعدا بالا یماء) للرکوع والسجود برأسه ولایجزیه مضطجعا (وجعل ایماء ه لا) براسه (للسجود اخفض من ایماء ه) براسه (للرکوع) وکذا لو عجز عن السجود وقدر علی الرکوع یؤ می بهما لان النبی صلی اللہ علیه وسلم عاد مریضاً فرأه یصلی علی وسادة فاخذها فرمی بها

(۱) وفی الذخیرة رجل بحلقه خراج ان سجد سال وهو قادر علی الرکوع والقیام والقرأة یصلی قاعداً یؤ می ولو صلی قائما برکوع وقعد او ما بالسجود واجزاه والا ول لم یشرعا قربة بنفسها بل لیکونا وسیلتین الی السجود، باب صلاة المریض)

11

فاخذ عوداً لیصلی علیه فرمی به و قال صل علی الارض ان استطعت والا فاوم ایماء ً واجعل سجودک اخفض من رکوعک.

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله صلی قاعداً بالایماء) او قائما به والاول افضل لانه اشبه بالسجود لکونه اقرب الی الارض وهو المقصود کذا فی التبیین وفی البحر ظاهر المذهب جواز الا یماء قائما او قاعدا کما لا یخفی ا ه قال الحلبی لو قیل ان الا یماء قائما هو الا فضل خروجاً من الخلاف یعنی خلاف من یشترط القیام عند القدرة علیه لکان موجها (قوله وکذا لو عجز عن السجود الخ) قال فی الفتح رجل بحلقه جرح لا یقدر علی السجود ویقدر علی غیره من الا فعال یصلی قاعدا بالا یماء ولو قام وقرأ ورکع ثم قعد وأ و ما للسجود جاز والاول اولی (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۳۵ باب صلاة المریض)

درمختار میں ہے:۔(ومنها القیام)..... (فی فرض)..... (لقادر علیه) وعلی السجود فلو قدر علیه دون السجود ندب ایماء ه قاعداً وکذا من یسیل جرحه لو سجد وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحه اذا قام او یسلس بوله..... الخ (درمختار) شامی میں ہے (قوله فلو قدر علیه) ای علی القیام وحده' او مع الرکوع کما فی المنیة (قوله ندب ایماء ه' قاعداً) ای لقربه من السجود وجاز ایماءه قائماً کما فی البحر..... الخ (قوله وکذا) ای یندب ایماء ه قاعداً مع جواز ایمائه قائما لعجزه، عن السجود حکماً لا نه لو سجد لزمه فوات الطهارة بلا خلف واو ما کان الا یماء خلفاً عن السجود (درمختار و شامی ص ۴۱۴،ص ۴۱۵ ج ۱،باب صفة الصلوة) غایۃ الاوطار میں ہے لقادر علیه وعلی السجود قیام فرض ہے اس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیه دون السجود ندب ایماء ه قائماً پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اس لئے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں تو ذریعہ کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ میں اشارہ سے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی جائز ہے وکذا من یسیل جرحه لو سجد اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے اس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اس کا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہے اس لئے کہ سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹتا ہے تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا۔کذا فی الحلبی (غایۃ الاوطار ص ۲۰۶ ج ۱ ص ۲۰۷)

درمختار میں ایک اور مقام پر ہے (وان تعذرا) لیس تعذرهما بل تعذر السجود کاف (لا القیام اومأ قاعداً) وهو افضل من الا یماء قائماً لقربه من الارض (ویجعل سجوده اخفض من رکوعه) لزوماً (درمختار) شامی میں ہے (قوله او ما قاعداً) لان رکنیة القیام للتوصل الی السجود فلا یجب دونه وهذا اولی من قول بعضهم صلی قاعدا اذا یفترض علیه ان یقوم للقرأة فاذا جآء اوان الرکوع والسجود اومأ قاعداً کذا فی النهر اقول التعبیر یصلی قاعدا هو ما فی الهدایة والقدوری وغیرهما واما ما ذکره من افتراض القیام فلم ار ه لغیره فیما عندی من کتب المذهب بل کلهم متفقون علی التعلیل بان القیام سقط لانه وسیلة الی السجود بل صرح فی الحلیة بان هذه

المسئلة من المسائل التی سقط فیها وجوب القیام مع انتفاء العجز الحقیقی والحکمی ا ه ویلزم علی ما قاله انه لو عجز عن السجود فقط ان یرکع قائماً وهو خلاف المنصوص کما علمته آنفاً نعم ذکر القهستانی عن الزاهدی انه یومی للرکوع قائماً وللسجود جالساً ولو عکس لم یجز علی الاصح اه وجزم به الولوالجی لکن ذکر ذلک فی النهر وقال الا ان المذهب الا طلاق اه ای یؤمی قاعدا او قائما فیهما فالظاهر ان ما ذکره' هنا سهو فتنبه له (درمختار وشامی ص ۴۱۰ ج ۱ باب صلوۃ المریض)

غایۃ الاوطار میں ہے وان تعذرا ...... ویجعل سجوده اخفض من رکوعه اگر رکوع اور سجدہ دونوں نہ ہو سکیں تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کے زمین سے یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنی بدون اس کے سجدہ جائز نہ ہوگا۔ شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہ ہو سکنا اشارہ کے لئے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا۔ الخ (غایۃ الاوطار ص ۳۴۶ ج ۱) فقط و الله اعلم بالصواب

آنکھ کے آپریشن کے بعد نماز پڑھنے کا طریقہ:

(سوال ۱۹۴) میری آنکھ کا آپریشن ہوا ہے، رکوع وسجدہ کے لئے گردن جھکاتا ہوں تو آنکھوں میں نا قابل برداشت تکلیف ہوتی ہے اور درد ہوتا ہے آنکھ سرخ ہو جاتی ہے، ایسی حالت میں رکوع وسجدہ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر واقعی رکوع وسجدہ کرنے پر آنکھوں میں نا قابل برداشت تکلیف ہوتی ہو یا آنکھوں کو نقصان ہوتا ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز ادا کر سکتے ہیں، رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کریں، سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہونا چاہئے۔ مراقی الفلاح میں ہے وان تعسر کل القیام بوجود الم شدید صلی قاعدا برکوع وسجود (قوله بوجود الم شدید) کدوران رأس ووجع ضرس او شقیقة او رمد کما فی القهستانی (طحطاوی علی مراقی الفلاح) اس کے بعد فرماتے ہیں (وان تعذر الرکوع والسجود) وقدر علی الرکوع ولو مستنداً (صلی قاعداً بالا یماء) للرکوع والسجود براء سه ولاً یجزیه مضطجعا (وجعل ایماء ه) برأ سه (للسجود اخفض من ایمائه) برائسه (للرکوع) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳۵ باب صلوۃ المریض) فقط و الله تعالیٰ اعلم بالصواب .

مؤذن کا معذوری کی وجہ سے اپنے لئے مصلی بچھانے پر اصرار کرنا:

(سوال ۱۹۵) ہمارے مؤذن صاحب کو پاؤں میں کچھ تکلیف ہے جس کی وجہ سے وہ قعدہ میں داہنا پاؤں بچھا کر نہیں بیٹھ سکتے، وہ پیر پھیلا کر اس طرح بیٹھتے ہیں کہ کافی جگہ رک جاتی ہے اور دوسرے مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس وجہ سے وہ امام صاحب کے پیچھے علیحدہ مصلی بچھانا چاہتے ہیں تا کہ لوگ مصلی کی پوری جگہ ان کے لئے چھوڑ دیں مگر اس

صورت میں صف کے درمیان خلا رہتا ہے، صفوں میں اتصال نہیں ہوتا تو مؤذن صاحب کے لئے علیحدہ مصلی بچھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) احادیث میں صفیں سیدھی اور درست کرنے کی بہت ہی تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے۔

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رصوا صفوفکم وقاربوا بینها وحاذوا بالا عناق فوالذی نفسی بیده انی لا ری الشیطان یدخل من خلل الصف کانها الحذف رواه ابو داؤد. (مشکوۃ شریف ص ۹۸ باب تسویة الصفوف)

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو درست کرو اور قریب قریب ہو کر کھڑے رہو اور کندھا کندھے کے برابر (محاذ میں) رکھو (یعنی کوئی بلند جگہ پر کھڑا نہ رہے بلکہ برابر جگہ پر کھڑے رہو تا کہ کندھے برابر رہیں) بان لا یقف احدکم فی کان ارفع من مکان آخر ولا عبرة بالاعناق انفسها اذلیس علی الطویل ان یجعل عنقه محاذیاً لعنق القصیر (التعلیق الصبیح ۴۵/۲)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ بکری کے بچہ کی طرح صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں گھس جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف)

(۲) عن ابی مسعود الانصاری رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یمسح منا کبنا فی الصلوۃ ویقول استوا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم. الی. قال ابو مسعود فانتم الیوم اشد اختلافاً رواه مسلم. (مشکوۃ شریف ص ۹۸ باب تسویة الصفوف)

(۲) حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جماعت کھڑی ہونے کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے "سیدھے کھڑے رہو ورنہ تمہارے دل باہم مختلف ہو جائیں گے (اور اس کی وجہ سے آپس میں اختلاف پیدا ہوگا) - الی قولہ - راوی حدیث فرماتے ہیں" آج (اسی وجہ سے) تمہارے آپس میں شدید اختلاف ہے۔

(۳) عن النعمان بن بشیر رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یسوی صفوفنا ..... ثم خرج یوماً حتی کاد ان یکبر فرأی رجلاً بادیاً صدره' من الصف فقال عباد الله لتسون صفوفکم او لیخالفن الله بین وجوهکم رواه مسلم (مشکوۃ شریف ص ۹۸ ایضاً)

(۳) حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے (اور) قریب تھا کہ آپ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف سے اپنا سینہ باہر نکالے ہوئے ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" اللہ کے بندو! تم اپنی صفوں کو سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو ایک دوسرے کے مخالف کر دے گا (یعنی تم میں پھوٹ پڑ جائے گی)

(۴) عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سووا صفوفکم فان تسویة الصفوف من اقامة الصلوۃ متفق علیه. (بخاری شریف، مسلم شریف) (ایضاً مشکوۃ شریف ص ۹۸)

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! نماز میں صفوں کو درست کیا کرو ۔کیونکہ صفوں کا سیدھا اور درست رکھنا "اقامت صلوٰۃ" میں سے ہے۔ (یعنی اچھی طرح نماز ادا کرنے کا ایک جزء ہے)

ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صفیں بالکل سیدھی ہونا ضروری ہے، نمازی آگے پیچھے نہ ہوں اور درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔

صورت مسئولہ میں مؤذن صاحب اگر حقیقت میں معذور ہوں، ان کے پیروں میں ایسی تکلیف ہو کہ جس کی وجہ سے وہ دوسرے مقتدیوں کی طرح مسنون طریقہ کے مطابق نہ بیٹھ سکتے ہوں، پیر پھیلا کر بیٹھنے کی وجہ سے درمیان میں جگہ خالی رہتی ہو تو ایسی صورت میں مؤذن صاحب صف کے ایک کنارے پر یا آخری صف میں کھڑے رہیں وہاں کھڑے رہنے سے بھی انشاء اللہ ان کو صف اول کا ثواب ملے گا، شامی میں ہے (تنبیہ) قال فی المعراج الافضل ان یقف فی الصف الا خراذا خاف ایذاء احد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من ترک الصف الا ول مخافۃ ان یؤ ذی مسلما اضعف لہ اجر الصف الا ول وبہ اخذ ابو حنیفۃؒ (شامی ص ۵۳۲ ج ۱، باب الا مامۃ)

اس صورت میں مؤذن صاحب اقامت کے لئے کسی دوسرے شخص کو اجازت دے دیں یا جس جگہ مؤذن صاحب کھڑے ہوں اس جگہ سے بھی مذکورہ مجبوری کی وجہ سے اقامت کہہ سکتے ہیں، یا امام صاحب خود اقامت کہہ کر اپنے مصلی پر جا کر نماز پڑھائیں، مؤذن صاحب کے لئے مستقلاً مصلی بچھانے کی وجہ سے اگر درمیان میں جگہ خالی رہتی ہو، صفوں میں اتصال نہ رہتا ہو تو یہ کراہت سے خالی نہ ہوگا اور احادیث میں صفیں درست کرنے کی جو تاکید آئی ہے اس پر عمل کرنے کے لئے رکاوٹ بنے گا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع وسجدہ کرنے سے ریح خارج ہوجاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے :

(سوال ۱۹۶) مجھے سخت ریاحی تکلیف ہے نماز میں جب رکوع اور سجدہ میں جانا ہوتا ہے اور پیٹ پر دباؤ پڑتا ہے تو پیٹ پر دباؤ کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، میں نماز کس طرح ادا کروں اس کی بڑی فکر رہتی ہے، احقر کی رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) پیٹ پر دباؤ آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپ اس طرح نماز ادا کریں کہ پیٹ پر دباؤ نہ آئے اور وضو کی حفاظت ہو سکے، اگر رکوع اور سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہو تو آپ بیٹھ کر رکوع وسجدہ کا اشارہ کر کے نماز ادا کریں سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو۔

درمختار میں ہے (ومنہا القیام) (فی فرض) (لقادر علیہ) و علی السجود فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعداً و کذا من یسیل جرحہ لو سجد وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلس بولہ الخ (درمختار مع ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۵، باب صفۃ الصلوٰۃ)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قال فی الفتح رجل بحلقہ جراح لا یقدر علی السجود

ویقدر علی غیرہ من الا فعال یصلی قاعداً بالا یماء ولو قام وقرأ ورکع ثم قعدواوما للسجود جازو الا ول اولیٰ (ص ۲۳۵ باب صلوۃ المریض) فقط و اللہ اعلم.

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بوقت رکوع زیادہ جھکنا:

(سوال ۱۹۷) اگر بیٹھ کر نفل نماز پڑھتے ہوئے رکوع میں اتنا جھک جائے کہ سجدہ کے قریب ہوجائے تو رکوع صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور نماز کیسی ہوگی! میرے رکوع میں زیادہ جھکنے کی وجہ سے ایک شخص کو اعتراض ہے۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص رکوع اس طریقہ سے کرے کہ پیشانی اس کے دونوں زانوؤں کے مقابل آ جائے۔ ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبھتہ قدام رکبتہ لیحصل الرکوع اھ (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ باب صفۃ الصلاۃ)

اگر اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ جھکا جائے تب بھی رکوع صحیح اور نماز درست ہوجائے گی مگر قانون رکوع وہی ہے جو مذکور ہوا، شامی میں ہے قلت ولعلہ محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصولہ باصول طأطأۃ الرأس ای مع انحناء الظھر (ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب ۹ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ.

باب ما يتعلق بالسفر و المسافر

امام اور مقتدی مسافر یا مقیم:

(سوال ۱۹۸) اگر مسافر نے مقیم کی اقتدا میں قصر ہی پڑھی تو مسافر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو پوری پڑھے قصر کرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔(۱)

(سوال ۱۹۹) اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھا امام نے قصر کیا پھر مقتدی اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو باقی رکعت میں فاتحہ و سورۃ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مقیم شخص مسافر امام کے سلام کے بعد اپنی باقی رکعتوں میں نہ سورۃ پڑھے نہ فاتحہ۔(۲)

سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم

(سوال ۲۰۰) فرض نماز کے علاوہ سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ و نوافل میں قصر ہے یا نہیں؟ تشریح فرمائیں۔

(الجواب) سنن و نوافل میں قصر کا حکم نہیں ہے۔(۳)

(سوال ۲۰۱) سفر میں سنتوں کا کیا حکم ہے؟ پڑھے یا چھوڑ دے؟

(الجواب) سنتوں کے لئے قصر کا حکم نہیں ہے۔ اتنی سہولت ہے کہ جاری سفر میں جب کہ اطمینان نہیں ہوتا ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس وقت سنت چھوڑ دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور منزل پر جب کہ اطمینان ہوتا ہے ترک نہ کرنا چاہئے الفعل افضل حالة النزول و الترک حالة السير (كبيری ص ۵۰۶ فصل فی صلوة المسافر)

(سوال ۲۰۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنے گھر سے یہی نیت کرے کہ مکہ شریف میں دو ماہ قیام کروں گا تو اس صورت میں زید کو راستہ میں نماز قصر کرنی ہوگی یا پوری؟

(الجواب) جو شخص مسیرۃ ثلاثہ ایام (تقریباً ۴۸ میل) کے قصد سے نکلے وہ شرعی مسافر ہے اسے راہ میں قصر لازم ہے جب تک کسی ایک جگہ پندرہ روز قیام کی نیت سے ٹھہر نہ جائے قصر کرتا رہے لہذا دو ماہ مکہ معظمہ میں قیام کی نیت سے جانے والا ہندوستانی حاجی بھی راستہ میں قصر ہی کرے گا فقط۔(۴) و الله تعالىٰ اعلم بالصواب.

نماز قصر کرنے کے لئے کتنی مسافرت شرط ہے:

(سوال ۲۰۳) میں اپنے والد صاحب کے ساتھ بانسوٹ میں مقیم رہا۔ ملازمت کی مدت میں جمبوسر ڈیڑھ برس بھی

(۱) وفی شرح الطحاوی، ولو ان المسافر سلم علی رأس الرکعتين بعد ما اقتدیٰ بالا مام او افسد علی نفسه صلاته بالکلام او غير ذلک لا يجب عليه قضاء الرکعتين الخ فتاوی تاتار خانية فی صلاة السفر
(۲) وان صلی المسافر بالمقيمين رکعتين سلم واتم المقيمون صلاتهم کذا فی الهداية. صارو امنفردين کالمسبوق الا انهم لا يقرؤن فی الأصح هکذا فی التبيين فتاوی هنديه صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۴۲.
(۳) ولا قصر فی السنن کذا فی المحيط، ايضا
(۴) من خرج من عمارة موضع اقامة قاصدا مسيرة ثلاثة ايام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة صلی الرباعی رکعتين وجوبا درمختار علی هامش ردالمحتار صلاة المسافر ص ۷۳۲، ۷۳۵.

ٹھہرتا ہوں۔ جمبوسر سے بانسوٹ تقریباً اڑتالیس میل دور ہے تو اثنائے راہ میں قصر ہے یا نہیں؟

(الجواب) جب بانسوٹ سے جمبوسر اڑتالیس میل پر واقع ہے تو جب جمبوسر کے قصد سے نکلے تو بانسوٹ کی فناء (آبادی) چھوڑنے کے بعد مسافر ہو جائے گا اور قصر لازم ہو جائے گا۔ حوالہ بالا۔

(سوال ۱۷۴) دریافت ہے کہ چھ سات دن قیام کرتا ہوں پھر چلا جاتا ہوں تو بانسوٹ میں قصر کروں یا نہ کروں کل بانسوٹ سے چھ سات میل پر واقع ایک گاؤں گیا تھا وہاں میں نے قصر کیا اور امامت کرائی تو نماز صحیح ہوگئی یا اعادہ ضروری ہے؟

(الجواب) جب بانسوٹ وطن اصلی ہے تو قصر کا حکم نہیں(۱) اور بانسوٹ سے چھ سات میل کی مسافت سے بھی قصر صحیح نہیں ہے۔ کرے گا تو گنہگار ہوگا اور قصر پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ چار رکعت والی نماز کی امامت کی ہو تو اعادہ واجب ہے مقتدیوں پر نماز کا اعادہ ہے۔ مسئلہ جانے بغیر امامت کرنا غلط ہے۔ امامت کی بڑی ذمہ داری ہے۔ غلطی کی خدا سے معافی طلب کرے۔ خدائے پاک معاف فرمانے والے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نیت اقامت کی صحت کے لئے ایک ہی جگہ کی تعیین شرط ہے:

(سوال ۲۰۴) ایک مولوی دوست مدینہ سے تیسری ذی الحجہ کو مکہ تشریف لائے۔ وہ بیسویں ذی الحجہ کو اسٹیمر سے وطن آنے والے تھے اس بنا پر یہاں سولہ سترہ دن قیام کرنے والے تھے اس لئے نماز پوری پڑھتے تھے۔ منیٰ عرفات اور مزدلفہ میں بھی امام بن کر نماز پوری پڑھائی۔ لیکن ایک مولوی صاحب سے گفتگو کر کے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب مقیم نہیں ہو سکتے۔ وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ میں نے ایک اردو کی کتاب میں دیکھا ہے لیکن وجہ نہ بتا سکے۔ جب پندرہ دن سے زیادہ کی نیت کی ہے تو اتمام نہ کرنے کیا وجہ ہے؟ قصر کیوں کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مولوی صاحب مسافر ہیں مقیم نہیں ہیں کہ مقیم ہونے کے لئے ایک ہی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت ضروری ہے اس صورت میں کہ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں پانچ سات دن رہنا ہوگا یہ مقامات مکہ معظمہ سے اتنے فاصلہ پر ہیں کہ ایک جگہ کی اذان دوسری جگہ نہیں سنی جاتی لہذا ان کو الگ الگ مقام مانا جاتا ہے۔ یہ صاحب منیٰ وغیرہ میں پانچ چھ دن قیام کریں گے تو مکہ میں قیام کے لئے صرف گیارہ یا بارہ دن رہ جائیں گے۔ گیارہ بارہ دن کے قیام سے مقیم نہیں ہوتا لہذا وہ مسافر ہی ہیں۔ چار رکعت نہ پڑھ سکتے ہیں نہ پڑھا سکتے ہیں۔(۲) اگر چار رکعت پڑھیں تو اگر چہ نماز ہو جائے گی مگر اس کا اعادہ ضروری ہوگا اور قصداً یہ بے ضابطگی موجب گناہ ہوگی البتہ اگر بھول کر چار رکعت پڑھ لیں تو سجدہ سہو کافی ہوگا۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳۸ باب صلاة المسافر) لیکن مقتدی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اس امام کی تیسری اور چوتھی رکعت نفل ہوگی۔ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ردالمحتار ج ۱ ص ۷۴۱ ايضاً فقط و الله تعالىٰ اعلم بالصواب.

(۱) ويبطل وطن الاصلی بالوطن الاصلی اذا انتقل عن الاول باهله وما اذا لم ينتقل باهله ولکنه استحدث اهلا ببلدة اخریٰ فلا يبطل وطنه الاول فيتم فيهما ولا يبطل وطن الاصلی بانشاء السفر فتاویٰ هنديه صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۴۲
(۲) قوله لا بمكة ومنى ای لو نوی الاقامة بمكة خمسة عشر يوما فانه لا يتم الصلاة لأن الاقامة لا تکون فی المکانين وذکر فی کتاب المناسک ان الحاج اذا دخل مکة فی ايام العشر ونوی الاقامة نصف شهر لا يصح لأنه لا بد له من الخروج الی العرفات فلا يتحقق الشرط بحر الرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۲

چھوٹا بڑا راستہ:

(سوال ۲۰۵) میرے گاؤں سے ایک عزیز کا مکان بیل گاڑی کی راہ سے چالیس میل دور واقع ہے اور ریل گاڑی کی راہ سے بچاس میل دور ہے ایک دو دن قیام کرتا ہوں تو نماز کا قصر لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ریل گاڑی کے راستہ سے سفر کرے تو قصر کرنا ضروری ہے اور اگر بیل گاڑی کی راہ سے جائے تو قصر کا حکم نہیں۔ کہ تین منزل سے کم فاصلہ میں قصر کا حکم نہیں۔ (ردالمختار ج ۱ ص ۷۳۰)(۱) و الله تعالی اعلم بالصواب

سفر کے احکام کب جاری ہوں گے:

(سوال ۲۰۶) بہشتی زیور ج ۲ ص ۴۷ پر مسافر کی نماز کے قصر کرنے کے پہلے مسئلہ میں تحریر ہے کہ ایک یا دو منزل تک سفر کا حکم نہیں ہے تو دریافت یہ ہے کہ کیا تیسری منزل کی آغاز ہی سے ہے یعنی ۳۳ میل سے سفر کا حکم ہے کہ میں ۳۳ سے ۴۷ میل کا سفر کرتا ہوں اور کبھی ۴۸ میل کا تو سفر کا حکم کب ہے؟

(الجواب) جس جگہ کا قصد ہے وہ ۴۸ میل پر واقع نہ ہو تو سفر کا حکم نہیں۔ جب ۴۸ میل یا اس سے زیادہ مسافت کا قصد ہو تو شرعی مسافر ہے اور آبادی چھوڑنے پر سفر کے احکام جاری ہوں گے۔(۲) فقط و الله اعلم بالصواب.

نصف مسافت سے واپس ہو جائے:

(سوال ۲۰۷) سفر میں گیا مگر تین منزل نہ پہنچا کہ واپسی ہوئی تو اثنائے سفر قصر کرے یا نہ کرے؟

(الجواب) اس صورت میں قصر نہیں کرے گا کیونکہ جب تین منزل سے پہلے واپس ہو گیا تو مسافر نہ رہا۔(۳) فقط و الله اعلم بالصواب.

قصر کب کرے اور کب نہ کرے:

(سوال ۲۰۸) میرا وطن بھروچ ہے مگر ملازمت بمبئی میں ہے بمبئی سے پندرھویں چاند کو بھروچ پہنچا تین دن بمبئی میں رہا یہاں بارہ دن قیام کر کے عید کی تعطیل میں بھروچ جانا ہے تو قیام بمبئی کے بارہ دن میں نماز قصر کروں یا اتمام؟

(الجواب) اس صورت میں بارہ دن کے قیام کا عزم ہے تو قصر کا حکم لاحق ہوگا۔ پوری نماز نہیں پڑھے گا۔(۴) فقط، الله اعلم بالصواب۔

---

(۱) ولو لموضع طریقان احدهما مدة السفر والآخر اقل قصر فی الاول لا الثانی)

(۲) قوله ومن جاوز بيوت مصره مريدا سيرا وسطا ثلاثة ايام فى برا وبحرا او جبل قصر فرض الرباعى بيان للموضع الذى يبدا فيه القصر و لشرط القصر و مدته وحكمه بحر الرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۲۸

(۳) لكن المذكور فى الشرح انه يتم اذا سار اقل بمجرد العزم على الرجوع وان لم يدخل مصره لانه نقض للسفر قبل الاستحكام ايضا ص ۱۳۱

(۴) اگر بمبئی میں دوران ملازمت کسی بھی وقت پندرہ دن قیام کی نوبت آئی ہو تو ایسی صورت میں بمبئی وطن اقامت بن چکا ہے جب تک وطن اقامت کو ترک نہیں کرے گا پوری نماز پڑھے گا فقط و الله اعلم بالصواب. كوطن الاقامة تبقى ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر بحر الرائق باب المسافر ص ۱۳۶

اصلی وطن پہنچنے سے اتمام کا کیا حکم ہے:

(سوال ۲۰۹) جمبوسر میرا وطن ہے، تجارت کے لئے بمبئی میں قیام پذیر ہوں، شادی غمی کے موقعوں پر جمبوسر دو چار دن کے لئے جاتا ہوں اور وہاں سے پانچ سات میل دور کے گاؤں میں اپنے خویش و اقارب کے پاس جاتا ہوں تو یہاں نماز اتمام ادا کروں یا قصر۔

(الجواب) آپ پوری نماز پڑھیں۔ جمبوسر آپ کا وطن اصلی ہے۔ وطن اصلی میں قصر نہیں ہوتا۔ جیسے ہی وہ مسافر وطن اصلی میں پہنچ جاتا ہے مقیم بن جاتا ہے۔(۱) اب پانچ سات میل کی مسافت پر قصر نہیں(۲) البتہ اگر شرعی حد کے بموجب مسافت کے ارادہ سے روانہ ہو گئے تو حدود شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا ہوگا۔ فقط والله اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سے وطن اصلی میں آئے تو اثناء راہ قصر ہے یا اتمام:

(سوال ۲۱۰) میں وطن سے تقریباً ایک سو تیس میل دوری پر ملازمت کرتا ہوں جب وطن پہنچتا ہوں تب مجھے اثناء راہ دو نمازیں پڑھنی پڑتی ہیں۔ وطن میں تو قصر نہیں راستہ میں قصر کروں یا نہ کروں؟ بعض قصر کا حکم دیتے ہیں اور بعض اتمام کا۔ لہذا بالتفصیل جواب دیں۔

(الجواب) اس صورت میں وطن آتے جاتے وقت راستہ میں قصر کرنا ضروری ہے۔ نورالایضاح میں ہے: ولا يزال يقصر حتى يدخل مصره او ينوى اقامة نصف شهر ببلد او قرية. ترجمہ: یعنی جب تک اپنے شہر میں داخل ہو یا کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کرے اس وقت تک قصر کرتا رہے گا۔ باب صلوۃ المسافر (ص ۱۰۸)

وطن اصلی، وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق:

(سوال ۲۱۱) میں پریج ضلع بھروچ کا رہنے والا ہوں۔ والدین وغیرہ وہاں ہیں فی الحال سون گڑھ ضلع سورت میں ملازم ہوں جو میرے وطن سے سو ۱۰۰ میل پر واقع ہے یہاں دو ۲ برس تک قیام کا ارادہ ہے، مکان کرایہ کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ملازمت کے سلسلہ میں ضلع کے بعض مقامات میں سرکاری کام سے جاتا ہوں۔ اڑتالیس (۴۸) میل سے زیادہ سفر طے کرنا پڑتا ہے پھر سون گڑھ واپس آ کر دوبارہ جاتا ہوں تو اس درمیان میں دو چار دن کی نماز قصر کروں تو صحیح ہے یا نہیں؟ مثلاً ۲۰ جون ۱۹۶۸ء کو سورت کا ارادہ ہے تاریخ ۲۲ سے ۲۵ کے درمیانی ایام میں نماز قصر کروں تو صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ آپ نے پریج چھوڑ کر سون گڑھ کو وطن اصلی نہیں بنایا تو آپ کا وطن اصلی پریج ہے اور سون گڑھ وطن اقامت ہے۔ "نورالایضاح" میں ہے۔ الوطن الاصلى هو الذى ولد فيه او

---

(۱) حتى يدخل مصره او نوى الاقامة نصف شهر بلدا وقرية اى قصر الى غاية دخول المصر او نية الاقامة فى موضع صالح للمدة المذكورة فلا يقصر، بحر الرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۱

(۲) وذكر الاسبيجابى المقيم اذا قصد مصرا من الامصار وهو مادون سيرة ثلاثة ايام لا يكون مسافرا ايضا ج ۲ ص ۱۲۹

تزوج اولم یتزوج وقصد التعیش لا الارتحال عنه ووطن الاقامة موضع نوی الاقامة فیه نصف شهر فما فوقه.

ترجمہ۔ یعنی وطن اصلی وہ ہے جہاں پیدا ہوا ہو یا جہاں شادی کی ہو یا جہاں زندگی بسر کرنے کا قصد کرلیا ہو اور وہاں سے چلے جانے کا ارادہ نہ ہو۔ اور وطن اقامت وہ جگہ ہے جہاں آدھا مہینہ یا اس سے زیادہ مدت قیام کرنے کا ارادہ ہو (ص ۱۰۹ ایضاً اعزازیہ) لہٰذا جب تم نے سون گڑھ سے اتنی مسافت کا قصد کیا جس پر قصر لازم ہو جاتا ہے تو تم شرعی مسافر ہو گئے اور جب تک کسی مقام پر پندرہ روز قیام کا ارادہ نہ کرو مسافر ہی رہو گے۔ اب اگر سون گڑھ واپس آئے تو اگر پندرہ روز قیام کا ارادہ نہیں ہے تو یہاں بھی مسافر بھی رہو گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا۔(۱)

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے۔ ولا یزال علیٰ حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلد اوقرية خمس عشر یوماً او اکثر الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۳۹ یعنی جب تک کسی شہر یا قریہ میں پندرہ یوم یا اس سے زیادہ مدت تک اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک مسافر رہے گا۔

مسافر نے ظہر کی چار رکعت پڑھی:

(سوال ۲۱۲) مسافر نے دو۲ رکعت ظہر کی جگہ چار ادا کی تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) عمداً چار رکعت پڑھنے والا گنہگار ہوگا اور نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ اگرچہ سجدۂ سہو بھی کرلیا ہو۔ اس لئے کہ عمداً کی صورت میں سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا اور اگر بھول سے چار رکعت پڑھی ہیں تو سجدۂ سہو کرنے سے دو۲ رکعت فرض اور دو۲ رکعت نفل ہوں گی۔ بشرطیکہ دو۲ رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو۔ ورنہ فرض باطل ہو جائے گا۔ اور یہ چار رکعت نفل ہوں گی۔ اس صورت میں سجدۂ سہو بھی کرے۔ "مالابد منہ" میں ہے۔ "آن شخص فرض چہار گانہ را دوگانہ گذارد واگر چہار رکعت کرد پس اگر بر دو رکعت قعدہ کردہ نماز ادا شود و ۲ رکعت فرض و دو۲ رکعت نفل شود و بسبب آمیزش نفل با فرض بزہ کار باشد واگر سہواً این چنیں کرد بسبب تاخیر سلام سجدۂ سہو کند۔ واگر ہر دو رکعت نہ نشستہ است فرض او تباہ باشد و ہر چہار رکعت نفل شد و سجدۂ سہو کند۔ (ص ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر نماز پوری پڑھے تو اعادہ ہے:

(سوال ۲۱۳) اگر مسافر بجائے قصر کے نماز پوری پڑھے تو کیا اعادہ ہے؟ سجدۂ سہو کرنے یا نہ کرنے سے کچھ فرق ہوگا؟

(الجواب) مسافر کے لئے اصل فرض دو رکعت ہی ہیں چار رکعت کی دو۲ رکعت نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہ سند صحیح روایت ہے کہ اولاً دو رکعت فرض ہوئی تھی۔ پھر قیام کی حالت میں دو رکعت بڑھا کر چار رکعت فرض کردی گئیں اور سفر کی حالت میں دو رکعت بدستور قائم رہیں۔ یہ دو رکعت بظاہر تخفیف معلوم ہوتی ہیں۔ اور اس بنا پر

(۱) جب سون گڑھ میں ایک مرتبہ پندرہ دن قیام کرلیا تو وہ وطن اقامت بن چکا ہے جب تک اس کو ختم کر کے کسی اور جگہ نہیں جائے گا تو وہ وطن اقامت ہی رہے گا لھذا جب سون میں داخل ہو جائے اگرچہ پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہو مسافر نہیں رہے گا مکمل نماز پڑھے گا۔ کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر بحرالرائق. باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۶ مرتب

قصر کو رخصت اور رعایت کہا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اصل یہی ہے۔ پس جس طرح فجر کی دو رکعت کی بجائے چار رکعت پڑھنا غلط ہے۔ اسی طرح مسافر کے لئے ظہر۔ عصر اور عشاء کی دو۲ رکعت کے بجائے قصداً چار رکعت پڑھنا مکروہ تحریمی اور گناہ کا باعث ہے۔ جس کا اعادہ ضروری ہے۔ سجدۂ سہو کافی نہیں ہے۔ البتہ اگر سہواً پڑھے تو گنہگار نہ ہوگا۔ اور سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ بشرطیکہ دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہو اگر دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو جائے گا۔ اور چار رکعت نفل ہوگی۔ اس صورت میں سجدۂ سہو بھی کرنا ہوگا۔ "مالابد منہ" میں ہے۔ اگر چہار رکعت کرد پس اگر بر دو رکعت قعدہ کردہ نماز ادا شود و ۲ رکعت فرض و دو رکعت نفل شود و بہ سبب آمیزش نفل با فرض بزہ کار (گنہگار) باشد واگر سہواً این چنیں کرد بسبب تاخیر سلام سجدۂ سہو کند واگر بر دو رکعت نہ نشستہ است فرض او تباہ باشد و ہر چہار رکعت نفل شد و سجدۂ سہو کند۔ یعنی:۔ اگر چار رکعت پڑھی تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کرلیا تو دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوں گی۔ اور فرض کے ساتھ نفل شامل کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ اور اگر سہواً ایسا کیا تو سلام میں تاخیر کرنے کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو گئے اور یہ چاروں رکعتیں نفل ہوں گی۔ اور سجدۂ سہو کرنا ہوگا (ص ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۱۴) مجھے تسلیم ہے کہ وطن اقامت (سون گڑھ) سے جب شرعی سفر کا قصد کر کے باہر جاتا ہوں اس وقت میرا وطن باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے واپسی پر سون گڑھ میں اقامت کی نیت نہ کرو وہاں تک میرے لئے سون گڑھ وطن اقامت نہ ہوگا۔ کہ اس کو سفر کر کے باطل کر دیا ہے۔ جس کی بناء پر قصر کرتا ہوں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس طرح پر قصر کرنا غلط ہے۔ جس سے شبہ ہوا۔ تین منزل سے زیادہ دور کی مسافت میں نماز قصر کی جاتی ہے آیا یہ فرض ہے یا واجب؟

(الجواب) تمہارا فعل صحیح ہے۔(۱) "نورالایضاح" میں ہے۔ "ویبطل الاقامة بمثله وبالسفر و بالاصلی." ترجمہ:۔ وطن اقامت اپنے مثل یعنی وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے اور شرعی سفر سے اور وطن اصلی سے بھی۔ (ص ۱۰۹) مسافر کے لئے حکم شرعی ہے اور واجب ہے۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے۔ والقصر واجب عندنا. ترجمہ:۔ ہمارے نزدیک قصر کرنا واجب (ص ۱۳۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا:

(سوال ۲۱۵) میں اپنے وطن پر پہنچ کی حد میں پہنچنے کے بعد نماز قصر نہیں کرتا۔ تو یہ صحیح ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب استدلال کرتے ہیں۔ "وطن اصلی به وطن اقامت باطل شود" تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن اصلی میں قصر کرنا پڑے گا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اکرم ﷺ مکہ حج کیلئے تشریف لے جاتے تھے اس وقت قصر فرماتے تھے

(۱) یہ سوال درحقیقت اس سوال کا تتمہ ہے جو اس سے پہلے بعنوان وطن اصلی وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق سے گذرا ہے یہ جواب اس صورت میں درست ہوگا جب نوکری چھوڑ کر کسی اور جگہ سفر کرے اگر کسی کام کے سلسلے میں مسافت سفر پر کسی اور جگہ جاتا ہے اور دوبارہ سون آجاتا ہے تو وطن اقامت ختم نہیں ہوگا اس کی دلیل اگلا سوال جس میں اس کو وہ (یعنی سائل) وطن اقامت قرار دے رہا ہے۔ اس کی وضاحت پہلے سوال میں ہو چکی ہے۔ مرتب۔

حالانکہ مکہ مکرمہ آنحضرت ﷺ کا وطن اصلی ہے۔

(الجواب) پریج آپ کا وطن اصلی ہے لہذا آبادی میں داخل ہوتے ہی آپ مقیم ہوگئے چاہے قیام کا قصد ہو یا نہ ہو۔ اب قصر کا حکم ختم ہوگیا۔ لہذا آپ کا قصر نہ کرنا صحیح ہے۔ مولوی صاحب کی دلیل " وطن اصلی به وطن اقامت باطل شود " غلط ہے۔ صحیح یہ ہے وطن اصلی باطل شود بہ وطن اصلی۔ اوراس کا مطلب یہ ہے کہ وطن اصلی جب باطل ہوتا ہے جب اس کو ترک کر کے اس کے بجائے دوسرے کسی مقام کو وطن اصلی بنالے۔ وطن اصلی سفر سے اور وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا۔ (مالا بدمنہ ص ۵۴) اوراگر پہلے وطن کو ترک نہیں کیا اور کاروبار کے سلسلہ میں کسی دوسری جگہ اس طرح ٹھیر گیا کہ اب وہیں زندگی گذارنے کا ارادہ ہے تو اس صورت میں وطن قدیم ہی وطن اصلی رہا اور یہ دوسرا مقام بھی وطن اصلی کے حکم میں ہوگیا۔ جہاں زندگی گذارنے کا ارادہ ہے۔ باقی یہ دلیل کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ میں وطن اصلی ہونے کے باوجود قصر کیا یہ قطعاً غلط ہے۔ بلکہ شرعی مسافر ہونے کی وجہ سے قصر فرمایا۔

ان مولوی صاحب نے ہجرت کے معنی پر توجہ نہیں فرمائی۔ ہجرت کا مطلب ہی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ کی وطنیت ترک فرمادی تھی۔ مکہ معظمہ میں دوبارہ قیام کا ارادہ تو درکنار آپ یہ بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ کسی مہاجر کی وفات مکہ معظمہ میں ہو۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مہاجر تھے وہ مکہ معظمہ میں کسی ضرورت سے تشریف لائے تھے وہاں ان کی وفات ہوگئی تو آنحضرت ﷺ افسوس کیا کرتے تھے (بخاری شریف ص ۵۶۰)(۱)

جو مہاجر حج کے لئے آتے تھے ان کے لئے آپ کی ہدایت یہ تھی کہ آخری طواف کے بعد تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ (بخاری شریف ص ۵۶۰)(۲) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب .

وطن اقامت سفر سے باطل ہوجاتا ہے:

(سوال ۲۱۶) ایک آدمی انڈیا سے مدرس بن کر رے یونین کے ایک گاؤں میں آئے ہیں اور یہ مدرس یہاں چار برس سے ہیں۔ اب وہ پچاس ساٹھ میل کا سفر کر کے سینٹ ڈینس (SAINT DENIS.) گاؤں میں پہنچے ہیں اور وہاں دو چار دن مسافر کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ پھر وہاں سے دو چار مہمانوں کو لے کر اپنے گاؤں میں آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے سینٹ ڈینس سے نکلتے وقت یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنے گاؤں دو۲ دن مہمانوں کے ساتھ رہیں گے۔ دو چار دن گاؤں کے قرب وجوار میں مہمانوں کے ساتھ دورہ کریں گے تو یہ مدرس سینٹ ڈینس سے ایسے ارادہ سے نکلے ہیں تو اپنے گاؤں میں جاکر وہ مسافر ہیں یا مقیم ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ اطراف میں پھرنے کا قصد ہے۔ اس لئے وہ مسافر ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تین سال کی پروانگی سے آئے ہیں اس لئے یہ گاؤں ان کا وطن ہے۔ تو صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مدرس صاحب مقام ملازمت سے پچاس ساٹھ میل کی مسافت کے ارادے سے نکلے ہیں تو وہ شرعی مسافر بن گئے اور وطن اقامت باطل ہوگیا۔ " مالا بدمنہ " میں ہے۔ " وطن اقامت ہم بوطن اقامت باطل شود وہم بہ بوطن اصلی وہم بہ سفر " ترجمہ: وطن اقامت وطن اقامت سے باطل ہوجاتا ہے۔ اور وطن اصل اور سفر

(۱) اللهم مض لأصحابي هجرتهم ولا ترد على اعقابهم لكن البائس سعد بن خولة يرثى له رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يتوفى بمكة باب قول النبي صلى الله عليه وسلم اللهم امض لأصحابي هجرتهم ومرثيه لمن مات بمكة)
(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث للمهاجرين بعد الصدر، باب الاقامة المهاجر بمكة بعد قضاء نسكه)

سے بھی (وطن اقامت) باطل ہوجاتا ہے (ص ۵۴) اب واپس آنے کے بعد اس گاؤں میں پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو اور اس ثناء میں دوسری جگہ جاکر ایک دو دن قیام کا ارادہ بھی ہو جیسا کہ سوال میں ہے تو مقیم نہ ہوں گے مسافر ہی مانے جائیں گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہوجائے گا:

(سوال ۲۱۷) گودھرا سے سورت جانا ہوا۔ (تقریباً سوا سو میل) پراسی روز سورت سے گودھرا ہوتے ہوئے لوناواڑہ جانا تھا (جو تقریباً گودھرا سے ۳۵ میل دور ہے) تو ظہر وعصر لوناواڑہ میں قصر کرنا چاہئے تھا یا نہیں چونکہ گودھرا کی بستی سے ہم بہ نیت سفر گذرے تھے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر گودھرا آپ کا وطن اقامت ہو تو لوناواڑہ میں ظہر وعصر قصر کرنا لازم تھا۔ اور اگر گودھرا وطن اصلی ہو تو گودھرا میں داخل ہوتے ہی مقیم ہوگئے چاہے نیت سفر ہی کی ہے اب گودھرا سے لوناواڑہ کے سفر سے آپ شرعی مسافر نہیں ہوئے۔ لہذا نماز پوری پڑھنی ضروری ہے۔

الثانی ان یدخل وطن الاصلی ولو بنیة السفر فیتم حتی لو خرج عنه فتذکر حاجة قبل ان یسیر ثلثة ایام ترجع لها لزمه الاتمام من حین توجه راجعاً .(زاد الفقیر ص ۱۶۹)فقط و اللہ اعلم بالصواب .

مقیم، مسافر امام کی اقتداء کرے تو قراءت کا کیا حکم ہے :

(سوال ۲۱۸) مقیم، مسافر امام کی اقتداء میں ظہر۔ عصر اور عشاء کی نمازیں ادا کرے تو امام کے سلام کے بعد دو۲ رکعتیں کس طرح ادا کرے؟ یعنی قراءت پڑھے یا بلا قراءت ادا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں بلا قراءت ہی دو رکعت ادا کرے۔ ولا یقرء المقیم فیما یتم .(زاد الفقیر ص ۷۰)فقط و اللہ اعلم بالصواب.

حالت سفر میں سنتوں کا حکم:

(سوال ۲۱۹) چند روز ہوئے ریل گاڑی میں مغرب کی نماز جماعت سے پڑھی، اس کے بعد میں نے سنت اور نفل پڑھی، اس لئے کہ سہولت تھی مگر میرے ساتھیوں نے نہیں پڑھی اور کہا کہ سفر میں سنت نفل کے درجہ میں ہے اور نفل پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ بحالت سفر صرف فرض نمازوں میں قصر ہے باقی سنت اور نفل اگر موقع ہو تو پوری پڑھنی چاہئے، آپ تحریر فرمائیں کہ سفر میں سنت و نوافل کا کیا حکم ہے؟ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (از بمبئی)

(۱) حضرت مفتی صاحب سے سبقت قلمی ہوئی ہے یہ مدرس جب تک رے یونین کے گاؤں میں مدرس بن کر رہے گا وطن اقامت ہی کہلائے گا، رے یونین کے گاؤں سے کسی اور جگہ جو مدت سفر پر ہو کسی غرض سے جائے اور دوبارہ رے یونین کے گاؤں آئے تو، تو چونکہ وطن اقامت میں پہنچا لہٰذا اگرچہ پندرہ دن سے کم کے لئے ہو۔ مسافر نہیں رہے کامل نماز پڑھے کالما فی البحر کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام دمیع احر باب المسافر ۲/۱۳۶ ہاں رے یونین کے گاؤں سے نوکری چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جائے تو ختم ہوجائے گا۔

(الجواب) وباللہ التوفیق ۔ سنتوں میں قصر نہیں ہے، اطمینان کی حالت ہو، جلدی نہ ہو، ساتھیوں سے الگ ہو جانے کا ڈر نہ ہو، اور ساتھیوں کو انتظار کرنے کی زحمت بھی نہ ہو تو مؤکدہ سنتیں خصوصاً فجر کی اور مغرب کے بعد کی سنت نہ چھوڑے، ہاں اگر اطمینان نہ ہو تو نہ پڑھے بعض کے نزدیک اطمینان ہو تب بھی مؤکدہ سنتیں ترک کرنا جائز ہے لیکن مختار یہ ہے کہ نہ چھوڑے، ولا قصر فی السنة کذا فی محیط السرخسی و بعضهم جوزوا للمسافرین ترک السنة والمختار انه لا یاتی بها فی حال الخوف ویاتی بها فی حال القرار والا من هکذا فی وجیز الکردری (فتاوی عالمگیری ج ص ۸۹)(ویاتی) المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان فی خوف وفرار (لا) یاتی بها هو المختار الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۲ باب صلاة المسافر) والافضل ان یاتی بسائر السنن الا حال السیر کذا قالوا (رسائل الارکان ص ۱۴۴ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

مسافت شرعی سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کرلیا:

(سوال ۲۲۰) سورت سے بمبئی جانے کے ارادہ سے نکلا ابھی نوساری ہی تک (تقریباً تیس میل) گیا تھا کہ واپسی کا ارادہ ہوگیا تو اب یہ شخص مسافر رہا یا مقیم بن گیا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسافت سفر شرعی (۷۷ کلومیٹر اور ۲۴۷ میٹر) طے کرنے سے پہلے ہی سفر موقوف کر کے واپسی کا ارادہ کرلیا یا اس جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کرلی تو اب وہ مسافر نہیں رہا، نماز پوری پڑھے، سفر مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے قصر جائز نہیں۔ اما اذا لم یسر ثلثة ایام فعزم علی الرجوع او نوی الاقامة یصیر مقیماً وان کان فی المفازة فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۹ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر) زادالفقیر میں ہے ۔حتی لو خرج عنه (ای الوطن الاصلی) فتذکر حاجته قبل ان یسیر ثلثة ایام فرجع لها لزمه الاتمام من حین توجه راجعاً (زاد الفقیر ص ۱۶۸)

اور اگر مسافت سفر طے کر لینے کے بعد واپس ہوا تو وہ مسافر ہی رہے گا تاوقتیکہ وطن نہ پہنچ جائے یا کسی جگہ پندرہ روز رہنے کی نیت نہ کرے (حتی یدخل موضع مقامه) ان سار مدة السفر والا فیتم بمجرد نیة العود لعدم استحکام السفر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۳۲ باب صلاة المسافر)

ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر ما او اکثر کذا فی الهدایة هذا اذا سار ثلاثة ایام اما اذا لم یسر الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۹ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر) اور " غایة الاوطار ترجمہ درمختار" میں ہے ۔صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص بارادۂ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا، اور دو منزل جا کر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت میں اسی وقت سے نماز پوری پڑھے اور اگر تین منزل جا کر پھرے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے، شامی نے کہا ہے کہ جیسے ابتداء قصر کے لئے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقاء قصر کے لئے مدت سفر کا پورا ہو جانا شرط ہے (غایة الاوطار ص ۳۶۱ ج ۱) (ہدایہ اولین ص ۱۴۶) فقط واللہ اعلم۔

وطن اقامت صرف نیت سفر سے باطل نہیں ہوتا:

(سوال ۲۲۱) سورت سے بمبئی بیس روز قیام کے ارادہ سے گیا اور وہاں پہنچ کر بھی پندرہ روز سے زیادہ اقامت کی نیت کرلی مگر ہفتہ عشرہ ہی میں کام پورا ہو گیا اور واپسی کی نیت کرلی تو روانگی سے پہلے بمبئی میں جو نماز پڑھے (مثلاً ظہر ، عصر) تو قصر کرے یا پوری پڑھے؟ بینوا توجروا۔ از سورت۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً: ۔یہ شخص مقیم ہو گیا تھا اور بمبئی وطن اقامت بن چکا تھا، اس لئے صرف نیت بدلنے سے وطن اقامت باطل نہ ہوگا، تاوقتیکہ سفر شروع کر کے مسافر شرعی نہ بن جائے، یعنی بمبئی کی آبادی سے باہر نہ ہو جائے ، آبادی چھوڑنے کے بعد سفر کے احکام لاحق ہوں گے (ویبطل وطن الاقامة بمثله و) بانشاء السفر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۳ باب صلاة المسافر) ہدایہ میں ہے ولهذا یصیر المسافر مقیما بمجرد النیة ولا یصیر المقیم مسافرا بالنیة الا بالسفر (هدایه اولین ج ۱ ص ۱۶۷ کتاب الزکوة) بخلاف المقیم حیث لا یصیر مسافراً بالنیة لان السفر انشاء الفعل فلا یصیر فاعلا بالنیة (الاختیار) (شرح المختار ج ۱ ص ۸۰ صلاة المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

دوسرا وطن اقامت مسافت شرعی پر نہ ہو تو پہلا وطن اقامت باطل ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۲۲) احقر کا وطن سورت ہے، دیوبند بغرض تعلیم پورے سال مقیم رہا، پھر رمضان المبارک کا پورا مہینہ سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں گذارا، اس کے بعد یکم شوال کو دیوبند پہنچا اور یہاں دو تین روز رہ کر سورت سفر کا ارادہ ہے، تو سوال یہ ہے میں دیوبند میں اتمام کروں یا قصر؟ منشاء سوال یہ ہے کہ وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے تو ان کے درمیان مسافت سفر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نوٹ: ۔دیوبند اور سہارنپور کے درمیان مسافت سفر شرعی نہیں ہے ۱۲۔

(الجواب) وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے چاہے ان دونوں کے درمیان مسافت شرعی ہو یا نہ ہو، لہذا جب آپ یکم شوال کو دیوبند پہنچے اور دو تین روز قیام کر کے سورت سفر کا ارادہ ہے تو آپ مسافر ہیں (اس لئے کہ دیوبند وطن اقامت باطل ہو چکا ہے) نماز قصر پڑھتے رہیں ۔ویبطل وطن الاقامة بمثله (قوله بمثله) ای سواء کان بینهما مسیرة سفر اولا. قهستانی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۳ باب صلاة المسافر) (الجوهرة النیرة ج ۱ ص ۸۸ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب

قیدی نماز کب قصر کرے:

(سوال ۲۲۳) بعد سلام مسنون! احقر کے بڑے بھائی کو حکومت وقت نے "میسا" کے تحت جیل میں بند کر دیا ہے اور ان کے ساتھ پچاس ساٹھ مسلمان بھی ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد ایک جیل سے دوسری جیل میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور یہ بھی کچھ معلوم نہیں کہ ان کو کب رہا کیا جائے گا تو ایسی حالت میں وہ مسافر ہیں یا نہیں؟ اگر کبھی یہ ظن غالب ہو جائے کہ ایک جگہ ہم کو پندرہ یا پندرہ دن سے زیادہ رکھا جائے گا تو اس وقت وہ مسافر ہیں

یا مقیم؟ اگر اس وقت وہ شرعی اعتبار سے مسافر ہوں اور انہوں نے نماز میں قصر نہیں کیا تو ان نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں؟ اور جیل میں بعض قیدی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی قید کی مدت متعین ہوتی ہے اور جیل متعین ہوتا ہے تو وہ نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں؟ اور قصر کن نمازوں میں ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قیدی کو اگر اڑتالیس میل یا اس سے دور لے جایا گیا تو اس پر قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھے، قصر لازم ہونے کے باوجود غلطی سے نماز پوری پڑھ لی اور دو رکعت پر قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہو گیا مگر سجدۂ سہو لازم ہے اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے اور اگر قعدہ کرنا بھول گیا تو سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ جیلر نے اگر مدت قید پندرہ یا پندرہ روز سے زیادہ متعین کر دی ہو کہ اب تم کو یہاں پورے پندرہ روز رہنا ہے تو نماز پوری پڑھے ورنہ قصر کرے، اپنے گمان کا کچھ اعتبار نہیں، ظہر، عصر اور عشاء کی فرض نمازوں میں قصر واجب ہے، فجر، مغرب اور نماز وتر میں قصر نہیں ہے اور اسی طرح سنن میں بھی قصر نہیں ہے۔

ویشترط لصحة نية السفر ثلاثة اشياء الا ستقلال بالحكم الخ (قوله الا ستقلال بالحكم) اى الا نفراد بحكم نفسه بحيث لا يكون تابعاً لغيره فى حكمه (طحطاوى على مراقى الفلاح ص ۲۴۶ باب صلاة المسافر) اور صاحب مراقی الفلاح نے "تابع" میں اسیر (قیدی) کو شمار کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ والتابع كالمرأة مع زوجها الى قوله. والا سير (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۲۴۶ ايضاً) فيقتصر المسافر الفرض الربانى فلا قصر للثنائى والثلاثى ولا للوتر ولا فى السنن (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۲۴۵ ايضاً) فقط و الله اعلم بالصواب۔

وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں یا نہیں:

(سوال ۲۲۴) احقر کا وطن اصلی راندیر ہے، اس کی بعد بمبئی مستقل قیام کے ارادے سے راندیر سے منتقل ہوا اور اب آج کل حیدرآباد کاروبار کے سلسلے میں مقیم ہوں، اب اگر میں بمبئی دو چار روز قیام کی ارادے سے جاؤں تو نماز قصر پڑھوں یا پوری؟ اسی طرح احقر کی اہلیہ جس کا وطن اصلی راندیر ہے اور میرے ہمراہ یہی حیدرآباد میں مقیم ہیں وہ اگر راندیر جائیں تو کیا کریں، وطن اصلی دو ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) راندیر کے وطن اصلی ہونے میں کوئی کلام نہیں، اب اگر اسے بالکل چھوڑ دیا ہو اور کوئی تعلق نہ رہا ہو اور حیدرآباد کو ہمیشہ رہنے کی غرض سے وطن اصلی بنالیا ہو تو راندیر وطن اصلی باطل ہو گیا اور جب بھی راندیر بطور مہمان یا کسی ضرورت سے آنا ہو اور پندرہ روز سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھنا ہوگی، بمبئی کا بھی یہی حکم ہے، اور اگر راندیر کو وطن اصلی قائم رکھتے ہوئے حیدرآباد یا بمبئی کو ہمیشہ رہنے کی نیت سے وطن اصلی بنالیا ہو تو دونوں مقام (راندیر اور بمبئی یا راندیر اور حیدرآباد) وطن اصلی ہوں گے، وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں اور اگر ہمیشہ رہنے کی غرض سے حیدرآباد یا بمبئی کو وطن اصلی نہیں بنایا ہے اور راندیر سے تعلقات ختم نہیں کئے ہیں تو راندیر وطن اصلی ہے اور حیدرآباد

12

اور بمبئی وطن اقامت۔ جو حکم آپ کے لئے ہے وہی آپ کی اہلیہ کے لئے بھی ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۲۵) میرا وطن اصلی کفلیتہ ہے، بوڑھان ضلع سورت میں ملازمت کرتا ہوں، ایک مرتبہ میں بوڑھان سے بارڈولی جانے کے ارادہ سے نکلا اور یہ بوڑھان سے تقریباً ۵۰-۶۰ میل دور ہے پہلے سورت آیا (کہ سورت ہوتے ہوئے جانے کا ارادہ تھا) پھر بارڈولی گیا، وہاں اپنا کام کر کے سورت ہوتا ہوا بوڑھان پہنچا۔ بوڑھان میں دو تین دن قیام کر کے پھر سورت جانے کا ارادہ ہے، اس مرتبہ بوڑھان میں قیام کے دوران نمازوں میں قصر کروں یا اتمام؟ میرا گمان یہ ہے کہ مجھے نمازوں میں قصر کرنا چاہئے، اس لئے کہ بوڑھان میرا وطن اقامت ہے اور وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے مگر میرے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ اتمام کرنا چاہئے، آپ جواب عنایت فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب آپ مقام ملازمت (بوڑھان ضلع سورت) سے پچاس ساٹھ میل کے ارادہ سے نکل گئے تو شرعی مسافر بن گئے اور آپ کا وطن اقامت اس سفر سے باطل ہو گیا، مراقی الفلاح میں ہے۔ و يبطل وطن الا قامة بمثله ويبطل ايضاً بانشاء السفر وبا لعود للوطن الا صلى (ص ۲۴۹) "مالابدمنہ" میں ہے۔ وطن اقامت ہم بوطن اقامت باطل شود وہم بوطن اصلی وہم بہ سفر (مالابدمنہ ص ۵۴)

اب بوڑھان واپس پہنچنے کے بعد پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو اور اس درمیان دوسری جگہ جانے کا ارادہ ہو جیسا کہ سوال میں مذکورہ ہے تو آپ مسافر رہیں گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا(۲) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۷۱، ص ۱۷۲ اردو فقط واللہ اعلم۔

محض کسی جگہ شادی کرنے سے وہ جگہ وطن اصلی بن جاتی ہے:

(سوال ۲۲۶) ایک شخص نے ایک جگہ شادی کی اور ابھی وہ دوسری جگہ رہتا ہے جو اس کی سسرال سے مسافت شرعی پر ہے، یہ شخص گاہے گاہے اپنی سسرال جاتا ہے، جب یہ سسرال جائے تو نماز میں قصر کرے یا اتمام؟ اسی طرح شادی کے بعد عورت اپنی سسرال میں کیا کرے؟ اور اپنے میکہ جائے تو کیا کرے؟ اتمام یا قصر؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شادی کے بعد دلہن رخصت ہو کر شوہر کے گھر آئے اور وہاں مستقل قیام کر لے تو نماز پوری پڑھے، اسی طرح ماں باپ کے یہاں جائے تب بھی اتمام کرے جب کہ اس نے میکہ کو بالکل نہ چھوڑا ہو، اور شوہر سسرال جائے تو قصر کرے ہاں بیوی کے ساتھ سسرال میں رہنا اختیار کر لے تو نماز پوری پڑھے، فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ المسافر

---

(۱) وطن الا صلى هو وطن الا نسان فى بلدته او بلدة اخرى اتخذها داراً و توطن بها مع اهله وولده وليس من قصده الا رتحال عنها بل التعيش بها وهذا الوطن يبطل بمثله لا غير هو ان يتوطن فى بلدة اخرى و ينقل الا هل اليها فيخرج الاول من ان يكون وطناً اصلياً حتى لو دخله مسافرا لا يتم قيدنا بكونه انتقل عن الا ول باهله لانه لو لم ينتقل بهم ولكنه استحدث اهلا فى بلدة اخرى فالاول لم يبطل ويتم فيها الخ بحر الرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۶ وتعتبر نية الاقامة والسفر من الاصل كالزوج والمولى والامير دون التبع كالمرأة والعبد والجندى مراقى الفلاح على حاشيه طحطاوى باب صلاة المسافر ص ۲۳۱

(۲) اتمام کرنے کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ مرتب

اذا جاوز عمران مصره (الی قوله) ان کان ذلک وطناً اصلیا بان کان مولده و سکن فیه او لم یکن مولده ولکنه تاهل به وجعله داراً (ج ۱ ص ۷۸ باب صلاۃ المسافر)

اس عبارت میں کان مولده کے بعد وسکن فیه کی قید ہے اور تاهل به کے ساتھ وجعله داراً کا اضافہ ہے، اس کوملحوظ رکھنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

مسافر نے غلطی سے چار رکعت پڑھادیں:

(سوال ۲۲۷) کڑی سے ایک مولوی صاحب ہمارے یہاں احمد آباد آتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً نماز بھی پڑھاتے ہیں، ایک مرتبہ سورت اور بمبئی کے سفر کے ارادے سے احمد آباد پہنچے اور سابق عادت کے موافق آپ نے امامت کی اور چار رکعت پڑھائیں، قعدۂ اخیرہ میں ان کو اپنا مسافر شرعی ہونا یاد آگیا تو سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کی تو کیا مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی یا ان پر نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مولوی صاحب اور مسافر مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی، لیکن مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوئی، اس لئے کہ پچھلی دو رکعتیں مسافر امام کے حق میں نفل تھیں اور مقیم مقتدیوں کے حق میں فرض، اور یہ قاعدہ ہے کہ متنفل (نفل پڑھنے والے) کے پیچھے مفترض (فرض پڑھنے والے) کی اقتدا صحیح نہیں، شامی میں ہے۔ (قوله لم یصر مقیماً فلو اتم المقیمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهیریة (شامی ج ۱ ص ۷۴۱ باب صلوۃ المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

سوال میں درج شدہ مختلف صورتوں کا حکم:

(سوال ۲۲۸) میں بلساڑ کا باشندہ ہوں، کاروبار بمبئی میں ہے، اس لئے بمبئی میں ایک کمرہ کرایہ پر لے رکھا ہے، پیر سے لے کر جمعہ تک پانچ دن بمبئی میں رہتا ہوں، سنیچر اور اتوار کے دن اپنے وطن بلساڑ میں گذارتا ہوں، اب سوال یہ ہے۔

(۱) پیر سے جمعہ تک بمبئی میں قیام کے دوران جماعت اکثر فوت ہوجاتی ہے، اس لئے تنہا کمرہ پر نماز ادا کرتا ہوں، تو نمازوں میں قصر کروں یا اتمام؟

(۲) سنیچر کے روز جب گھر آتا ہوں تو راستہ میں قصر کروں یا اتمام؟

(۳) سنیچر اور اتوار کے روز میں اپنے گھر (وطن) میں رہتا ہوں مجھے یہاں قصر کرنا ہے یا اتمام؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلی اور دوسری صورت میں آپ نمازوں میں قصر کریں کہ آپ مسافر ہیں اور تیسری صورت میں نماز پوری پڑھیں کہ بلساڑ آپ کا وطن اصلی ہے اور وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی آدمی مقیم ہوجاتا ہے، اس لئے اتمام ضروری ہے۔[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

---

(۱) واذا دخل المسافر مصره اتم الصلاۃ وان لم ینوا المقام فیه سواء دخل نیة الاجتیاز او دخله لقضاء حاجة لان مصره متعین للاقامة فلا یحتاج الی النیة جوهرة النیرة ج ۱ ص ۱۰۴ باب صلاۃ المسافر

روزانہ ملازمت کے سلسلے میں پچاس میل جائے تو مسافر ہوگا:

(سوال ۲۲۹) میں سرکاری روڈویز میں ملازم ہوں، ایس، ٹی، بس ڈپو میرے وطن اصلی سے پچاس میل دور ہے، میں روزانہ اپ ڈاؤن (آمدورفت) کرتا ہوں، جب میں اپنی ملازمت کی جگہ پہنچوں تو نمازوں میں قصر کروں یا پوری پڑھوں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں وطن اصلی میں نماز پوری پڑھے اور جب وطن سے اڑتالیس میل دور جانے کے ارادہ سے نکلے تو راستہ میں (آتے جاتے ہوئے) اور وہاں پہنچ کر بھی قصر کرے۔[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

ٹرک ڈرائیور کب مسافر بنے گا:

(سوال ۲۳۰) ایک شخص ٹرک ڈرائیور ہے وہ ہمیشہ ٹرک لے کر ایک شہر سے دوسرے شہر، دوسرے شہر سے تیسرے شہر جاتا رہتا ہے اور کسی بھی جگہ ایک دودن سے زیادہ قیام نہیں کرتا وہ شخص اس حالت میں نمازوں میں قصر کرے یا پوری پڑھے؟ اسی طرح جو لوگ ہوائی جہاز یا پانی کے جہاز میں کام کرتے ہیں اور ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں وہ مسافر شرعی ہیں یا نہیں؟ ان کے لئے نمازوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ٹرک ڈرائیور اپنے وطن اصلی سے کم ازکم اڑتالیس میل جانے کے ارادہ سے نکلے تو وہ مسافر شرعی ہے اور اس پر قصر ضروری ہے، جب واپس اپنے وطن اصلی آجائے یا کسی جگہ پندرہ دن قیام کا ارادہ کرے اس وقت وہ مقیم ہوجائے گا اور نمازیں پوری پڑھے گا، اسی طرح جو لوگ اسٹیمر یا ہوائی جہاز میں ملازمت کرتے ہیں اگر وطن اصلی سے اڑتالیس ۴۸ میل دور جانے کی نیت ہوتی ہو تو وہ بھی مسافر شرعی ہیں، ان پر بھی قصر ضروری ہے۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر مقیم کے پیچھے قضا نماز میں اقتداء کیوں نہیں کرسکتا:

(سوال ۲۳۱) نورالایضاح میں ہے کہ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے بعد جائز نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسافر کی نماز میں وقت کے اندر تبدیلی کی صلاحیت ہے مثلاً اقامت کی نیت کرلے تو بجائے دو کے چار پڑھے گا، اسی طرح مقیم کی اقتداء کرلے تو امام کی متابعت میں چار پڑھنا ضروری ہوگا، لیکن وقت ختم ہوجانے پر دو رکعت متعین ہوجاتی ہیں اس لئے مقیم ہونے کے بعد بھی دو رکعت ہی قضا کرے گا، لہٰذا وہ مقیم کی اقتدا نہیں کرسکتا کیونکہ امام کا قعدۂ اولیٰ فرض نہیں ہے، جب کہ مسافر مقتدی کے حق میں قعدہ اولیٰ فرض ہے، ہدایہ میں ہے۔ وان اقتدیٰ المسافر بالمقیم فی الوقت اتم اربعاً لانه یتغیر فرضه الیٰ اربع للتبعیة کما یتغیر بنیة الاقامة لاتصال المغیر بالسبب وهو الوقت وان دخل معه فی فائتة لم تجزه لانه لا یتغیر بعد الوقت

---

(۱) ولا یزال حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر کذا فی الهدایة فتاوی عالمگیری صلاۃ المسافر ج ۱ ص ۱۳۹

(۲) حواله بالا

لانقضاء السبب كما لايتغير بنية الا قامة فيكون اقتداء المفترض بالمتنفل فى حق القعدة او القراءة (هدايه اولين ص ۱۴۶ ص ۱۴۷ باب صلوٰة المسافر) فقط و الله اعلم بالصواب. ۷ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

مسافر نے مقیم کے پیچھے نماز ادا کی پھر معلوم ہوا کہ وہ فاسد ہوگئی تھی ،تو اب کیا کرے؟:

(سوال ۲۳۲) ایک مسافر نے سفر میں مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نماز فاسد ہوگئی تھی اب وہ مسافر وہ نماز تنہا ادا کرتا ہے تو دو رکعت پڑھے یا چار؟ یعنی قصر کرے یا اتمام؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر کوئی ایسی بات پیش آئی ہو جس کی وجہ سے نماز باطل ہوگئی ہو اور سجدۂ سہو سے بھی اس کی تلافی نہ ہو سکتی ہو (مثلاً کوئی رکن چھوٹ گیا ہو) تو بعد میں دو رکعت پڑھے گا کیونکہ پہلی نماز سے فریضہ ہی ادا نہیں ہوا، پس متابعت امام بھی باقی نہ رہی۔ وان اقتدى مسافر بمقيم اتم اربعاً وان افسده يصلى ركعتين الخ (فتاوىٰ عالمگيری ج ۱ ص ۱۴۲ فى صلاة المسافر)

عمدۃ الفقہ میں ہے۔ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے اندر درست ہے پس اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم امام کی اقتداء کی تو چار رکعتیں پوری پڑھے بوجہ متابعت امام اور اگر اس کو فاسد کر دیا یا کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تو اب اگر اکیلا پڑھے یا کسی مسافر کی اقتدا کرے تو دو رکعتیں پڑھے، کیونکہ جس وجہ سے وہ چار لازم ہوئی تھیں وہ وجہ زائل ہوگئی اور اگر پھر مقیم کی اقتداء کی تو چار پڑھے (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۴۲۲ مصنفہ حضرت مولانا شاہ زوار حسین رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً مطبوعہ کراچی)

اور اگر فساد ایسا ہے جس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہو سکتی ہے تو ایسی نماز سے فریضہ ادا ہو جاتا ہے، البتہ واجب چھوٹنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور سجدہ نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے، لہٰذا اگر ایسی صورت ہے تو بعد میں چار رکعت پڑھے گا کیونکہ فریضہ پہلی نماز سے ادا ہو چکا ہے یہ دوسری نماز اس کی تکمیل کے لئے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے بنے گا:

(سوال ۲۳۳) آج کل شہر اتنے وسیع ہوگئے ہیں کہ بہت سی بستیاں اور گاؤں جو پہلے الگ تھے اب شہر سے ملحق ہو کر شہر کا ایک حصہ بن گئے ہیں مثال کے طور پر دہلی اور بمبئی اور دیگر شہر، البتہ پورا شہر مختلف محلوں حلقوں اور کالونیوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کے نام جدا جدا ہوتے ہیں اب سفر میں جانے والا شخص اپنے محلہ یا حلقہ کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا یا شہر دہلی کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا؟

اگر مسافرت شہر دہلی کے حدود سے نکل جانے پر شروع ہوتی ہو تو مزید ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہر دہلی کی آبادی دوسرے شہر، نئی آبادی کی آبادی سے ملی ہوئی ہے آبادی کا تو تسلسل ہے مگر آبادی کا نام حتیٰ کہ ضلع اور صوبہ بھی بدل جاتا ہے، اب شہر دہلی کی حد کہاں تک مانی جائے جہاں تک سرکاری اعتبار سے اس کی حد ہے یا جہاں تک آبادی کا تسلسل ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہو جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپٹی ۔ نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گی اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی (یعنی شہر) کے حدود سے تجاوز کر جائے، اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور وہ محلہ شہر کا جز ہے لہٰذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔

شامی میں ہے۔ واشار الى انه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الا قامة كربض المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فانه فى حكم المصر وكذا القرى المتصلة بالربض فى الصحيح (شامى ج ۱ ص ۷۳۲ باب صلوٰة المسافر)

مراقی الفلاح میں ہے۔ ويشترط ان يكون قد (جاوز ايضا ما اتصل به) اى بمقامه (من فنائه) كما يشترط مجاوزة ربضه وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فانه فى حكم المصر يشترط مجاوزتها فى الصحيح. (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۲۳۰ باب صلاة المسافر)

شرعی مسافر کب ہوگا؟:

(سوال ۲۳۴) ایک مولانا صاحب وطن اصلی سے ستر اسی میل کے مسافت پر ملازمت کرتے ہیں، گویا جائے ملازمت ان کا وطن اقامت ہے، اب یہ مولانا صاحب اپنی جائے ملازمت (یعنی وطن اقامت) سے پچیس تیس میل یعنی شرعی مسافت سے کم کا سفر کریں تو وہ اپنے وطن اصلی کے حساب سے شرعی مسافر ہو جاتے ہیں لیکن وطن اقامت کے اعتبار سے مسافر نہیں ہوتے، سوال یہ ہے کہ سفر کہاں سے شمار ہوگا، وطن اصلی سے یا وطن اقامت سے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں وطن اقامت سے سفر شروع ہوگا تو وہ مسافر نہ ہوگا کیونکہ مسافت شرعی نہیں پائی گئی[1] اور اگر وطن اصلی سے سفر کی ابتداء ہو تو مسافت شرعی کے سبب مسافر شمار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ڈرائیور، کنڈکٹر اتمام کریں یا قصر:

(سوال ۲۳۵) میں سرکاری بس میں کنڈکٹری کرتا ہوں، مڈھی (ایک بستی کا نام ہے) وانکانیر سے تقریباً بائیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے وہاں جا کر سو سوا سو کلومیٹر کی مسافت پر آنا جانا ہوتا ہے، اس کے بعد رات دیہاتوں میں گزارنا پڑتا ہے، ایک مرتبہ مڈھی سے ملازمت پر نکل چکنے کے بعد ایک دو دن کے بعد مڈھی آنا ہوتا ہے تو کیا میں فرض نماز پوری پڑھوں یا قصر کروں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب آپ وانکانیر سے بقصد ملازمت مڈھی، پھر وہاں سے سو یا سوا سو کلومیٹر کے سفر کے ارادے سے نکلتے ہیں اسی وقت سے شرعی مسافر شمار ہوں گے اور حکم قصر عائد ہوگا یقصر الفرض الرباعى من

---

(۱) من خرج من عمارة موضع اقامته قاصداً ولو كافراً ومن طاف الدنيا بلاقصد لم يقصر مسيرة ثلاثة ايام ولياليها صلى الفرض الرباعى ركعتين الخ (درمختار مع الشامى باب صلوٰة المسافر ج ۱ ص ۷۳۲-۷۳۳)

نوی السفر ولو کان عاصیا بسفرہ اذا جاوز بیوت مقامه وجاوز ایضا ما اتصل به من فنائه(نور الایضاح ص ۱۰۲ باب صلاۃ المسافر) وطن اصلی وانکا نیر ہے تو وہاں پہنچتے ہی مقیم بن جائیں گے اور اتمام ضروری ہے، اگر مدحی یا کسی اور جگہ میں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلی ہے تو مقیم بن جائیں گے ولا یزال یقصر حتی یدخل مصرہ او ینوی اقامته نصف شهر ببلد او قریة (ایضاً ص ۱۰۳) اور وہ جگہ وطن اقامت کہی جائے گی، وہاں سے سفر شرعی کرنے تک اس جگہ اتمام ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

(۱) مقیم کی اقتداء میں مسافر کا قصر کرنا (۲) مقیم مقتدی، مسافر امام کے سلام کے بعد بقیہ رکعات میں قراءت کرے یا نہ کرے

(سوال ۲۳۶)(۱) اگر مسافر نے مقیم کی اقتداء میں قصر پڑھی تو مسافر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب)(۱) حامداً ومصلیاً ومسلماً، مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو پوری پڑھے قصر کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔(۱) فقط

(۲) اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھے، امام نے قصر کی، پھر مقتدی حضرات اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو باقی رکعات میں فاتحہ اور سورت پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مقیم مقتدی، مسافر امام کے سلام کے بعد اپنی باقی رکعتوں میں نہ سورۂ فاتحہ پڑھے نہ ضم سورہ کرے۔ (فاذا قام) المقیم (الی الا تمام لا یقرأ — (فی الا صح) للانه کاللاحق (درمختار) (قوله فاذا قام المقیم الخ) ای بعد سلام الا مام المسافر الخ (ردالمحتار ج ۱ ص ۷۴۰ باب صلوة المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

حنبلی مسافر امام قصر نہیں کرتا تو حنفی مقیم مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں

(سوال ۲۳۷) حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی؟ بلا کراہت؟ یا با کراہت۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ جو مسافر امام قصر نہ کرے اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی، عرفات میں حنبلی امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہو تو اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی، خواہ مقیم ہو یا مسافر (شامی ص ۲۳۸ کتاب الحج ج ۲، فتاوی رحیمیہ ص ۸۹ ص ۹۰ ج ۸) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) وان اقتدی مسافر بمقیم اتم اربعاً وان افسده یصلی رکعتین الخ فتاوی عالمگیری صلاۃ المسافر ج ۱ ص ۱۴۲

سجدۃ السہو

سورۂ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۳۸) نماز میں سورۂ فاتحہ بھول سے مکرر پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) سورۂ فاتحہ بھول کر دوبار مسلسل پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اس لئے کہ سورت ملانے میں تاخیر ہوئی، اگر سورت پڑھ لینے کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہے "زادالفقیر" میں ہے فلو قرأ الفاتحة ثم السورۃ ثم الفاتحه فلا سجود علیه (ص ۶۳) (یعنی) اگر سورہ فاتحہ پڑھی اس کے بعد سورت پڑھی پھر سورہ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ سہو نہیں ہے لیکن اگر فرض نماز کی اخیری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ مکرر پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا "زادالفقیر" میں ہے وکذا قراۃ الفاتحة مرتین متوالین فی رکعة من الأولین اما اذا کررها فی الاخریین فلا یجب (ص ۶۳) فقط و اللہ اعلم بالصواب

فرض نماز کی چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ:

(سوال ۲۳۹) ثلاثی و رباعی نماز میں تیسری چوتھی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھ لی تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔ وهل یکره فی الا خریین المختار لا (درمختار) قوله المختار لا ای لا یکره تحریماً بل تنزیهاً لا نه خلاف السنة قال فی المنیة وشرحها (الی قوله) وفی اظهر الروایات لا یجب لان القراۃ فیهما مشروعة من غیر تقدیر والا قتصار علی الفاتحة مسنون لا واجب (شامی ج ۱ ص ۴۲۷ باب صفة الصلوۃ قبیل مطلب کل شفع من النفل صلاۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

جمعہ کی چار رکعات سنت کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۲۴۰) ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعات سنت موکدہ کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ سنن کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف نہ پڑھے غلطی سے پڑھ لیوے تو سجدۂ سہو کرے۔ ہاں جمعہ کے بعد کی چار رکعت کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھ لینے سے سجدۂ سہو کا واجب ہونا مسلم نہیں۔ علامہ شامی وغیرہ علمائے محققین کا اس میں اختلاف ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۳)(۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولو صلی ناسیا فعلیه السهو وقیل لا شمسی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثة منها لا نها لتاکدها اشبهت الفریضة وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی قال فی الشامیة تحت قوله وقیل لا الخ قال فی البحر و لا یخفی ما فیه والظاهر الا ول زاد فی النهر ومن ثم عولنا علیه وحکیه مافی القنیة باب الوتر و النوافل)

سنت غیر مؤکدہ اور نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں:

(سوال ۲۴۱) عصر اور عشاء کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات نماز سنت غیر موکدہ ہے اس کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) نماز عصر وعشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت غیر موکدہ اور دوسری چار رکعت نفل نماز کے بعد قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ پڑھ سکتے ہیں اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے۔ وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی ترجمہ۔ ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعت سنت موکدہ کے سواء دوسری چار رکعت سنت غیر موکدہ اور چار رکعت نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء وتعوذ بھی پڑھ سکتے ہیں (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۳ ایضاً۔ فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۳)(۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

بجائے فاتحہ التحیات:

(سوال ۲۴۲) اگر بجائے فاتحہ کے التحیات یا بجائے التحیات کے سورۂ فاتحہ پڑھ لی جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ہاں دونوں صورتوں میں بوجہ ترک واجب سجدۂ سہو واجب ہوگا۔(۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

صلوٰۃ التسبیح میں تسبیح کم و بیش ہو جائے:

(سوال ۲۴۳) صلوٰۃ التسبیح میں کبھی سبحان اللہ الخ تعداد سے زیادہ یا کم پڑھا جائے تو سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟ اور سجدہ کرے تو اس میں سبحان اللہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔ چھوٹی ہوئی تسبیح دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدہ میں پڑھے اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ مختصر رکن ہیں ان میں پڑھے گا تو طوالت ہو جائے گی جو ان کی وضع کے خلاف ہے۔ ہر رکعت میں پچہتر تسبیح ہونی چاہئے اس سے کم نہ ہونی چاہئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شامی باب الوتر والنوافل مطلب فی صلاۃ التسبیح۔

اگر امام قرأت میں غلطی کرے تو سجدۂ سہو ہے یا نہیں:

(سوال ۲۴۴) امام نے تین آیت سے پہلے ہی غلطی کی اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے پہلے ہی اپنی غلطی کی اصلاح کر کے نماز ادا کی تو ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا یا نہیں۔

---

(۱) وفی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدھا لا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل کذا فی الذاھدی. الباب التاسع فی النوافل)

(۲) واذا قرء الفاتحۃ مکان التشھد فعلیہ السہو وکذلک اذا قرء الفاتحۃ ثم التشھد کان علیہ السہو فتاوی عالمگیری الباب الثانی عشر فی سجود السہو ج ۱ ص ۱۲۷

(الجواب) اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہے نماز درست ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۱۹۳) جیسا کہ پہلے سوال میں عرض کیا گیا امام سے غلطی ہوئی۔ مقتدیوں نے لقمہ دیا۔ امام نے لقمہ لیا۔ پھر قرأت ختم کر کے رکوع کیا تو کیا اس حالت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

(الجواب) اس صورت میں بھی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا نماز صحیح ہے۔(۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد:

(سوال ۲۴۵) نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا وہ یاد نہ رہا اور دونوں جانب سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو اسی وقت سجدۂ سہو کر کے التحیات و درود و دعا پڑھ کر نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا اعادہ کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔(۳)

اگر سلام پھیرنے میں سہو ہو جائے:

(سوال ۲۴۶) مصلی نے بجائے داہنی جانب کے بائیں جانب سلام پھیر دیا تو اب داہنی جانب سلام پھیر کر دوبارہ بائیں جانب پھیرے یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) فقط داہنی جانب سلام پھیر لے بائیں جانب سلام پھیرنے کی حاجت نہیں اور نہ سجدۂ سہو کی ضرورت ہے نماز صحیح ہے (جوہرہ ج ۱ ص ۵۵)(۴)

چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۴۷) چار رکعت والی فرض نماز میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۃ پڑھے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہے۔ وھل یکرہ فی الاخریین المختار لا (درمختار) (قولہ المختار لا) ای لایکرہ تحریماً بل تنزیھاً لانہ خلاف السنۃ قال فی المنیۃ وشرحھا فان ضم السورۃ الی الفاتحۃ ساھیا یجب علیہ سجدتا السھو فی قول ابی یوسف لتاخیر الرکوع عن محلہ وفی اظھر الروایات لا یجب لان القراءۃ فیھما مشروعۃ من غیر تقدیر والاقتصار علی الفاتحۃ مسنون لا واجب اہ وفی البحر فخر الاسلام ان السورۃ مشروعۃ فی الاخریین نفلا وفی الذخیرۃ انہ المختار وفی المحیط وھو الاصح اہ والظاھر ان المراد بقولہ نفلاً الجواز والمشروعیۃ بمعنی عدم الحرمۃ فلا ینافی کونہ خلاف الاولیٰ کما افادہ فی الحلیۃ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۲۷ باب صفۃ الصلاۃ قبیل مطلب کل شفع من النفل صلاۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) ذکر فی الفوائد لو قرء فی الصلاۃ بخطأ فاحش ثم رجع وقرء صحیحاً قال عندی صلاتہ جائزۃ وکذلک الاعراب فتاوی عالمگیری الفصل الخامس فی زلۃ القاری ج ۱ ص ۸۲

(۲) بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح أخذ بکل حال قال فی الشامیۃ تحت قولہ بکل حال ای سواء قرأ الامام قدر ما تجوز بہ الصلوۃ ام لا شامی باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا ج ۱ ص ۵۸۲

(۳) سلام من علیہ السجود السھو یخرجہ من الصلاۃ خروجا مؤقوفا ان سجد عاد الیہ والا لا ویسجد للسھو ولو مع سلامہ ناویا للقطع مالم یتحول عن القبلۃ او یتکلم در مختار علی ھامش شامی باب سجود السھو ج ۱ ص ۷۰۳

(۴) وسلم اولا عن یسارہ ناسیا اوذاکر ا سلم عن یمینہ ولیس علیہ ان یعید عن یسارہ ولیس علیہ سھو ہ باب صفۃ الصلاۃ

سجدۂ سہو میں بجائے دو سجدے کے ایک سجدہ کرے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۴۸) امام صاحب کو صبح کی نماز میں سہو ہوا بعد میں امام صاحب نے اصول کے مطابق سجدۂ سہو کیا۔ لیکن سہو کا ایک ہی سجدہ کیا۔ تشہد، درود شریف اور دعا، پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ کیا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ یا کیسی ہوئی؟ بحوالہ کتب جواب ارسال فرمائیں!

(الجواب) سجدہ سہو کے لئے دو سجدے واجب ہیں ایک سجدہ کافی نہیں ہے۔ لہذا نماز قابل اعادہ ہے۔ یسجد سجدتان باب سجود السہو (نور الایضاح ص ۱۱۵) (سجدتان) لانہ صلی اللہ علیہ وسلم سجد سجدتین لسہووھو جالس بعد التسلیم وعمل بہ الا کابر من الصحابۃ والتابعین (مراقی الفلاح ص ۹۳ ایضاً) یسجد للسہو فی الزیادۃ والنقصان سجدتین بعد السلام (الی قولہ) ولنا قولہ علیہ السلام لکل سہو سجدتان بعد السلام (ھدایہ ص ۱۳۶ ج ۱ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مسبوق بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دے:

(سوال ۲۴۹) میری عصر کی پہلی رکعت چلی گئی اور چوتھی رکعت پر جب امام نے سلام پھیر دیا تو میں نے بھی بھول سے دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ پھر یاد آیا کہ ایک رکعت چلی گئی ہے۔ اب میں نے وہ چھوٹی ہوئی رکعت ادا کی۔ تو مجھ پر سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ یا نہیں۔ اگر لازم ہوگا تو کیوں؟ اور لازم نہ ہوگا تو کیوں؟ اگر ایک طرف سلام پھیرا ہے تو کیا صورت نکلے گی۔ اور کیا اس صورت میں بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) غلطی سے ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس نے سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے (اس لئے کہ بحالت انفراد سلام پھیرا ہے) ورنہ لازم نہیں (اس لئے کہ مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا) ولو سلم ساھیاً ان بعد امامہ لزمہ السہو والا لا (درمختار) (قولہ لزمہ السہو) لانہ منفرد فی ھذہ الحالۃ ح (قولہ والا لا) ای وان سلم معہ اوقبلہ لا یلزمہ لانہ مقتد فی ھاتین الحالتین ح وفی شرح المنیۃ عن المحیط ان سلم فی الاول مقارناً لسلامہ فلا سہو علیہ لانہ مقتد بہ وبعدہ یلزم لانہ منفرد اھ (شامی ص ۵۶۰ ج ۱ آخر باب الامامۃ)

اکثر یہ ہوتا ہے کہ امام کے سلام کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرتا ہے اور اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ ملالی تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۰) ایک شخص فرض نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں کوئی سورت پڑھ لیتا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں یا دونوں رکعتوں میں غلطی سے سورت ملالی تو نماز صحیح ہو جائے گی، سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔

(وضم (قصر سورۃ فی الا ولیین من الفرض) وھل یکرہ فی الا خریین المختار لا درمختار) قولہ المختار لا) قال فی المنیۃ وشرحھا فان ضم السورۃ الی الفاتحۃ ساھیا یجب علیہ سجدتا السہو فی قول ابی یوسف لتاخیر الرکوع عن محلہ وفی اظہر الروایات لا یجب لان القراءۃ فیھما مشروعۃ من غیر تقدیر والا قتصار علی الفاتحۃ مسنون لا واجب اھ (شامی ج ۱ ص ۴۲۷) باب صفۃ الصلوۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب ۹ ذی قعدی ۱۴۰۱ھ

جہری نماز میں سراً اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۵۱) امام نے بھول سے جہری نماز میں سراً قرأت کی اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر لازم ہوگا تو کتنی مقدار پڑھنے سے لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سری نماز میں جہراً یا جہری نماز میں سراً بقدر ما تجوزبہ الصلوۃ (یعنی بقدر تین چھوٹی آیت) پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، اس سے کم میں لازم نہیں معاف ہے کہ بچنا مشکل ہے۔ والمعتبر فی ذلک مقدار ما تجوزبہ الصلوۃ علی الا ختلاف لان مادون ذلک قلیل لا یمکن الا حتراز عنہ (الا ختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۷۳ باب سجود السہو) وان جھر بعض القراءۃ فی السریۃ اواخفاء ھا الامام فی الجھریۃ فان کان الجھر والا خفاء اقل مما تجوزبہ فھو معفو معسر الا حتراز عنہ (رسائل الا رکان ص ۹۳ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نماز میں سورۂ فاتحہ بتمامہا واجب:

(سوال ۲۵۲) مخدوم حضرت مفتی صاحب مدظلکم السلام علیکم۔ نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت واجب ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی آیت پوری یا جزو آیت پڑھنے سے رہ گئی تو شرعی حکم کیا ہے؟ اس کو ترک واجب کہیں گے یا نہیں؟ اور پھر سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا از سورت۔

(الجواب) مسئلہ اختلافی ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سورہ فاتحہ بتمامہا (پوری) واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد پڑھنا وجوب کی ادائیگی کے لئے کافی ہے باقی حصہ چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، امام صاحب کا قول قوی اور احوط ہے، پس فاتحہ کا کوئی حصہ اور جزو چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو لازم قرار دیا جائے گا قراءۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسہو بترک اکثرھا لا اقلھا لکن فی المجتبیٰ یسجد بترک ایۃ منھا وھو اولیٰ قلت وعلیہ فکل ایۃ واجبۃ (درمختار) (قولہ بترک اکثرھا) یفید ان الواجب الا کثر ولا یعری عن تامل بحر و فی القھستانی انھا بتمامھا واجبۃ عندہ واما عندھما فاکثرھا ولا یجب السہو بنسیان الباقی کما فی الزاھدی فکلام الشارح جار علی قولھما (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۰۳ باب صفۃ الصلاۃ). (قولہ وعلیہ) ای بناء علی ما فی المجتبیٰ فکل ایۃ واجبۃ وفیہ نظر لان الظاھر ان ما فی المجتبیٰ مبنی علی قول الا مام بانھا بتمامھا واجبۃ وذکر الآیۃ تمثیلاً لا تقییداً اذ ابترک شیئی منھا آیت او اقل ولو حرفاً لایکون آتیا بکلھا الذی ھو الواجب کمان الواجب

ضم ثلاث آیات فلو قرأ دونها کان تارکاً للواجب افاده الرحمتی (شامی ج ۱ ص ۴۲۶ ایضاً مطلب فی واجبات الصلاۃ). (قوله قراءة الفاتحه) قالوا بترک اکثرها یسجد للسهو لا ان ترک اقلها ولم ارما اذا ترک النصف نهر لکن فی المجتبی. یسجد بترک آیة منها وهو اولیٰ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴ وفصل فی واجبات الصلوۃ) فقط و الله اعلم بالصواب

سوۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھنا شروع کردی:

(سوال ۲۵۳) سورۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھنا شروع کردی پھر یاد آیا کہ پہلے سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے تھی تو اب کیا کرے؟ اس صورت میں سورت چھوڑ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور پھر سورت پڑھے؟ یا سورت پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے؟ اور مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سورت چھوڑ کر سورۂ فاتحہ پڑھے پھر سورت پڑھے اگر فاتحہ سے پہلے سورت کی ایک آیت پڑھ لی تھی تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، کیونکہ قرائت میں رکن کی مقدار ایک آیت پڑھنا ہے اور یہ موجب تاخیر ہے۔ اور اگر ایک آیت سے کم پڑھا ہے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے میں اتنی تاخیر معاف ہے۔ وان قراء السورة قبل الفاتحة او بعضها ثم تذکر یعود الی الفاتحة ثم یقرء السورة ویسجد للسهو لان الترتیب بین الفاتحة والسورة لازم (رسائل الارکان ص ۹۳)

لان الظاهر ان العلة هی تاخیر الابتداء بالفاتحة والتاخیر الیسیر هو دون رکن معفو عنه تامل (الی قوله) وان غیر واحد من المشائخ قدرها بمقدار اداء رکن (شامی ص ۴۲۹ باب صفة الصلاۃ مطلب فی واجبات الصلاۃ) فقط و الله اعلم بالصواب.

سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کیا:

(سوال ۲۵۴) امام صاحب مغرب کی دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے قیام کے قریب ہوئے تھے کہ مقتدی نے لقمہ دیا تو بیٹھ گئے اور آخر میں سجدۂ سہو کیا مگر ایک طرف سلام پھیرے بغیر کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہوگیا، سجدۂ سہو سے پہلے ایک طرف سلام پھیرنا چاہئے، اگر نہ پھیرا تو اس سے کراہت تنزیہی لازم آئے گی مگر نماز ہوجائے گی، اعادہ ضروری نہیں۔ ولو سجد قبل السلام جاز وکره تنزیها (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۱ باب سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب.

امام سورۂ فاتحہ کے بعد سوچتا رہے:

(سوال ۲۵۵) بعض مرتبہ امام صاحب سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملانے سے قبل تھوڑی دیر سوچتے ہیں تو اس نماز میں کچھ نقص آئے گا یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سورۂ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہنے اور سورت سے پہلے بسم الله الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے علاوہ اگر

ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار یعنی تین مرتبہ سبحان الله کہا جاسکے اتنی دیر خاموش رہے اور سوچتا رہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا سجدۂ سہو نہ کیا ہو تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر اس سے کم وقفہ ہو تو کچھ لازم نہیں۔ (واعلم انه اذا شغله ذلک الشک فتفکر (قدر اداء رکن ولم یشتغل حالة الشک) بقراۃ ولا تسبیح) (وجب علیه سجود السهو) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۶ باب سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب

سلام پھیرنے میں تاخیر ہوجائے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۵۶) امام صاحب مغرب کی نماز کے قعدۂ اخیرہ میں التحیات، درود شریف و دعا پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک مقتدی نے قعدۂ اولیٰ سمجھ کر لقمہ دے دیا، یعنی سبحان الله کہا تو امام صاحب کھڑے ہوگئے لیکن جب دوسرے مقتدیوں نے الله اکبر کہا تو امام صاحب فوراً بیٹھ گئے اور نماز پوری کی اور سجدۂ سہو نہیں کیا، لیکن بعد میں بہشتی زیور حصہ دوم مسئلہ نمبر ۱۹ کو دیکھ کر نماز کا اعادہ کیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام نے دعا نصف سے زائد پڑھ لی تھی تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟ یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ تمام فرائض ادا ہوچکے ہیں اور مذکورہ کتاب کے موافق عمدۃ الفقہ اور بہشتی ثمر میں بھی لکھا ہے، لیکن ہم کو اس بارے میں شرح صدر نہیں ہوتا لہٰذا آپ مفصل جواب تحریر فرمائیں اور ہمارے شبہ کو زائل فرمائیں۔ جزاکم الله خیر الجزاء بینوا توجروا

(الجواب) صورت مسئولہ میں پہلی نماز ناقص ادا ہوئی تھی، اس لئے کہ سلام میں تاخیر ہوگئی تھی اور سلام واجبات صلوٰۃ میں سے ہے اور تاخیر واجب سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، لہٰذا سجدۂ سہو کرنا ضروری تھا، سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے درمختار میں ہے۔ ویسجد للسهو فی الصورتین لنقصان فرضه بتاخیر السلام فی الاولیٰ وترکه فی الثانیة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۱ باب سجود السهو) عالمگیری میں ہے۔ رجل صلی الظهر خمساً وقعد فی الرابعة قدر التشهد ان تذکر قبل ان یقید الخامسة بالسجدة انها الخامسة عاد الی القعدة وسلم کذا فی المحیط ویسجد للسهو کذا فی السراج الوهاج (عالمگیری ج ۱ ص ۸۲ الباب الثانی عشر فی سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب.

سورۂ فاتحہ اور چند آیات پڑھنے کے بعد پھر سورۂ فاتحہ پڑھے:

(سوال ۲۵۷) ہماری مسجد کے امام نے عشاء کی نماز میں سورۂ فاتحہ اور تقریباً چھ آیتیں تلاوت کرلیں اس کے بعد ان کو ظن غالب یہ ہوا کہ میں نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اس لئے انہوں نے سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھی اور پھر اس کے بعد سورۃ تلاوت کی۔ پہلی مرتبہ ان کو سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا گمان غالب تھا حالانکہ حقیقت میں انہوں نے پڑھی تھی، تو گویا انہوں نے دو مرتبہ سورۂ فاتحہ اور دو مرتبہ سورۃ تلاوت کی تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کیوں؟ اور اگر واجب نہ ہوگا تو کس وجہ سے؟ بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً سورۂ فاتحہ پوری پڑھنے کے بعد جب سورت کی چھ آیتیں بھی پڑھ لی تھیں تو اب سورۂ فاتحہ اور سورۃ کو دوبارہ پڑھنے کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم نہیں آیا، کیونکہ متوالیاً تکرار فاتحہ سے سورۃ ملانے میں تاخیر لازم آتی ہے اور سورۂ فاتحہ کے بعد متصلاً سورت ملانا واجب ہے، اس وجہ سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے اور صورت مسئولہ میں تکرار

فاتحہ متوالیاً نہیں ہے اس لئے سجدۂ سہو واجب نہیں۔ ولو قرأها فی رکعة من الاولیین مرتین وجب سجود السہو لتاخیر الواجب وهو السورة کما فی الذخیرة الخ (شامی ج۱ ص ۴۲۹ باب صفة الصلاة مطلب فی واجبات الصلاة) فلو قرأ الفاتحة مرتین قبل السورة وجب سجود السہو لتاخیر السورة (طحطاوی علی الدر المختار ج۱ ص ۳۲۱) وکرر الفاتحة فی رکعة من الاولیین متوالیاً (الی قوله) یجب علیه سجود السہو للزوم تاخیر الواجب وهو السورة (الی قوله) ولو قرء الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة لا یلزمه السہو وقیل یلزمه (ایضاً کبری ص ۴۳۳) ولو قرأ الفاتحة مرتین فی الاولیین فعلیه السہو لانه اخر السورة ولو قرأ فیهما الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة ساهیا لم یجب علیه سہو وصار کانه قرأ سورة طویلة (الجوهرة باب صفة الصلاة النیرة ج۱ ص ۷۷)

ان عبارات سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

تشہد کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۸) قعدۂ اولیٰ میں یا قاعدۂ ثانیہ میں تشہد کا کچھ حصہ پڑھنے سے رہ گیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) تشہد کل واجب ہے، اکثر یا بعض حصہ چھوٹ جانے سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔ ولو ترک التشهد فی القعدتین او بعضه لزمه السجود فی ظاهر الروایة لانه ذکر واحد منظوم فترک بعضه کترک کله (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۶۷ فصل فی بیان واجب الصلاة) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سورۂ فاتحہ مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۹) امام نے مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ الحمد للہ پڑھی تو اس صورت میں سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ایک آیت بھی دوبارہ پڑھے تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور بکر کہتا ہے کہ آدھی سورت سے زیادہ پڑھنے کے بعد دوبارہ سورۂ فاتحہ پوری پڑھے تو سجدۂ سہو واجب ہے، آپ فیصلہ فرمائیں کہ صحیح کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صحیح یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت بھی سہواً چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے، اور سورۂ فاتحہ کی تکرار سے یا آدھی سے زیادہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اعادہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہے، مذکورہ صورت میں مالک یوم الدین تک پڑھ کر سہواً دوبارہ اعادہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں، (۱) یہ حکم ان رکعتوں کا ہے جس میں سورۂ فاتحہ واجب ہے، ہاں جن رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں ہے ان کا یہ حکم نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) ولو قرء الفاتحة الا حرفا او قرء اکثرها ثم عاد ساهیا فهو بمنزلة ما لو قرأها مرتین کذا فی الظهیریة فتاویٰ عالمگیری الباب الثانی عشر فی سجود السہو

(۲) مغرب کی تیسری رکعت اور چار رکعت والے فرائض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں ہے، ان رکعتوں میں سورۂ فاتحہ مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ قال فی شرح المنیه وقیل بالاولیین لان الاقتصار علی مرة فی الاخریین لیس بواجب حتی لا یلزمه سجود السہو بتکرار الفاتحة فیهما سهوا الخ (شامی ج۱ ص ۴۳۰ واجبات الصلاة)

سجدۂ سہو کے وجوب میں تمام نمازیں برابر ہیں؟:

(سوال ۲۶۰) امام تراویح دو رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے کھڑا ہوگیا لقمہ دینے سے بیٹھ گیا مگر سجدۂ سہو نہ کیا، دریافت کرنے پر کہا چونکہ تراویح سنت ہے اس میں سجدۂ سہو کرنے کی یا نماز دہرانے کی ضرورت نہیں تو کیا نماز تراویح میں امام سے کوئی غلطی موجب سجدۂ سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہ ہوگی؟ اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز دہرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام تراویح کا یہ کہنا کہ چونکہ "تراویح سنت ہے اس میں سجدۂ سہو کرنے یا نماز دہرانے کی ضرورت نہیں" یہ صحیح نہیں ہے۔ نماز فرض ہو یا واجب سنت ہو یا نفل تمام نمازوں میں سجدۂ سہو کا حکم یکساں ہے، البتہ نماز عید اور جمعہ میں جب کہ مجمع بہت زیادہ ہو اور سجدۂ سہو کرنے سے نمازیوں میں انتشار پیدا ہو جائے اور تشویش میں پڑ جائیں اور نماز خراب کرلیں تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو معاف ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کسی جگہ تراویح میں بھی مجمع کثیر ہو اور سجدہ کرنے سے نمازیوں میں انتشار اور نماز میں فساد کا قوی اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا اور نماز کے اعادہ کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ والسہو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء، والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة (درمختار) (قوله عدمه فی الاولیین) الظاهر ان الجمع الکثیر فیما سواهما کذلک کمابحثه بعضهم ط وکذا بحثه الرحمتی وقال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازه بل الاولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة اه (قوله وبه جزم فی الدرر) لکنه قیده محشیها الوافی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترک ط (درمختار مع الشامی ج۱ ص ۷۰۵ باب سجود السہو) (طحطاوی علی الدر المختار ج۱ ص ۵۰۰ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ سہو میں مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۶۱) محترم مفتی صاحب سلام مسنون! آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج۱ ص ۲۴۷ (جدید ترتیب کے مطابق، مسبوق مدرک لاحق کے احکام میں، کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے، کے عنوان کے تحت دیکھیں ص ۱۵۲ مرتب) اردو میں یہ فتویٰ ہے۔ مسبوق سجدۂ سہو کرنے میں امام کی متابعت کرے مگر سلام نہ پھیرے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس مسبوق کو اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ ہمارے یہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے اور بعض حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی نماز فاسد ہوگئی آپ بحوالہ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ از سورت۔

(الجواب) مسبوق سجدۂ سہو میں تو امام کی متابعت کرے گا مگر اس کے ساتھ سلام نہ پھیرے گا، اگر مقتدی نے یہ بات یاد ہوتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (۱) اور اگر سہواً (بھول سے) سلام

---

(۱) یہ مسئلہ خاص طور پر یاد رکھنا ضروری ہے بعض لوگ مسئلہ نہیں جانتے اور یہ گمان کر کے امام کے ساتھ سلام پھیر دیتے ہیں کہ ان کو بھی سلام پھیرنا چاہئے ایسے لوگوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے از سر نو نماز پڑھنا ضروری ہے اور گذشتہ زمانہ میں مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسا ہو چکا ہے تو ان کا اندازہ کر کے قضا کرنا ضروری ہے۔ ولو سلم علی ظن ان علیه ان یسلم فهو سلام عمد یمنع البناء (کبیری ص ۴۶۵ مصری)

پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ بدائع میں ہے ثم المسبوق انما یتابع الا مام فی السهود ون السلام بل ینتظر الا مام حتی یسلم فیسجد فیتا بعه فی سجود السهو لافی سلامه وان سلم فان کان عامداً تفسد صلاته وان کان ساهیا لا تفسد ولا سهو علیه لانه مقتد وسهو المقتدی باطل فاذا سلم الا مام للسهو یتابعه فی السجود ویتا بعه فی التشهد (بدائع الصنائع ص ۱۷۶ فصل فی بیان من یجب علیه سجود السهو ومن لایجب) فقط و الله اعلم بالصواب۔

مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو؟:

(سوال ۲۶۲) ایک شخص کی تیسری اور چوتھی رکعتیں چلی گئیں چوتھی رکعت پر امام نے جب نماز سے نکلنے کے لئے سلام پھیرا تو اس شخص (مسبوق) نے بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، پھر اس کو یاد آیا کہ میری دو رکعتیں چلی گئی ہیں فوراً کھڑا ہوگیا اور اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کیں اب اس پر آخر میں سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب امام نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیرے تو مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا نہیں چاہئے۔ ولا یسلم اذا سلم الا مام (ای للخروج عن الصلوة) لان هذا السلام للخروج عن الصلوة وقد بقی علیه ارکان الصلوة (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶)

اگر غلطی سے سلام پھیر دیا تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے (کہ بحالت انفراد سلام پھیرا ہے) ورنہ لازم نہیں (اس لئے کہ وہ مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا) بدائع میں ہے۔ ولا یسلم اذا سلم الا مام (ای للخروج عن الصلوة) لا ن هذا السلام للخروج عن الصلوة وقد بقی علیه ارکان الصلوة فاذا سلم مع الا مام فان کان ذاکراً لما علیه من القضاء فسدت صلوته لا نه سلام عمد وان لم یکن ذاکر اً له (ای لما علیه من القضاء) لا تفسد لانه سلام سهو فلم یخرجه عن الصلوة وهل یلزمه سجود السهو لا جل سلامه ینظر ان سلم قبل تسلیم الامام اوسلم معه لا یلزمه لان سهوه سهو المقتدی وسهو المقتدی معطل وان سلم بعد تسلیم الامام لزمه لان سهوه سهو المنفرد فیقضی ما فاته ثم یسجدللسهوفی اخر صلاته (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۷۶ ایضاً) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۶۰ آخر باب الامامة)

اکثر یہ ہوتا ہے کہ امام کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرتا ہے، اور اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا، امام سے پہلے یا امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیرنا بہت ہی نادر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع چھوٹ گیا یا صرف ایک سجدہ کیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۶۳) کوئی شخص رکوع کے بجائے سجدہ میں چلا گیا یا سہواً صرف ایک سجدہ کر کے کھڑا ہوگیا تو اس صورت میں نماز کی اصلاح کی کوئی صورت ہے؟ بینوا توجروا۔ (حیدرآباد)

(الجواب) نماز کے اندر اندر فوت شدہ رکوع اور سجدہ کو ادا کرلے اور پھر آخر میں سجدۂ سہو کرے تو نماز کی اصلاح ہوجائے گی ومنها رعایة الترتیب فی فعل مکرر فلو ترک سجدة من رکعة فتذ کر ها فی آخر الصلوة سجد ها وسجد للسهو لترک الترتیب ولیس علیه اعادة ما قبلها ولو قدم الرکوع علی القراء ة لزمه السجود لکن لا یعتد بالرکوع فیفرض اعادته بعد القرائة کذا فی البحر الرائق (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ کتاب الصلوة الباب الثانی عشر فی سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب. ۱۲ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ۔

قرأت میں تکرار کرے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں:

(سوال ۲۶۴) قراءت میں تکرار کرے جیسے حافظ تراویح میں کسی آیت پر آگے کی آیت یاد نہ آنے پر کرتے ہیں تو سجدۂ سہو لازم ہے؟ اگر یہ تکرار تین آیتیں ہوجانے کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرے دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں، اگرچہ یہ تکرار تین آیات پڑھنے کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرے، دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔ فقط اللہ اعلم بالصواب ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

امام قعدۂ اولیٰ یا قعدۂ اخیرہ چھوڑ کر کھڑا ہونے لگا اور مقتدی کے لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو؟:

(سوال ۲۶۵) چوتھی رکعت میں التحیات پڑھ کر امام اٹھ رہا تھا کہ لقمہ دینے سے بیٹھ گیا یا قاعدۂ اولیٰ چھوڑ کر امام سجدہ سے قیام کو جا رہا تھا کہ لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو ہر دو صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ (حیدرآباد)

(الجواب) آخری قعدہ کرکے اگر امام پورا کھڑا نہیں ہوا تھا بلکہ بیٹھنے کے قریب تھا اور لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، قعدۂ اولیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ بیٹھنے کے قریب ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اور اگر اوپر کھڑا ہوگیا یا کھڑے ہونے کے قریب ہوگیا تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ ومن سهی عن القعدة الاولیٰ ثم تذکرو هو الی حالة القعود اقرب عادو قعدو تشهد لان ما یقرب من الشیئی یا خذ حکمه ثم قیل یسجد للسهو للتاخیر والاصح انه لا یسجد کما اذا لم یقم ولو کان الی القیام اقرب لم یعد لانه کا لقائم معنی ویسجد للسهو لا نه ترک الواجب وان سهیٰ عن القعدة الا خیرة حتی قام الی الخامسة رجع الی القعدة مالم یسجد لان فیه اصلاح صلاته. (هدایه اولین ص ۱۳۹ باب سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب.

غلطی سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا:

(سوال ۲۶۶) کسی نے بھول سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا بعد میں سیدھی جانب تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز ہو جائے گی اور دوبارہ بائیں طرف سلام پھیرنا اس پر لازم نہیں ولو سلم اولاً عن یسارہ ناسیاً او ذاکراً یسلم عن یمینہ ولیس علیہ ان یعیدہ عن یسارہ ولیس علیہ سہو اً اذا فعلہ ناسیاً (الجوھرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۵۵ باب صفۃ الصلاۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

عیدین وجمعہ کی نماز میں سجدہ سہو کس وقت ساقط ہوتا ہے؟:

(سوال ۲۶۷) عید کی نماز میں تکبیر زائدہ واجبہ ترک ہو جائے یا اور کوئی موجب سجدۂ سہو غلطی ہو جائے تو سجدۂ سہو کیا جائے یا نماز دہرائی جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عیدین کی نماز میں اسی طرح جمعہ وغیرہ میں مجمع کثیر ہو جس کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنے سے انتشار ہونے اور لوگوں کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور حرج عظیم کی وجہ سے اعادہ بھی معاف ہو جاتا ہے۔ (ولا یاتی الامام بسجود السھو فی الجمعۃ والعیدین) دفعا للفتنۃ بکثرۃ الجماعۃ وبطلان صلاۃ من یری لزوم المتابعۃ وفساد الصلوۃ بترکہ (مراقی الفلاح ص ۹۴) (قولہ بکثرۃ الجماعۃ) واخذ العلامۃ الوانی من ھذہ السببیۃ ان عدم السجود مقید بما اذا حضر جمع کثیر اما اذا لم یحضروا فالظاھر السجود لعدم الداعی الی الترک وھو التشویش (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۰ باب سجود السھو) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۵ باب سجود السھو) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ سہو کے بعد تشہد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۶۸) سجدۂ سہو کے بعد التحیات پڑھے یا درود شریف ودعا پڑھنا کافی ہے؟ اگر التحیات نہ پڑھے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدۂ سہو کے بعد التحیات (تشہد) پڑھنا ضروری ہے اگر التحیات نہ پڑھے تو نماز صحیح ہو جائے گی مگر واجب کا تارک ہوگا لہذا نماز واجب الاعادہ ہوگی، درمختار میں ہے (ویجب ایضا) تشھد وسلام لان سجود السھو یرفع التشھد (قولہ یرفع التشھد) ای قراء تہ حتی لو سلم بمجرد رفعہ من سجدتی السھو صحت صلاتہ ویکون تارکاً للواجب وکذا یرفع السلام امداد (درمختار شامی ج ۱ ص ۶۹۲، باب سجود السھو) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۵۰ باب سجود السھو) (عمدۃ الفقہ ص ۳۶۱ ج ۲)۔ فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

مغرب یا عشاء کی آخری رکعتوں میں امام نے سورۂ فاتحہ جہراً پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں

(سوال ۲۶۹) محترم المقام حضرت مفتی صاحب دامت فیوضہم، بعد سلام مسنون! مزاج گرامی! عرض ہے کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۲۴۷ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب کے آخر میں، فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرآت بالجہر کے عنوان سے دیکھئے ص ۱۹۰ مرتب) میں ایک فتویٰ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعت میں جہراً قرأت کی تو سجدۂ سہو واجب ہوا، بحر الرائق اور طحطاوی کا حوالہ ہے براہ کرم عبارت کتب بالانقل فرما کر ممنون فرمائیں، غور طلب یہ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعت میں جب قرأۃ کا درجہ ہی مسنونیت کا ہے تو جہراً پڑھنے سے سجدۂ سہو کیسے واجب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فرض کی آخری ایک یا دو رکعت میں صحیح قول کے مطابق سورۂ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے مگر ان رکعتوں میں بالاتفاق امام کے لئے سراً قرأت کرنا واجب ہے لہذا اگر امام جہراً قرأت کرے گا تو ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا طحطاوی علی الدر المختار میں ہے۔ (والجھر للامام (والاسرار) للکل (فیما یجھر) فیہ ویسر (درمختار) (قولہ والاسرار للکل) ای للامام اتفاقاً ومنفرد علی الاصح (بحر) (قولہ ویسر) ای فیما یسر فیہ وھو صلوۃ الظھر والعصر والثالثۃ من المغرب والاخریان من العشاء وصلوۃ الکسوف والاستسقاء (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۴ واجبات الصلاۃ)

بحر الرائق میں ہے (قولہ والجھر والاسرار فیما یجھر ویسر) فالحاصل ان الاخفاء فی صلوۃ المخافتۃ واجب علی المصلی اماماً کان او منفرداً وھی صلوۃ الظھر والعصر والرکعۃ الثالثۃ من المغرب والاخریان من صلوۃ العشاء وصلوۃ الکسوف والاستسقاء وھو واجب علی الامام اتفاقاً وعلی المنفرد علی الاصح الخ (بحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۲ واجبات الصلوۃ)

مراقی الفلاح میں ہے (ویجب الاسرار) فی جمیع رکعات (الظھر والعصر) ولو فی جمعھما بعرفۃ (و) الاسرار (فیما بعد اولی العشاءین) الثالثۃ من المغرب وھی والرابعۃ من العشاء. (مراقی الفلاح مع حاشیۃ طحطاوی ص ۱۳۸ واجبات الصلوۃ)

وتسن (قرائۃ الفاتحۃ فیما بعد الاولیین) فی الصحیح وروی عن الامام وجوبھا وروی التخییر بین قراءۃ الفاتحۃ والتسبیح والسکوت.

طحطاوی میں ہے (قولہ وتسن قرائۃ الفاتحۃ فیما بعد الاولیین) یشمل الثلاثی والرباعی (قولہ فی الصحیح) ھو ظاھر الروایۃ کما فی الحلبی (مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی ص ۱۴۷ سنن الصلوۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

کیا مسبوق تراویح میں سجدۂ سہو کرے گا۔

(سوال ۲۷۰) تراویح کی پہلی رکعت میں حافظ صاحب کے سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوا اس کے بعد دوسری

رکعت میں ایک شخص نے اقتداء کی آیا یہ نووارد سجدۂ سہو کرے گا یا نہیں؟ امام صاحب کا کہنا ہے چونکہ حافظ صاحب سے سہو پہلے ہوا اور اقتدا بعد میں (یعنی دوسری رکعت میں) کی ہے، لہذا اس نووارد پر سجدۂ سہو نہیں، اس مسئلہ کو مدلل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) وہ مقتدی مسبوق ہے اور مسبوق کا حکم یہ ہے کہ امام کے اتباع میں سجدۂ سہو کرے اگرچہ سہو اس کے اقتداء کرنے سے پہلے ہوا ہو، درمختار میں ہے والمسبوق یسجد مع امامه مطلقاً سواء کان السهو قبل الاقتداء او بعده (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۶ باب سجود السهو) یعنی مسبوق (جو امام کے ساتھ ایک رکعت کے بعد شریک ہوا ہو) امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا، چاہے امام سے سہو مسبوق کے اقتداء سے پہلے ہوا ہو یا بعد میں۔ البتہ مسبوق سلام پھیرنے میں امام کی اتباع نہ کرے، سلام پھیرے بغیر سجدہ سہو کرے، اس کا ضرور خیال رکھے، اگر مسبوق نے یہ بات یاد رکھتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے امام صاحب کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر سہواً سلام پھیرا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶ فصل فی بیان من یجب علیه السهو ومن لا یجب علیه۔ وفتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۹۱، ۱۹۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب

مقتدی کے سہو سے سجدۂ سہو:

(سوال ۲۷۱) امام کی اقتدا کی حالت میں مقتدی سے سہو ہو جائے تو کیا بوقت سلام امام و مقتدی پر سجدۂ سہو ضروری ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی سجدۂ سہو نہ کرے البتہ اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق سے فوت شدہ نماز کی ادائیگی میں سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہے وسهو المؤتم لا یوجب السجود علی الامام لانه متبوع لا تابع ولا علیه ای ولا علی المؤتم الخ (کبیری) (ص ۴۳۷ فصل فی بیان من تجب علیه السهو ومن لا یجب علیه) وان سهی فی ما یقضی بعد فراغ الامام یسجد السهو ایضاً. (ایضاً ص ۴۳۸)

سجدۂ سہو بھول سے ایک ہی کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں:

(سوال ۲۷۲) امام صاحب سے سہو ہونے پر سجدۂ سہو کیا، لیکن سجدۂ سہو صرف ایک کیا، نماز کا وقت گذر جانے پر خیال آیا کہ سجدۂ سہو بھی سہواً ایک ہی کیا ہے تو اب نماز کا اعادہ کس طرح کیا جائے، آیا ان مقتدیوں کو جمع کر کے نماز پڑھی جائے یا فرداً فرداً پڑھی جائے؟ مقتدیوں کو جمع کرنا ممکن ہے، اگر اعادہ نماز کی ضرورت نہ ہو تو بھی تحریر فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ سجدۂ سہو میں دو سجدے کرنا واجب ہے لہذا ایک سجدہ رہ جانے سے نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوئی ہے۔ یجب سجدتان الخ باب سجود السهو (نور الایضاح ص ۱۱۵) وان النقص اذا دخل فی صلوة الامام ولم یجبر وجبت الاعادة علی المقتدی ایضاً (شامی ۱/۴۲۵ باب

صفة الصلاة مطلب کل صلاة اديت مع الكراهة التحريم تجب اعادتها) ایسی صورت میں نمازی منتشر ہونے سے پہلے یاد آ جائے تو نماز کا اعادہ باجماعت ضروری ہے، منتشر ہونے کے بعد سب کو جمع کرنا ضروری نہیں، فرادیٰ فرادیٰ ادا کر لینا کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام وتر کی تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو کر خاموش رہا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۷۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ امام نماز وتر کی تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد خاموش رہا، مقتدی نے الحمد کے بعد لقمہ دیا، پھر امام نے فوراً الحمد للہ کے بعد سورۃ ملا کر دعا قنوت پڑھ لی اور نماز ترتیب سے ختم کی، صرف خاموش ہونے سے سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟ اگر سجدۂ سہو بھی نہ کیا تو نماز ہو گئی یا نہیں؟ یا نماز وتر دوبارہ پڑھنی چاہئے۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش رہنے کے بعد الحمد پڑھی ہے تو سجدہ سہو لازم ہے، اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز قابل اعادہ ہے۔

واعلم انه اذا شغله ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالة الشک بقرائة ولا تسبیح ذکره فی الذخیرة وجب علیه سجود السهو. (باب سجود السهو درمختار ج ۱ ص ۷۰۶)

امام خاموش نہیں رہا بلکہ سورۂ فاتحہ سراً پڑھنے لگا تو اگر بقدر تین آیت پڑھنے کے پھر جہراً پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہے۔ والجهر فیما یخافت فیه و عکسه بقدر ما تجوز به الصلوة (درمختار ج ۱ ص ۶۹۴) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرأت بالجہر:

(سوال ۲۷۴) مغرب اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں امام قرأت بالجہر سہواً کرے تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ہاں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے (طحطاوی ج ۱ ص ۳۴۴)[1] بحر الرائق واجبات الصلوٰۃ ص ۳۵۲ ج ۱۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ومنها جهر الامام فیما یجهر فیه والاسرار فی محله مطلقاً واختلف فی القدر الموجب للسهو والاصح انه قدر ما تجوز به الصلاة فی الفصلین، باب سجود السهو واجبات الصلاة)

سجدہ تلاوت

آیت سجدہ کو مکرر پڑھنا:

(سوال ۲۷۵) رمضان المبارک میں حفاظ قرآن کا دور کرتے ہیں۔ایک پڑھتا ہے اور دوسرے حفاظ اور حاضرین سنتے ہیں۔اس طرح آیت سجدہ بار بار پڑھنے اور سننے میں آتی ہے تو سجدہ ایک ہی کیا جائے یا جتنی بار آیت پڑھی اور سنی جائے اتنی دفعہ سجدہ کرے؟

(الجواب) آیت سجدہ اگر ایک ہی مجلس میں مکرر پڑھی جائے تب بھی ایک سجدہ واجب ہوتا ہے۔صورت مسئول عنہا میں ایک ہی سجدہ کرے کیونکہ آیت اور مجلس ایک ہی ہے (شامی ج ۲ ص ۷۲۶)[1] (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۵ ایضاً)

آیت سجدہ سن کر بجائے سجدہ کے رکوع میں چلا جائے:

(سوال ۲۷۶) نماز تراویح میں امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ میں گیا مگر مقتدی رکوع سمجھ کر رکوع میں گیا تو اس کی نماز اور سجدہ ادا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی کو چاہئے کہ رکوع چھوڑ کر سجدہ میں چلا جائے۔اگر رکوع کر کے پھر سجدہ میں گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی اور سجدہ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا (درمختار شامی ج ۱ ص ۷۲۴) (۲)

نماز میں سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ آیات سجدہ پڑھ لے:

(سوال ۲۷۷) حافظ صاحب نے تراویح میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد کھڑے ہو کر بجائے اگلی آیت کے وہی آیت سجدہ دوبارہ پڑھ لی سجدہ تلاوت کے اعادہ کا حکم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں پہلا سجدہ کافی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں اور سجدہ سہو بھی نہیں (عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۵)(۳)

چند حفاظ باہم آیت سجدہ کی تلاوت وسماعت کریں تو کتنے سجدے کریں:

(سوال ۲۷۸) ماہ رمضان میں حفاظ کرام دور سناتے ہیں ایک پڑھتا ہے دوسرے سنتے ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے سب پڑھتے ہیں اگر آیت سجدہ کی تلاوت ہو تو سب پر ایک ہی سجدہ ہے یا جس قدر حفاظ ہیں اسی قدر سجدے ہوں گے اور اسی طرح جتنی بار سماعت ہوتی ہو اسی کا سجدہ ہے؟ شرعی حکم کی وضاحت فرمائیں؟

(الجواب) اگر ایک ہی مجلس میں اس طرح تلاوت ہوتی ہو اور آیت سجدہ بھی ایک ہی ہو تو ایک ہی سجدہ واجب ہے کہ

(۱) قوله ولو كررها في مجلسين تكررت الاصل انه لا يتكرر
الوجوب الا باحد امور الثلاثة اختلاف التلاوت او السماع او المجلس ... مالم يكن للمكانين حكم الواحد
كمسجد والبيت والسفينة الخ باب سجود التلاوة)
(۲) وتؤدى بسجودها كذلك اى على الفور وان لم ينو بالا جماع ولو نواها فى ركوعه ولم ينوها المؤتم لم تجزه
ويسجد اذا سلم الامام ويعيد القعدة ولو تركها فسدت صلاته باب سجود التلاوة).
(۳) ولو تلاها فى ركعة فسجدها ثم اعادها فى تلك الركعة لا تجب الثانية كذا فى محيط السرخسى الباب الثالث عشر
فى سجود التلاوة)

آیت سجدہ اور مجلس متحد ہے یعنی آیت بھی ایک ہے اور مجلس بھی ایک ہے (شامی ج ۱ ص ۷۲۶ حوالہ بالا بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۵ باب سجود التلاوۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اعلان کرے یا نہیں:

(سوال ۲۷۹) تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں رکعت میں سجدہ ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(الجواب) خیر القرون میں عرب وعجم میں کثیر تعداد میں جہلاء اور نو مسلم ہونے کے باوجود سلف صالحین سے اعلان ہذا ثابت نہیں حالانکہ وہ اسلامی اعمال کی تبلیغ میں نہایت چست اور عبادات کی درستگی کے بڑے حریص تھے۔فقہاء نے بھی اسطرح کے اعلان کی ہدایت نہیں کی ہے اگر ضرورت ہوتی تو ضرور تاکید فرماتے جیسے کہ مسافر امام کو خصوصی طور پر تاکید فرمائی ہے کہ نمازیوں کو اپنے مسافر ہونے کی اطلاع دے دے چاہے نماز سے پہلے ہو یا بعد میں کہ "میں مسافر ہوں" کیونکہ یہاں ضرورت ہے لیکن سجدۂ تلاوت میں عام طور پر ایسی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر بلا ضرورت یہ طریقہ جاری رہا تو قوی اندیشہ ہے کہ جس طرح بعض شہروں کا رواج ہے کہ نماز جمعہ کے وقت اعلان کیا جاتا ہے۔الصلوٰۃ سنۃ قبل الجمعۃ ۔ یا۔یہ کہا جاتا ہے انصتوا رحمکم اللہ اور دوسرا اعلان سنت یا فعل حسن سمجھا جاتا ہے اسی طرح سجدہ تلاوت کا یہ اعلان بھی ضروری اور بہت ممکن ہے سنت سمجھا جانے لگے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مباح چیز کو ضروری سمجھنے سے دیگر خرابی کے سوا، اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مباح کو مسنون سمجھ لیا جائے اور غیر مسنون کو مسنون سمجھ لینا تحریف دین ہے (ازالۃ الخفاء مجلس نمبر ا فصل نمبر ۵) البتہ اگر مجمع کثیر ہو جیسا کہ بڑے شہروں میں ہوتا ہے کہ صفیں دور تک ہوتی ہیں۔کچھ صفیں بالائی منزل میں بھی ہوتی ہیں اور وہاں مغالطہ کا قوی احتمال رہتا ہے کہ لوگوں کو سجدۂ تلاوت کا پتہ نہ چلے اور سجدہ کے بجائے رکوع کرنے لگیں تو ایسے موقع پر بے شک بموجب "الضرورات تبیح المحذورات" ۔اعلان کی اجازت دی جاسکتی ہے مگر ہر جگہ کا یہ حکم نہیں ہے۔ہمارے یہاں اس کی (اعلان کی) ضرورت نہیں میرا اپنا برسوں کا تجربہ ہے لہٰذا اس کا ترک ضروری اور اس کی پابندی غلط ہے۔

مقتدی کے لقمہ دینے سے امام آیت سجدہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت ایک ہے یا دو؟:

(سوال ۲۸۰) ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے۔مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے آیت پڑھی تو ایک سجدۂ تلاوت ہے یا دو سجدے؟

(الجواب) امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا ہے اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو یہ سجدہ کافی ہے۔اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں ہیں۔[1] فقط۔

(۱) اذا تلا الامام آية السجدة سجدها وسجد الماموم ... فان تلا الماموم لم يلزم الامام ولا المؤتم السجود لا فى الصلاة ولا بعد الفراغ منها ، فتاوى عالمگيرى سجود التلاوة ج ۱ ص ۱۳۳۔

سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت کی آیت کون سی ہے؟:

(سوال ۲۸۱) سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت " اناب " پر ہے یا " حسن مآب " پر؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) محقق قول کی بنا پر اولی یہ ہے کہ "حسن مآب" پر سجدۂ تلاوت کیا جائے۔ شامی میں ہے:۔ وفی ص عند حسن مآب وهو اولی من قول الزيلعی عندو آناب (ج ا ص ۷۱٦ باب سجود التلاوة) علم الفقہ میں ہے (۱۰) سورۂ ص کے دوسرے رکوع میں یہ آیت وخر را کعاً واناب فغفر نالہ' ذلک وان لہ' عندنا لزلفی وحسن مآب. اس آیت میں "وحسن مآب" کے لفظ پر سجدہ ہے بعض علماء کے نزدیک "اناب" کے لفظ پر ہے مگر یہ قول محقق نہیں (درمختار) (علم الفقہ ص ۱۹۵ حصہ دوم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ کی ایک آیت دو رکعتوں میں پڑھی تو کتنے سجدے واجب ہوں گے:

(سوال ۲۸۲) تراویح میں امام نے پہلی رکعت میں سجدہ کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کی اتفاقاً دوسری رکعت میں اسی آیت سجدہ کو دہرایا تو پہلا سجدہ کافی ہے یا دوسرا لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلا سجدہ کافی ہوجائے گا، بدائع الصنائع میں ہے: واما اذا كرر التلاوة فی رکعتین ان يكفيه سجدة واحدة وهو قول ابی يوسف الا خير وفی الا ستحسان يلزمه' لكل تلاوة سجدة وهو قول ابی يوسف رحمه الله الاول وهو قول محمد وهذا من المسائل الثلاث التی رجع فيها ابو يوسف رحمه الله عن الاستحسان الی القياس الخ (ص ۱۸۲ فصل سبب وجوب السجدة جلد اول) فقط و الله اعلم بالصواب.

نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کرنا!:

(سوال ۲۸۳) نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھ کر فوراً سجدہ نہیں کیا تین آیت کے بعد کیا تو ادا ہوا؟ یا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟ یا نماز واجب الاعادہ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی جائے تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے۔ اگر تین آیتوں سے زیادہ پڑھنے کے بعد سجدہ کیا گیا تو قضا شمار ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ علی المذهب المختار. سجدۂ سہو نہ کیا گیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ جو سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہوا ہو وہ سلام پھیرنے سے پہلے بلکہ سلام پھیرنے کے بعد جب تک کوئی حرکت منافی نماز نہ کی ہو۔ سجدہ کر لینا چاہئے۔ اس کے بعد بجز توبہ واستغفار کے معافی کی کوئی صورت نہیں۔

درمختار میں ہے۔ فعلی الفور لصيرو تها جزء' امنها ويا ثم بتاخير ها ويقضيها ما دام فی حرمة الصلوة ولو بعد السلام. وفی الشامی (قوله فعلی الفور) ای فان كانت صلوتية فعلی الفور ثم تفسير الفور عدم طويل المدة بين التلاوة والسجدة بقراءة اكثر من آيتين او ثلاث علی ماسياتی حليه.

(قوله ويا ثم بتا خيرها) لا نها وجبت بما هو عن افعال الصلوة وهو القرائة وصارت من اجزائها فوجب اداؤها مضيقاً كما فی البدائع ولذا كانت المختار وجوب سجود السهو لو تذكرها بعد محلها كما قد مناه فی بابه عند قوله لترک واجب صارت كما لو خرجت السجدة الصلبية عن محلها فانها تكون قضاء ومثله ما لو اخر القراءة الی الا خريين علی القول بوجوبها فی الاولين وهو المعتمد. اما علی القول بعدمه فيهما فهی اداء فی الا خريين كما حققناه فی واجبات الصلوٰة فانهم. (درمختار مع الشامی ج ا ص ۷۲۳ باب سجود السهو) (وهكذا فی المراقی الفلاح وحاشية الطحطاوی ص ۲٦۷)

وفی عالمگيريه: وفی الغيائيه واداء ها ليس علی الفور حتیٰ لو اداها فی ای وقت كان مودياً قاضياً كذا فی التا تارخانية هذا فی غير الصلاتية اما الصلوتية اذا اخرها حتی طالت القرائة تصير قضاءً ويأثم هكذا فی البحر الرائق ج ا ص ۸٦، ۸۷ الباب العاشر فی سجود التلاوة)

وفی موضع اخر: وفی الولو الجية المصلی اذا تلا آية السجدة ونسی ان يسجد لها ثم ذكرها وسجد ووجب عليه سجود السهو لانه تارک للوصل وهو واجب وقيل لا سهو عليه والا ول الاصح كذا فی التاتارخانيه (عالمگيری ج ا ص ۸۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو) مالابد منہ میں ہے:۔ سجدۂ تلاوت کہ در نماز واجب شدہ بعد نماز قضا نہ شود ص ا ۷ فقط واللہ علم بالصواب۔

رکوع اور سجدے میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرے تو کیسا ہے:

(سوال ۲۸۴) حافظ صاحب نے تراویح میں سورۂ اعراف کی آیت سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدۂ تلاوت نہیں کیا۔ نماز کے بعد دریافت کرنے پر حافظ صاحب نے کہا کہ رکوع میں یا سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی جائے تو سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ سجدہ ادا ہوجائے گا۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کا رکوع کرے (جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہوا ہے) یا دو تین چھوٹی آیتیں پڑھ کر نماز کا رکوع کرے اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلے تو سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے۔ اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو نماز کے سجدہ میں سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا خواہ سجدہ کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، لیکن اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کی اور مقتدیوں نے نہیں کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوگا۔ لہذا ایسی صورت میں امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے نماز کے سجدہ میں سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا۔ وتؤدی بركوع صلوٰة اذا كان الركوع علی الفور من قراءة اية) او ايتين وكذا الثلاث علی الظاهر كما فی البحر (ان نواه) ای كون الركوع لسجود التلاوة علی الراجع (وتو دی بسجودها كذلک) ای علی الفور (وان لم ينو) بالاجماع ولو نواها فی ركوعه ولم ينو المؤتم لم تجزه. (قوله لم تجزه) ای لم تجزية الا مام المؤ تم ولا تندرج فی سجوده وان نواها المؤتم فيه لانه' لما نواها الامام فی ركوعه تعين لها افادة ح هذا الخ (درمختار مع الشامی ج)

ص ۲۳، ۷۲، ج ا ص ۲۴ ۷باب سجود التلاوۃ)

صورت مذکورہ میں امام کے ساتھ مقتدیوں نے بھی رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی نیت کی ہوگی تو سب کا سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا۔اور اگر مقتدیوں نے نیت نہیں کی ہو اور امام نے کرلی ہو تو مقتدیوں کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا۔اور اگر امام نے رکوع میں نیت نہیں کی تھی تو نماز کے سجدہ میں کوئی نیت کرے یا نہ کرے سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا۔(بشرطیکہ تین آیتوں سے کم پڑھا ہو)

مسئلہ سے لوگ واقف نہیں ہوتے اس لئے بہتر یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کیا جائے۔نماز کے رکوع اور سجدہ میں ادا کر کے لوگوں کو تشویش میں نہ ڈالے۔مسئلہ پر عمل کرانا ہو تو نمازیوں کو پہلے سے مسئلہ سمجھاوے پھر عمل کرے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کھڑے ہو کر ایک دو آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا بہتر ہے:

(سوال ۲۸۵) کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد قصداً سورۂ علق۔(اقرأ باسم ربک) تلاوت کی تکبیر کہہ کر فوراً رکوع کیا،اور مدعی ہیں کہ میرا یہ فعل عین سنت کے مطابق ہے،تو سوال یہ ہے کہ ان کا یہ دعویٰ اور طرز عمل حدیث وسنت کے مطابق ہے؟تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ امام صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت کے بعد بلا کچھ پڑھے رکوع کر لینا سنت کے مطابق ہے تو اس کی دلیل پیش کرنا ان کے ذمہ ہے محض دعویٰ کافی نہیں ہے۔فقہاء کے نزدیک دو تین آیتیں پڑھے بغیر رکوع کرلینا کراہت سے خالی نہیں ہے۔اگرچہ نماز ہو جاتی ہے۔ولو کانت تختم السورۃ فالا فضل ان یرکع بها ولو سجدو لم یرکع فلا بد ان یقرء شیئاً من السورۃ الا خریٰ بعد ما رفع راسه' من السجود ولو رفع ولم یقرء شیئاً جاز(عالمگیری ج ا ص ۱۳۳ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ)

وحاصله علی ما ذکره الفقهاء کما فی البدائع ملخصاً ان المتلوۃ خارج الصلوۃ تو دی علی نعت سجدات الصلوۃ والمتلوۃ فی الصلوۃ الا فضل ان یسجد لها ثم اذا سجد وقام یکره له ان یرکع کما رفع سواء کان آیة السجدۃ فی وسط السورۃ او عند ختمها وبقی بعدها الی الختم قدر آیتین او ثلاث فینبغی ان یقرء ثم یر کع ینتظر ان کانت الآیة فی الوسط فانه ینبغی ان یختمها ثم یرکع وان کانت عند الختم فینبغی ان یقرء ایات من سورۃ اخریٰ ثم ا ه (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲، ۱۲۳ باب سجود التلاوۃ)فقط و الله اعلم بالصواب وعلمه اتم واحکم۔

سجدۂ تلاوت کے ایک آیت کی تکرار کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم:۔

(سوال ۱۲۸۱) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) امام نے سورہ الم سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا پھر اسی جگہ نماز فجر میں اسی سورت کو پڑھا تو اس کے ذمہ سجدہ تلاوت ہے یا پہلے کیا ہوا سجدہ کافی ہے کہ جگہ بدلی نہیں ہے۔

(۲) خارج صلوۃ آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ تلاوت نہ کیا،نماز میں اسی آیت کو پڑھا اور نماز میں سجدہ تلاوت کرلیا تو یہ ایک سجدہ کافی ہے۔یا خارج صلوۃ جو ایک آیت سجدہ تلاوت کی تھی اس کے لئے دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا؟

(۳) نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدۂ تلاوت کرلیا۔پھر نماز کے بعد اسی جگہ وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو دوسرا سجدہ لازم ہوگا یا نہیں؟امید ہے کہ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گی۔بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) صورت مذکورہ میں دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔امام اور اس کے ساتھ مقتدیوں کو سجدۂ تلاوت کرنا ضروری ہوگا۔اذا کرر اية السجدۃ فی مکان متحد کفته واحدۃ الا فی مسئلة اذا قرأها خارج الصلوۃ وسجدلها ثم اعادها فی مکانه فی الصلوۃ فانه تلزمه اخریٰ. یعنی ایک ہی مجلس میں آیت سجدہ مکرر پڑھے تو ایک سجدہ کافی ہے مگر اس مسئلہ میں کہ نماز کے باہر سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی پھر اسی جگہ نماز پڑھی اور وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو اس کو دوسرا سجدہ لازم ہوگا(الا شباہ والنظائر ص ۱۹۱ الفن الثانی) مراقی الفلاح میں ہے(ولو تلا اية (خارج الصلوۃ فسجد)لها (ثم) دخل فی الصلوۃ و(اعاد) تلاوتها (فیها) ای فی الصلوۃ فی مجلسه (سجد) سجدۃً (اخریٰ)لعدم تبعیتها للخارجیةلقوۃ الصلویة الخ (مراقی الفلاح مع حاشیةطحطاوی ص ۲۸۶ باب سجود التلاوت)(مالا بد منه ص ۷۱)

(۲) نماز میں جو سجدہ کیا وہ کافی ہے۔دوسرا لازم نہیں (وان لم یسجد اولاً) حین تلا او سمع خارج الصلوۃ (کفته) سجدۃ (واحدۃ) وهی الصلوتیة عن التلاوتین لقوتها فی ظاهر الروایة (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً)(مالا بد منه ص ۷۱) مگر سجدہ کرلینے میں احتیاط ہے۔چنانچہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے(قوله فی ظاهر الروایة)وفی روایة النوادر یسجد للاول اذا فرغ من الصلوۃ لان السابق لا یکون تبعاً للاحق ولان المکان قد تبدل بالا شتغال بالصلوۃ فصار کما لو تبدل بعمل اخر.وجه الظاهر . ان الدخول فی الصلوۃ فصار کما لو تبدل بعمل اخر .وجه الظاهر . ان الدخول فی الصلوۃ عمل قلیل وبمثله لا یختلف المجلس کذا فی الشرح (ص ۲۸۶ ایضاً)

(۳) ظاہر روایت یہ ہے کہ دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔وکذا لو سجد فی الصلوۃ ثم اعادها بعد سلامه یسجد اخریٰ فی ظاهر الروایة لعدم بقاء الصلویة حکماً (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۸۶ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

سورۂ ص میں اناب پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۸۶) ہمارے یہاں گذشتہ کل تراویح میں سورۂ ص میں اناب پر سجدۂ تلاوت ہوا۔ایک بڑی عمر کے حافظ صاحب کہہ رہے ہیں کہ سجدہ "مآب" پر کرنا چاہئے لہذا اس رکوع کا اعادہ کرو،اور دوبارہ سجدہ کرو۔ورنہ ایک سجدہ رہ جائے گا۔آپ تحریر فرمائیں کہ کیا اعادہ ضروری ہے؟بینوا توجروا۔

(الجواب) بہتر یہ ہے کہ سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت "حسن مآب" پر کیا جائے،"اناب" پر سجدہ کرنا خلاف احتیاط ہے۔شامی میں ہے وفی ص عند وحسن مآب وهو اولیٰ من قول الزیلعی عند اناب (شامی ج ا ص

۱۷۶ باب سجود التلاوۃ) صورت مسئولہ میں اتاب پر سجدہ کیا گیا ہے یہ خلاف احتیاط ہوا۔ لیکن اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ۔

دو رکعت پوری کر کے دوسری نماز میں وہی سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی جو پہلی دو رکعت میں پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۸۷) تراویح میں امام نے دو رکعت کی نیت باندھی پہلی یا دوسری رکعت میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا اور دو رکعت پوری کی، پھر دوسری دو رکعت کی نیت باندھی اور سہواً وہی سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی۔ لیکن سجدہ نہیں کیا نماز کے بعد ایک مقتدی کے استفتاء پر امام صاحب نے فرمایا کہ پہلی نماز کا سجدۂ تلاوت دوسری نماز کے لئے کافی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا فرمان صحیح ہے یا دوسری نماز میں مستقل سجدہ کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں دوسرا سجدہ کرنا ہوگا۔ تکبیر تحریمہ کہہ کر دوسری نماز شروع کرنے سے حکماً مجلس بدل جاتی ہے۔ ولان المکان قد تبدل بالا شتغال بالصلوۃ فصار کما لو تبدل بعمل اخر (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) نیز مراقی الفلاح میں ہے وکذا لو سجد فی الصلوۃ ثم اعادھا بعد سلامہ یسجد اخریٰ فی ظاھر الروایۃ لعدم بقاء الصلوتیۃ حکماً، یعنی نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کیا۔ پھر وہی آیت سلام پھیرنے کے بعد دوبارہ پڑھی تو ظاہری روایت کے مطابق دوسرا سجدہ کرے نماز میں جو سجدہ کیا تھا وہ حکماً بھی باقی نہ رہا (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ۔

سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا :

(سوال ۲۸۸) سجدۂ تلاوت آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے واجب ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص آیت سجدہ کا ترجمہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) واجب ہوگا اس لئے کہ ترجمہ اسی آیت کا مفہوم ہے نور الایضاح میں ہے۔ ویجب علی من تلا آیۃ ولو بالفارسیۃ (قولہ ولو بالفارسیۃ) اتفاقاً فھم اولم یفھم لکونھا قرآناً من وجہ (باب سجود التلاوۃ مراقی الفلاح ص ۹۶) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ تلاوت کے بجائے فدیہ دیا جا سکتا ہے:

(سوال ۲۸۹) ایک حافظ صاحب آج سے پندرہ بیس سال قبل بمبئی آتے جاتے گاڑی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے تھے مگر تقریباً ایک سو کے قریب قریب سجدۂ تلاوت ذمہ میں باقی رہ گئے ہیں، اب وہ حافظ صاحب بیمار ہیں چل پھر نہیں سکتے، اتنے سجدے کرنا ان کے بس کی بات نہیں تو اب وہ حافظ صاحب کیا کریں بطور فدیہ گیہوں دے دیں تو کیا ذمہ داری ختم ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ریل گاڑی میں سجدہ کی آیت پڑھی گئی مگر سجدہ کا موقعہ نہیں تھا، اس لئے بہت سے سجدۂ تلاوت رہ گئے اپنے مقام پر پہنچ کر کر لینا ضروری تھا تاخیر کے لئے توبہ استغفار ضروری ہے اور اب جب کہ سجدہ کرنے سے معذوری ہے تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کرتے ہیں۔ یعنی جتنا جھک سکنے کی طاقت ہو اتنا جھک کر سجدہ ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح اشارہ سے سجدۂ تلاوت ادا کر لئے جائیں تو ادا ہو جائیں گے، اس کے بجائے فدیہ دینا کافی نہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ تلاوت:

(سوال ۲۹۰) امام نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ نہ کیا تو مقتدی کرے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی بھی امام کی اتباع میں سجدہ نہ کرے۔(۱) فقط واللہ اعلم۔

آیت سجدہ سے قبل سجدہ:

(سوال ۲۹۱) حافظ صاحب نے سجدہ والی آیت پڑھنے سے قبل ہی سجدہ کر دیا تو کیا نماز میں خلل واقع ہوگا؟

(الجواب) جی ہاں خلل واقع ہوگا اور اس کی تلافی سجدۂ سہو کرنے سے ہو جائے گی ویجب سجدتان بتشھد وتسلیم لترک واجب بتقدیم او تاخیر اوزیادۃ او نقص (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مختصراً ص ۲۵۰ باب سجود التلاوۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

(۱) آیت سجدہ پڑھے بغیر نماز میں سجدۂ تلاوت کر لیا (۲) آیت سجدہ پڑھ کر بھی نماز میں سجدۂ تلاوت نہیں کیا:

(سوال ۲۹۲) تراویح کی نماز میں امام صاحب نے سورۂ علق پڑھی اور آیت سجدہ باقی رکھ کر سجدۂ تلاوت کر لیا اور حسب قاعدہ نماز ختم کر دی تو یہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ان دونوں رکعتوں کا شمار تراویح میں ہوگا یا نہیں؟

(ب) دوسری دو رکعتوں میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! جب کہ آیت سجدہ پڑھی نہیں گئی تو سجدہ بھی واجب نہیں ہوا اس لئے جو سجدہ کیا گیا وہ فضول اور بے موقع ہوا ہے، لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی اور ان دو رکعتوں کا شمار تراویح میں ہوگا۔ واگر در نماز سجدہ کند ادا نہ باشد لیکن نماز باطل نہ شود (مالا بد منہ ص ۷۱)

(ب) دوسرے دوگانہ میں سجدۂ تلاوت واجب ہوا ہے اور نماز ہی کے اندر اس کا ادا کرنا ضروری تھا مگر نماز میں ادا کرنے سے رہ گیا اس لئے ساقط ہو گیا خارج نماز میں قضا نہیں کیا جا سکتا، اگر قصداً ترک کیا جائے تو آدمی سخت گنہگار ہوتا ہے واذا تلاھا فی الصلوۃ سجدھا فیھا لا خارجھا لما مر و فی البدائع واذالم یسجد اثم فلتزمہ التوبۃ (درمختار) (قولہ واذا لم یسجد اثم) افادانہ لا یقضیھا قال فی شرح المنیۃ و کل

---

(۱) لان الامام لو لم یسجد لا یسجد الماموم وان سمعھا لأنہ ان سجدھا فی الصلاۃ وحدہ صار مخالف امامہ، باب سجود التلاوۃ ج ۱ ص ۱۲۲

سجدۃ وجبت فی الصلوۃ ولم تؤ دفیھا سقطت ای لم یبق السجود لھا مشروعاً لفوات محلہ اھ(شامی ج ۱ ص ۲۲۷ باب سجود التلاوۃ)

اگر صورت مذکورہ میں امام نے سجدہ کی آیت کے بعد دو یا تین آیتوں سے زائد نہیں پڑھا تھا اور رکوع کرلیا تھا اور اس میں امام اور مقتدیوں نے سجدۂ تلات ادا کرنے کی نیت بھی کرلی ہو تو سب کا سجدہ ادا ہوگیا اگر امام نے رکوع میں سجدہ کرنے کی نیت نہیں کی تو پھر سجدہ میں بلانیت بھی سب کا سجدہ ادا ہوجائے گا۔ لیکن اگر تین آیتوں سے زائد پڑھنے کے بعد رکوع کیا ہے تو سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوا لہٰذ اس خطا کی خدا سے معافی چاہے۔ (قولہ نعم لو رکع وسجد لھا ای للصلوۃ فوراً ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوۃ بلا نیۃ تبع السجود امامہ (شامی ج ۱ ص ۷۲۴ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

ایک ہی مجلس میں استاذ کے مختلف طلبہ سے ایک آیت سجدہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا:

(سوال ۲۹۳) ایک مدرس طلبہ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہے۔ جماعت بندی کی وجہ سے پوری جماعت اپنے استاذ کو ایک ہی سبق سناتی ہے سبق میں بعض مرتبہ سجدۂ تلاوت کی آیت بھی ہوتی ہے ہر طالب علم اپنی اپنی باری پر وہ آیت پڑھتا ہے اور استاذ اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے اور سب کا سبق سنتا ہے۔ مذکورہ صورت میں استاذ پر اور اسی طرح جماعت میں جو نابالغ بچے ہیں ان پر ایک سجدہ واجب ہوگا یا جتنی مرتبہ آیت پڑھی گئی ہے اتنے سجدے واجب ہوں گے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں استاذ کے لئے اور بالغ طلبہ کے لئے ایک سجدہ کافی ہوگا، شامی میں ہے۔ واشار الی انہ متی اتحد الایۃ والمجلس لا یتکرر الوجوب وان اجتمعت التلاوۃ والسماع ولو من جماعۃ (شامی ج ۱ ص ۷۲۲ تحت قولہ بشرط اتحاد الایۃ والمجلس باب سجود التلاوۃ ، فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۹۸) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

باب قضاء الفوائت

کیا آنحضور ﷺ کی نماز کبھی قضا ہوئی تھی :

(سوال ۲۹۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم نے وعظ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی آنکھ مبارک نہ کھلی جس کی وجہ سے آپ کی نماز قضا ہوگئی اور جب سورج کی کرنیں نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور پر پڑیں تو بیدار ہوئے اور قضا نماز ادا فرمائی، کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ ہماری دانست میں حضور ﷺ سے ایسے چوک نہیں ہوسکتی، اگر واقعہ صحیح ہے تو حوالہ دے کر اس کی وجوہات مفصل ارقام فرمائیں، اس کی وجہ سے ہمارے یہاں نزاع ہو رہا ہے۔؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)وبا للہ التوفیق: ۔بے شک ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ آنحضور ﷺ کی نماز آنکھ نہ کھلنے کی وجہ سے قضا ہوگئی ،آپ ﷺ بشر اور مخلوق ہیں، خالق نہیں ہیں اور نیند نہ آنا صرف خدا کی ہی صفت ہے لا تاخذہ سنۃ ولا نوم یعنی نہ تو اس کو (خدا کو) اونگھ دبا سکے نہ نیند (سورۂ بقرہ ،)

مذکورہ واقعہ سے شان نبوت پر ذرہ برابر حرف نہیں آتا، حضور ﷺ نے معاذ اللہ سستی، غفلت یا بے پرواہی نہیں کی تھی ،واقعہ یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہمراہ سفر میں تھے، اخیر رات میں ایک منزل پر قیام فرمایا بہت تھکے ہوئے تھے، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہم کو بیدار کرنے کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں لیتا ہوں، حضرت بلالؓ کو نماز کے وقت بیدار کرنے کا ذمہ دار بنا کر تھوڑی دیر آرام کی غرض سے آپ علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم لیٹ گئے، باوجود اس کے کہ حضرت بلالؓ نے بیدار رہنے کی امکانی کوشش کی مگر آپ کی بھی آنکھ لگ گئی اور نتیجۃً سب کی نماز قضا ہوگی، اس واقعہ میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں قضا نماز ادا کرنا اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ اور اس کا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کرنا، چنانچہ آپ ﷺ نے اذان، اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا یا ایھا الناس ان اللہ قبض ارواحنا ولو شاء لردھا الینا فی حین غیر ھذا...... الخ یعنی اے لوگو! اللہ نے ہماری روحیں قبض کرلی تھیں اگر وہ چاہتا تو طلوع آفتاب سے پہلے (نماز کے وقت پر) ہماری روحیں لوٹا دیتا اور ہم بیدار ہوجاتے، جب تم میں سے کوئی سو رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کو لازم ہے کہ نماز پڑھ لے، جس طرح (ادا نماز) پڑھا کرتا تھا، یہ پوری حدیث مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن زید بن اسلم قال عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃً ووکل بلالاً ان یوقظھم للصلوۃ فرقد بلال رقدوا..... الخ. (مشکوۃ شریف ص ۶۷ قبیل باب المساجد)(۱)

---

(۱) جب آنحضرت ﷺ غزوۂ خیبر سے واپس ہوئے تو راستے میں یہ واقعہ پیش آیا، یہ واقعہ لیلۃ التعریس کے نام سے مشہور ہے مشکوۃ ص ۶۷ ایضاً)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق ہر امر میں خدا کی محتاج ہے، کوئی اس کے امر کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قضا نماز باقی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے

(سوال ۲۹۵) ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور عصر کی جماعت شروع ہو چکی تو پہلے ظہر کی نماز پڑھے یا عصر کی نماز میں شریک ہو جائے؟ ضروری کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے[1] تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ظہر کی نماز پڑھے، اور اگر صاحب ترتیب نہیں ہے تو پہلے عصر کی نماز باجماعت ادا کرلے پھر ظہر کی قضا پڑھے، لو خاف فوت الجماعة الحاضرة قبل قضاء الفائتة فان كان صاحب الترتيب قضى وان لم يكن فهل يقضى ليكون الاداء بحسب ماوجب الى قوله. ام يقتدى لا حراز فضيلة الجماعة مع جواز تاخير القضاء وامكان تلافيه قال الخير الرملى لم اراه ثم نقل عن الشافعية اختلاف الترجيح فيه واستظهر الثانى قلت ووجهه ظاهر لان الجماعة واجبة عندنا او فى حكم الواجب ولذا يترك لا جلها سنة الفجر التى قيل عندنا بوجوبها الخ (شامی ج ۱ ص ٦٦٥ باب ادراک الفريضه) فقط و الله اعلم بالصواب.

جماعت میں شریک ہونے کے بعد قضا نماز یاد آئے:

(سوال ۲۹۶) ایک شخص جماعت میں شریک ہو گیا پھر اس کو نماز میں یاد آیا اس نے اس سے پہلے کی نماز نہیں پڑھی ہے تو اب وہ کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز باجماعت پوری کر کے قضا نماز پڑھے پھر اس نماز کو جو امام کے ساتھ پڑھی ہے لوٹا لے، اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے، ورنہ ضرورت نہیں، مؤطا امام محمد میں ہے۔ اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر انه كان يقول من نسى صلوة من صلوته فلم يذكرها الا وهو مع الامام فاذا سلم الامام فليصل صلوته التى نسى ثم ليصل بعدها الصلوة الاخرى (اى التى صلاها مع الامام) قال محمد وبهذا ناخذ الخ (مؤطا امام محمد ص ۱۰۵ باب الرجل يصلى فيذكر ان عليه صلوة فائتة) (فتاوى محمدى ص ۸۸) فقط و الله اعلم.

(۱) سوال میں مذکورہ صورت میں مریض پر نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں

(۲) زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے

(سوال ۲۹۷) دریافت طلب امر یہ ہے کہ مریض لقوہ (فالج) جس میں عام طور پر دماغ زیادہ متاثر ہوتا ہے اطباء اور ڈاکٹر بھی یہی کہتے ہیں کہ اس کا تعلق دماغ کی رگوں اور پٹھوں سے ہوتا ہے اس میں مریض کا احساس اور شعور کافی مجروح ہوتا ہے بالکل احساس اور شعور فنا ہو جاتا ہو ایسا بھی نہیں، بعض مرتبہ بات سمجھ لیتا ہے، دوسرے انسان کو پہچان بھی لیتا ہے لیکن مکمل شعور اور پورا احساس ہو ایسا بھی نہیں، اور ہر وقت ایک ہی حالت نہیں رہتی، اس لئے کبھی نماز کی

[1] صاحب ترتیب وہ شخص ہے جس کے ذمہ بلوغ سے ایک چھ نمازیں قضا نہوں (الكفاية المفتى ص ۴۳۹ ج ۳، امداد الفتاوی ص ۵۰۶ ج ۱)

14

طرف دھیان جاتا ہے کبھی بالکل نہیں جاتا، نماز پڑھنے میں رکعتوں کا شمار بھی گاہے یاد نہیں رہتا، تو اس شخص پر نماز فرض ہوگی یا نہیں؟ اور زندگی میں فدیہ دینا صحیح ہوگا یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ مدلل تحریر فرمائیں، مفروضہ مسئلہ نہیں پیش آمدہ شکل ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر ایک دن رات سے زیادہ وقت اس طرح گذرے کہ بالکل شعور اور احساس نہ ہو بالفاظ دیگر مسلسل بے ہوشی طاری رہے تو نماز ساقط ہو جائے گی ورنہ ساقط نہ ہوگی وقت ملنے پر نمازیں ادا کرلیا کرے، اس صورت میں اگر قضا نہ پڑھ سکے تو فدیہ کی وصیت کرے زندگی میں فدیہ دینا صحیح نہیں ہے، اگر اکثر وقت بے ہوشی طاری رہتی ہے اور گاہے افاقہ ہو جاتا ہو اگر افاقہ کا وقت مقرر ہو مثلاً صبح کے وقت افاقہ ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے تو اس افاقہ کا اعتبار ہوگا، اس سے قبل اگر بے ہوشی ایک رات دن سے کم ہے تو بے ہوشی کا حکم باطل ہو جائے گا اور نمازوں کی قضا لازم ہوگی، اور اگر افاقہ کا وقت مقرر نہ ہو دن میں کسی بھی وقت افاقہ ہو جاتا ہو تو اس افاقہ کا اعتبار نہیں یعنی یہ بے ہوشی متصل اور لگاتار سمجھی جائے گی، اور اگر اکثر وقت ہوش وحواس قائم رہتے ہوں گاہے بے ہوشی اور بے شعوری طاری ہوتی ہو اور یہ سلسلہ رہتا ہو تو اس کا حکم ظاہر ہے نماز ساقط نہ ہوگی، اگر رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو اور کوئی شخص اس کو بتلاتا جائے اور وہ پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔

درمختار میں ہے (ومن جن او غمى عليه) ولو بفزع من سبع او آدمى (يوماً وليلة قضى الخمس وان زادت وقت صلوة) سادسة (لا) للحرج ولو افاق فى المدة فان لافاقته وقت معلوم قضى والا لا (درمختار).

ردالمحتار میں ہے (قوله ان لافاقة وقت معلوم) مثل ان يخف عنه المرض عند الصبح مثلاً فيفيق قليلاً ثم يعاوده فيغمى عليه تعتبر هذه الافاقه فيبطل ما قبلها من حكم الاغماء اذا كان اقل من يوم وليلة وان لم يكن لافاقته وقت معلوم لكنه يفيق بغتة فيتكلم بكلام الاصحاء ثم يغمى عليه فلا عبرة بهذه الافاقة ح عن البر. (ردالمحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۷۱۴ باب صلوة المريض)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے ومن جن. الىٰ قوله. وقت معلوم قضى والا لا. اور جو شخص مجنون ہوا یا بے ہوش ہوا اگر چہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بے ہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازیں قضا پڑھے اور اگر بڑھ جائے بے ہوشی وقت چھٹی نماز کا تو قضا نہ پڑھے، بسبب حرج کے اور اگر دن رات میں اس کو افاقہ ہو جاتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت متعین ہو تب قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے، مثلاً دن رات بے ہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش میں آتا ہے تو اول کی بے ہوشی بے کار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑے گی اور اگر وقت ہوش کا معین نہیں یکایک ہوش میں آجاتا ہے تو اس ہوش کا اعتبار نہیں، کذا فی الطحطاوی (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۳۴۸، ص ۳۴۹ ج ۱۔)

بحر الرائق میں ہے (قوله ومن جن او اغمى عليه خمس صلوات قضى ولو اكثر لا) وهذا استحسان والقياس ان لا قضاء عليه اذا استوعب الاغماء وقت صلوة كاملة لتحقق العجز وجه الاستحسان ان المدة اذا طالت كثرت الفوائت فيحرج فى الاداء واذا قصرت قلت فلا حرج والكثير ان يزيد على يوم وليلة لانه يدخل فى حد التكرار والجنون كالاغماء على الصحيح اه

(بحر الرائق ص ۱۱۷ ج ۲ باب صلوة المریض)

بدائع میں ہے:۔ واما المغمیٰ علیه فان أغمی علیه یوماً ولیلة او اقل یجب علیه القضاء لانعدام الحرج وان زاد علی یوم ولیلة لا قضاء علیه لا نه یحرج فی القضاء لدخول العبادة فی حد التکرار ،وکذا المریض العاجز عن الایماء اذا فاتته صلوات ثم برأفان کان اقل من یوم ولیلة او یوماً ولیلةً قضاه' وان کان اکثر لا قضاء علیه لما قلنا فی المغمیٰ علیه الخ. (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۴۶ فصل واما حکم هذه الصلوات الخ)(هدایه اولین ص ۱۴۲ باب صلوة المریض)

شامی میں ہے:۔(تتمہ)فی البحر عن القنیة ولا فدیة فی الصلوات حالة الحیوة بخلاف الصوم اه (شامی ص ۷۱۲ ج ۱ باب صلوة المریض)

علم الفقہ میں ہے: اگر کوئی مریض سر سے اشارہ بھی نہ کرسکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز اس وقت نہ پڑھے، بعد صحت کے اس کی قضا پڑھ لے پھر اگر یہی حالت اس کی پانچ نمازوں سے زیادہ تک رہے تو اس پر ان نمازوں کی قضا بھی نہیں جیسا کہ قضاء کے بیان میں گذر چکا۔

اگر مریض کو رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو تو اس پر بھی اس وقت کی نماز ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد صحت کے ان کی قضاء پڑھ لے، ہاں اگر کوئی شخص اس کو بتلاتا جاوے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے، یہی حکم ہے اس شخص کا ہے جو زیادہ بڑھاپے کے سبب مخبوط العقل ہو گیا ہو یعنی دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنی غالب رائے پر عمل کرے (نفع المفتی)(علم الفقہ ج ۲ ص ۱۴۰ مریض اور معذور کی نماز)۔

بیمار شخص جو پاکی کے اہتمام سے قاصر ہو اس سے متعلق ایک فتویٰ "فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۱۵، ج ۶ ص ۲۱۶۔ پر ہے اسے بھی ضرور ملاحظہ فرمالیں (جدید ترتیب کے مطابق باب صلوٰۃ مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست کے عنوان سے، دیکھیں ص۱۵۹ ۵ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بلا عذر نماز قضا کرنا:

(سوال ۲۹۸) ایک شخص نمازی تو ہے مگر وقت کی پابندی نہیں کرتا، کیا پھر بھی وہ فاسق و گنہگار ہے؟

(الجواب) شریعت میں نماز کی بہت ہی تاکید ہے مقررہ وقت پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے، باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا.

ترجمہ۔ بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں (نساء) لہذا بلا عذر شرعی نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔

حضرات صحابہ میں سے بعض جیسے حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابودرداؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف تو تارک نماز کو کافر ہی مانتے ہیں۔

اختلف العلماء فی کفر تارکها عمدا فذهب جماعة من الصحابة و من بعدهم الی الکفر

اما الصحابة فمنهم عمرو وعبد الله بن مسعود و عبد الله بن عباس ومعاذ بن جبل و جابر بن عبد الله وابو الدرداء وابو هریرة وعبدالرحمن بن عوف(مجالس الابرار، مجلس ۵۱/ ۳۲۱)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے نماز پڑھی اتنی کہ اس کا وقت نکل گیا پھر قضا کی تو دوزخ میں کئی حقب عذاب کیا جاوے گا اور حقبہ اسی برس کا ہوتا ہے۔ روی انه علیه السلام قال من ترک الصلوة حتی مضی وقتها ثم قضی عذب فی النار حقبا والحقب ثمانون سنة .ایضاً ص ۳۲۰)

اسی لئے فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت ولادت حاملہ عورت کے بچے کا سر نکل چکا ہو اور اس وقت نماز کا وقت تنگ ہونے لگے تو ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں وضو نہ کرسکتی ہو تو تیمم کر کے بچے کی حفاظت کے ساتھ نماز پڑھے، نماز قضا کرنے کی اجازت نہیں۔

اور ایسے ہی جو سمندر کے اندر تختے پر ہو تب بھی نماز معاف نہیں، اعضاء وضو کو پانی سے تر کر کے اشارہ سے نماز پڑھ لے، نماز قضاء کرنے کی اجازت نہیں۔

ایسے ہی جس کے دونوں ہاتھ پاؤں سن ہو چکے ہوں اور اس کے پاس کوئی ایسا آدمی نہ ہو جو وضو یا تیمم کروائے تو اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک تیمم کی نیت سے دیوار پر مل لے اور نماز پڑھے، قضا کرنے کی اجازت نہیں، ذکر فی الذخیرة ان امرأة اذا خرج رأس ولدها وخافت وقت الصلوة تتوضأ ان قدرت والا تتیمم (الی قوله) وکذا من وقع فی البحر علی لوح وخاف خروج وقت الصلوة یدخل اعضا الوضوء فی الماء بنیة الوضوء ثم یصلی بالایماء ولا یترک الصلوة وکذا من شلت یداه ولیس معه احد یوضیه او یتممه یمسح وجهه وذراعیه علی الحائط بنیة التیمم ویصلی ولا یجوز له ترک الصلوة ولا تاخیرها عن وقتها (ایضاً ص ۳۲۰) بعض فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ جو جانتا ہے کہ جب وہ حج کے لئے جاوے گا تو اس کی ایک نماز فوت ہوگی تو اس کو حج کے لئے جانا حرام ہے مرد ہو یا عورت، اس واسطے کہ جس کی ایک نماز قضا ہوتی ہے تو اس کا عوض ستر حج سے کم میں نہیں ہوتا۔

ومن علم انه اذا خرج الی الحج تفوته صلوة واحدة یحرم علیه الحج رجلا کان او امرأة لان من یترک صلوة واحدة لا یکفرها اقل من سبعین حجة (مجالس الابرار، مجلس ۲۰ ص ۱۵۳ او ص ۱۵۴.

اس سے نماز کو بروقت پڑھنے کی اہمیت معلوم ہوسکتی ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیمار کی نماز کی قضا اور فدیہ:

(سوال ۲۹۹) بیمار آدمی کی نماز قضا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) بیمار شخص جب کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھے بیٹھے رکوع وسجدہ سمیت نماز پڑھے، اگر رکوع وسجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے اشارے سے نماز پڑھے، اگر بیٹھے بیٹھے بھی نماز ادا کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر گھٹنے کھڑے رکھے یا کروٹ پر لیٹ کر سر کے نیچے تکیہ رکھ دے پھر سر کے اشارے سے رکوع

وسجدہ کر کے نماز پڑھے، اگر سر کے اشارے سے رکوع، سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو نماز نہ پڑھے۔ اذا تعذر علی المریض کل القیام صلی قاعداً برکوع وسجود وان تعذر الرکوع والسجود صلی قاعد ابالایماء وان تعسر القعود اوما مستلقیا اوعلی جنبہ والاولٰی ویجعل تحت راسہ وسادۃ لیصیر وجھہ الی القبلۃ لا السمآء وینبغی نصب رکبتیہ ان قدر حتی لا یمدھما الی القبلۃ وان تعذر الایماء اخرت عنہ مادام یفھم الخطاب. (نور الایضاح ملخصاً ص ۱۰۴ باب صلوۃ المریض وص ۱۰۵)

پھر پانچ نماز تک یہی حالت رہی اور اچھا ہو جاوے تو قضا پڑھنا واجب ہے اور اگر اسی حالت میں انتقال ہو جاوے تو قضا ضروری نہیں اور فدیہ کی وصیت بھی واجب نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وان مات من ذلک المرض لا شئی علیہ ولا یلزمہ فدیۃ، کذا فی المحیط (ج ۱ ص ۱۳۷ الباب الرابع عشر فی صلاۃ المریض)

اگر پانچ نماز سے زیادہ یہی حالت رہے تو قضا نہیں ہے، معاف ہے، اسی طرح اگر پانچ نماز کے وقت سے زائد مجنون یا بے ہوش رہے تب بھی ان اوقات کی نمازوں کی قضا اور فدیہ نہیں وہ معاف ہیں ومن جن او اغمی علیہ خمس صلوات قضی ولو اکثر لا. (نور الایضاح ص ۱۰۵ او ص ۱۰۶ باب صلوۃ المریض) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نوافل وسنن

ظہر کی جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے سنت کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں کتنی رکعت سنت ادا کرنا چاہئے

(سوال ۳۰۱) ظہر سے قبل کی چار رکعت سنت پڑھنا شروع کی ظہر کی جماعت کھڑی ہو جانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ بعد میں دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں چار رکعت سنت مؤکدہ ادا کرنا ضروری ہے دو رکعت کافی نہیں۔ اس لئے کہ یہ چار رکعت بیک سلام مسنون ہے۔ درمختار میں ہے (وسن) مؤکداً (اربع قبل الظھر) اربع قبل الجمعۃ واربع (بعدھا بتسلیمۃ) فلو بتسلیمتن لم تنب عن السنۃ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۰ باب الوتر والنوافل مطلب فی السنن والنوافل) فقط و اللہ اعلم بالصواب

ظہر کی سنتیں شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے

(سوال ۳۰۱) ایک آدمی نے ظہر کی سنت کے لئے نیت باندھی اس کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ اب جماعت کے بعد صرف دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا پوری چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ نیز ایسی صورت حال میں دو رکعت پر سلام پھیر دینا بہتر ہے یا چار رکعت پوری کر لینا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں بعد میں چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھنا ضروری ہے۔ دو رکعت کافی نہیں۔ اور مذکورہ صورت میں دو رکعت پر سلام پھیرنے کی ضرورت نہ تھی چار رکعت پوری کر لیتے تو اچھا ہوتا اور یہی راجح قول ہے، اگرچہ دو رکعت پر سلام پھیرنا بھی درست ہے۔ درمختار میں ہے (والشارع فی نفل لا یقطع مطلقاً) ویتمہ رکعتین (وکذا سنۃ الظھرو) سنۃ (الجمعۃ اذا اقیمت او خطب الامام) یتمھا اربعاً (علی) القول (الراجح) لانھا صلوٰۃ واحدۃ ولیس القطع للاکمال بل للأبطال خلافاً لما رجحہ الکمال (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۶۸ باب ادراک الجماعۃ)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

(سوال) متعلق سنن ظہر (۵۲۴)

(الجواب) ظہر کی سنتیں جو فرض شروع ہونے سے پہلے پڑھ رہا تھا اگر درمیان میں فرض شروع ہو جائیں تو سنتیں پوری کر کے سلام پھیرے اور فرض میں شامل ہو جائے لیکن اگر دو رکعت پر سلام پھیر کر فرض میں شریک ہو جائے اور پھر چاروں رکعتیں فرض کے بعد ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ پہلی صورت بہتر ہے (مولانا مفتی) کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۷۲)

بہشتی ثمر میں ہے۔ مسئلہ۔ ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو راجح یہ ہے کہ اس کو پوری کرے۔ (بہشتی ثمر ص ۱۳۲ حصہ اول) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۳۰۲) بعد سلام مسنون اینکہ ہم نوجوانان ندر بار شبینہ کرنا چاہتے ہیں اس کی ترکیب کیا ہے؟ یعنی قرآن پاک ایک رات میں ختم کیا جائے یا تین راتوں میں؟ اور کتنی رکعتوں میں ختم کیا جائے؟ بیس رکعتوں میں یا اس سے زائد رکعتوں میں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس زمانہ میں شبینہ مروجہ کراہت اور مفاسد سے خالی نہیں ہے ایک خرابی تو یہ ہے کہ نفل با جماعت میں قرآن پڑھا جاتا ہے حالانکہ نفل با جماعت (اگر دو تین مقتدیوں سے زائد ہوں تو) مکروہ تحریمی ہے۔ مجالس ابرار میں ہے۔ واما لو اقتدی واحدا واثنان بواحد فلا یکرہ وفی الثلاثۃ اختلاف وفی الاربعۃ یکرہ اتفاقاً (مجالس الابرار ص ۱۳۹ مجلس نمبر ۱۹ (ھکذا فی الدر المختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۵۱۶ باب الوتر والنوافل مطلب فی کراھیۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ و ج ۱ ص ۶۶۳ و ۶۶۴ باب الامامۃ) (کبیری ص ۳۸۹ فصل فی النوافل)۔

البتہ تراویح میں درست ہے بشرطیکہ قرآن صاف اور صحت کے ساتھ پڑھا جاوے اور شہرت مقصود نہ ہو اور مقتدی ست نہ ہوں[1] اگر کچھ بیٹھے رہیں اور باتیں کرتے رہیں اور کھانے پینے کے انتظام میں لگے رہیں اور نتیجۃً ان کی تراویح بھی فوت ہو جائے تو جائز نہ ہوگا اس زمانے میں ایسے حفاظ کہاں ہیں؟ جو پورا قرآن صاف اور صحت کے ساتھ ایک رات میں ختم کریں یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا لہذا اس قسم کے حفاظ کا تین روز سے کم میں قرآن ختم کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ، اس کی فضیلت اور اس کے متعلق مسائل!!:

(سوال ۳۰۳) (۱) صلوٰۃ التسبیح کی کیا فضیلت ہے؟ (۲) الف، اس نماز کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ ب اس نماز کا کوئی وقت معین ہے یا نہیں؟ (ج) اس کی تسبیح کس طرح گنی جائیں؟ (د) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا کمی ہو جائے تو اس کی تضا کس طرح کی جائے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے یہ نماز اپنے محترم چچا صاحب حضرت عباسؓ کو سکھائی اور فرمایا کہ آپ اس کو پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے، پچھلے، قدیم جدید نئے پرانے، دانستہ نادانستہ، چھوٹے بڑے، خفیہ علانیہ سب گناہ معاف کر دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)[2] اس فضیلت کے پیش نظر عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ تو یہ نماز

(۱) ویکرہ للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا اراد الامام ان یرکع یقوم وکذا اذا غلبۃ النوم یکرہ ان یصلی مع القوم الخ فتاوی عالمگیری فصل فی التراویح ج ۱ ص ۱۱۹۔

(۲) عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس بن مطلب یا عباس یا عماہ الا اعطیک لا امنحک الا اخبرک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ واخرہ قدیمہ وحدیثہ خطاء وعمدہ صغیرہ وکبیرہ سرہ وعلانیۃ الخ صلوۃ التسبیح ص ۱۱۷)

پڑھنی چاہئے۔

(۲) (الف) اس نماز کے پڑھنے کے دو طریقے احادیث سے ثابت ہیں۔ (پہلا طریقہ) چار رکعت کی نیت کی جائے اور الحمد و سورۃ کے بعد رکوع سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، پڑھیں اور بعض روایت کے موافق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بھی ملا لینا چاہئے۔ پھر رکوع میں رکوع کی تسبیح کے بعد وہی کلمات دس ۱۰ مرتبہ، پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں دس مرتبہ پھر سجدہ میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں دس ۱۰ مرتبہ پھر دوسرے سجدہ میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس ۱۰ مرتبہ پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائیں اور دس مرتبہ پڑھیں۔ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر ۷۵ تسبیح ہوئیں اسی طرح باقی رکعتوں میں پڑھیں پہلے اور دوسرے قعدہ میں التحیات سے پہلے تسبیح پڑھی جائے اس طرح کلی تسبیحات تین سو ۳۰۰ ہو جائے گی۔

(دوسرا طریقہ) یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء (سبحانک اللھم الخ) پڑھنے کے بعد قراءت سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات پڑھے۔ پھر قراءت کے بعد رکوع سے پہلے دس ۱۰ مرتبہ۔ پھر رکوع میں (رکوع کی تسبیح کے بعد) ۱۰ دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر (قومہ) میں دس مرتبہ پھر سجدہ میں (سجدہ کی تسبیح کے بعد) دس ۱۰ مرتبہ پڑھے اس دوسری ترتیب میں دوسرے سجدہ کے بعد تسبیح پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس طرح ایک رکعت میں پچھتر ۷۵ تسبیح کا عدد پورا ہو جائے گا۔ اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پہلے پندرہ ۱۵ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے پھر قرأت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ اس طرح چار رکعتیں پوری کرے۔ ان دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ از روئے سند زیادہ قوی ہے۔ مگر دونوں طریقے صحیح اور قابل عمل ہیں جو طریقہ آسان معلوم ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ اور یہ بھی مناسب ہے کہ کبھی اس طریقہ سے اور کبھی اس طریقہ سے پڑھا جائے کیونکہ دونوں صورتیں روایات حدیث اور تعامل سلف سے منقول و ماثور ہیں اور اس صلوٰۃ التسبیح میں قراءت فاتحہ کے بعد اختیار ہے کہ جو سورت بھی چاہے پڑھے۔ بعض روایات میں سورۂ اذا زلزلت اور عادیات اور اذا جاء نصر اللہ اور قل ھو اللہ احد منقول ہے۔ اور بعض روایات میں الھکم التکاثر، سورۃ عصر، سورۃ کافرون، اور سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ) وارد ہوا ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۳)[1]

(ب) اس نماز کا کوئی وقت معین نہیں ہے۔ اوقات مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر دن میں کسی وقت پھر رات میں۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۳)[2] (فضائل ذکر)

(۱) وھی اربع بتسلیمۃ او تسلیمتین یقول فیھا ثلثمائۃ مرۃ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر وفی روایۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ یقول ذلک فی کل رکعۃ خمسۃ وسبعین مرۃ فبعد الثناء خمسۃ عشر ثم بعد القراۃ وفی رکوعہ والرفع منہ وکل من السجدتین فی الجلسۃ بینھما عشراً عشراً بعد تسبیح الرکوع والسجود وھذہ الکیفیۃ ھی التی رواھا الترمذی فی جامعہ عن عبداللہ بن مبارک احد اصحاب ابی حنیفہ الروایۃ الثانیۃ ان یقتصر فی القیام علی خمسۃ عشر مرۃ بعد القراۃ والعشرۃ الباقیۃ یاتی بھا بعد من الرفع من السجدۃ الثانیۃ واقتصر علیھا فی الحاوی القدسی والحلیۃ والبحر وحدیث ابن مبارک اشہر لکن قال فی شرح المنیۃ ان الصفۃ التی ذکرھا ابن مبارک ھی التی ذکرھا فی مختصر البحر وھی موافقۃ لمذھبنا لعدم الاحتیاج فیھا الی جلسۃ الاستراحۃ اذھی مکروھۃ عندنا باب الوتر والنوافل مطلب فی صلاۃ التسبیح)

(۲) یفعلھا فی کل وقت لا کراھیۃ. باب الوتر والنوافل مطلب فی صلوۃ التسبیح)

(ج) ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے۔ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ انگلیوں کو بند کرکے گننا اور تسبیح ہاتھ میں رکھ کر گننا جائز ہے مع الکراہت۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر ہر تسبیح پر ایک ایک انگلی کو اس جگہ دباتا رہے (فضائل ذکر، غایۃ الاوطار، شامی)(۱)

(د) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا مقررہ عدد سے کم پڑھے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے۔ البتہ اس تسبیح کی قضا رکوع سے اٹھ کر قومہ میں اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں نہ کرے کہ چھوٹا رکن میں ہے۔ ان کے بعد جو رکن ہے اس میں چھوٹی ہوئی تسبیح بھی پڑھ لے۔ مثلاً رکوع میں بھول گیا تو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں قیام کی تسبیح کے ساتھ پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے(۲) (فضائل ذکر، نجات المسلمین، غایۃ الاوطار) غرض کہ تسبیحات کی تعداد (تین سو ۳۰۰) پوری ہونی چاہئے اور قصداً زیادہ نہ کرنا چاہئے ورنہ بعض علماء کی قول کے موافق اس نماز کا جو خاص ثواب ہے وہ فوت ہو جاتا ہے اور اگر سہواً بلا قصد زیادہ پڑھی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (نجات المسلمین) اگر صلوٰۃ التسبیح میں کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو میں صلوٰۃ التسبیح کی تسبیح نہ پڑھی جائے اس لئے کہ اس نماز کی کل تسبیحات تین سو ہیں وہ چار رکعتوں میں پوری ہو چکیں (ترمذی، شامی) ہاں اگر اس تعداد میں کمی رہی ہو تو سجدۂ سہو میں پڑھ لے۔ (فضائل ذکر) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تسبیح میں کمی ہوگئی تو سجدۂ سہو سے تلافی ہوگی یا نہیں :

(سوال ۳۰۴) صلوٰۃ التسبیح پوری پڑھ لینے کی بعد معلوم ہوا کہ تسبیحات تین سو سے کم پڑھی گئی ہیں تو کیا سجدۂ سہو کرنے سے تلافی ہو جائے گی؟ اگر اس سے تلافی نہ ہو تو تلافی کی صورت کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر نماز پوری کرنے کے بعد یاد آیا کہ تسبیحات کم پڑھی گئی ہیں تو اس کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ کیونکہ سجدۂ سہو ترک واجب پر مرتب ہوتا ہے۔ اور تسبیحات واجب نہیں۔ اس صورت میں یہ نماز مطلق نفل ہوگی۔ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ (نجات المسلمین از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔(۳)

تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے :

(سوال ۳۰۵) جس مسجد میں ہم نماز پڑھتے رہتے ہیں اس میں بار بار آمد و رفت میں پنجوقتہ نماز کے وقت اولاً تحیۃ المسجد پڑھ سکتے ہیں؟ نماز (جماعت) ہونے کو تقریباً سات منٹ دیر ہو تو سنن سے قبل اسے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱) وفی القنیة لا یعد التسبیحات بالاصابع ان قدر ان یحفظ بالقلب والا یغمز الاصابع۔
(۲) قال الملا علی فی شرح المشکاة مفهومه انه ان سها ونقص عدد امن محل معین یاتی به فی محل آخر تکملة للعدد المطلوب اه قلت واستفید منه لیس له الرجوع الی المحل الذی سها فیه وهو ظاهر وینبغی کما قال بعض الشافعية بانی بما ترک فیما یلیه ان کان غیر قصیر فتسبیح الاعتدال یاتی به فی السجود اما تسبیح الرکوع فیاتی به فی السجود ایضا لا فی الاعتدال لانه قصیر قلت وکذا تسبیح السجدة الاولی یاتی به فی الثانیة لا فی الجلسة لان تطویلها غیر مشروع عندنا علی ما مر فی الواجبات ایضا
(۳) حوالہ بالا

(الجواب) وقت مکروہ نہ ہو تو پڑھی جا سکتی ہے، جماعت شروع ہونے سے پہلے فراغت ہو سکتی ہے تو پڑھے ورنہ ترک کردے، مسجد میں بار بار جانے والے کے لئے ایک مرتبہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے، ہر مرتبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تحیۃ الوضو پڑھنے سے قبل بیٹھنا کیسا ہے :

(سوال ۳۰۶) بعض نمازی مسجد میں آکر پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہو کر نماز تحیۃ الوضوء وغیرہ پڑھتے ہیں تو کیا اولاً بیٹھنا مسنون ہے؟

(الجواب) مسجد کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا شخص بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے۔ اولاً بیٹھ جانا مسنون نہیں ہے بلکہ خلاف سنت ہے (ہاں کسی عذر کی وجہ سے بیٹھنا پڑے تو مضائقہ نہیں) حدیث میں ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیر کع رکعتین قبل ان یجلس (صحاح ستة مشکوٰة باب المساجد ومواضع الصلاة الفصل الاول) "تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۳۰۷) مسجد محلہ میں نماز فجر پڑھے اور دوسری مسجد میں قرآن کی تفسیر سننے کے لئے جائے اور وہاں اشراق پڑھے تو اشراق کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ یا جہاں نماز پڑھی ہو وہاں نماز اشراق پڑھنا ضروری ہے؟ اگر مسجد میں سے گھر گرم پانی سے وضو کے لئے جائے اور گھر میں نماز اشراق ادا کرے تو ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ان دونوں صورتوں میں نماز اشراق کا ثواب ملے گا کہ اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول رہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:۔ ای استمر فی مکانه ومسجده الذی صلی فیه فلا ینافیه القیام لطواف او لطلب علم او مجلس وعظ فی المسجد بل لو رجع الی بیته واستمر علی الذکر حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین یعنی اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول رہ کر نماز اشراق پڑھنے والا ثواب کا حق دار ہے چاہے وہیں بیٹھا رہے۔ یا اگر مسجد حرام میں ہے تو خانہ کعبہ کا طواف کرلے۔ یا کسی حلقہ درس یا مجلس وعظ میں شریک ہو جائے بلکہ اگر اپنے گھر چلا جائے اور اشراق کے وقت تک ذکر (تلاوت یا تسبیح) میں مصروف رہے اور پھر نوافل اشراق پڑھ لے تب بھی اس ثواب کا مستحق ہے۔ مرقاة شرح مشکوة باب الذکر بعد الصلوة الفصل الثانی ج۲ ص ۳۶۵ مطبوعه مطبع امدادیه ملتان)(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تہجد باجماعت کا حکم

(سوال ۳۰۸) نماز تہجد باجماعت پڑھے یا تنہا۔ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

(الجواب) نماز تہجد علیحدہ علیحدہ (تنہا تنہا بلا جماعت) ادا کرے باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے، اگر کبھی کبھار دو تین آدمی

(۱) ان اصحابنا یکرهونها فی الاوقات المکروهة تقدیما لعموم الحاظر علی عموم المبیح قوله وتکفیه لکل یوم مرة ای اذا تکرر دخوله لعذر شامی باب الوتر والنوافل مطلب فی تحیة المسجد ج ۱ ص ۶۳۵، ۶۳۶
(۲) حوالہ آگے بعنوان "نماز اشراق کے لئے تعیین مکان شرط ہے" کے تحت آرہا ہے

جو بغیر بلائے اور بلا کسی اہتمام کے جمع ہوں وہ جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، امام کے سوا دو آدمی ہوں تو بالاتفاق مکروہ نہیں، تین ہوں تو اختلاف ہے، چار ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔

یکرہ ذلک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد (درمختار) (قوله علی سبیل التداعی) هو ان یدعو بعضهم بعضاً کما فی المغرب وفسره الوافی بالکثرة و هو لازم معناه (قوله اربعة بواحد) اما اقتداء واحد بواحد او اثنین بواحد فلا یکره وثلاثة بواحد فیه خلاف بحر عن الکافی (باب الوتر والنوافل مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ شامی ج ۱ ص ۶۶۴)

اور مجموعہ فتاویٰ سعدیہ میں ہے۔

(الجواب) جماعت در نماز تہجد بتداعی مکروہ است وبغیر تداعی کہ اتفاقاً یک دو کس یا سہ کس اقتدائی متہجد نمایند مکروہ نیست قدا عی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر وکذا فی الدر المختار۔ فاضل چلپی درحاشیہ شرح وقایہ می آرد الجماعة فی التہجد الذی هی نافلة بدعة قطعاً۔ یعنی لوگوں کو بلا کر تہجد کی نماز میں جماعت کرنا مکروہ ہے۔ اور بلا تداعی یعنی بلاوے کے بغیر ایک دو آدمی یا تین آدمی اتفاقاً تہجد پڑھنے والے کی اقتدا کریں تو مکروہ نہیں فاضل چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز تہجد با جماعت قطعاً بدعت ہے (مجموعہ فتاویٰ سعدیہ ص ۷۲-۷۳)

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"افسوس ہزار افسوس!! بعضے از بدعتہا کو در سلاسل دیگر اصلاً موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند نماز تہجد بجماعت میگزارند اطراف وجوانب درآں وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند وبجمعیت تمام اوامی نمایند وایں عمل مکروہ است بکراہت تحریمی، جمعے از فقہا کہ تداعی شرط کراہت داشتہ اند جواز جماعت نفل را مقید بناحیہ مسجد ساختہ زیادہ از سہ کس را بالاتفاق مکروہ گفتہ اند۔ یعنی افسوس صد افسوس کہ جن بدعتوں کا دوسرے سلسلوں میں نام ونشان تک نہیں پایا جاتا وہ اس طریقہ علیہ (مشائخ نقشبندیہ) میں نمودار ہو گئی ہیں۔ نماز تہجد کو جماعت سے ادا کرتے ہیں اور گرد ونواح سے اس وقت لوگ تہجد کے واسطے جمع ہو جاتے ہیں اور بڑی جمعیت سے ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے بکراہت تحریمی۔ حضرت فقہاء کی ایک جماعت جن کے نزدیک تداعی (یعنی ایک دوسرے کو بلانا) کراہت کی شرط ہے ان کے نزدیک جواز جماعت کے لئے یہ قید ہے کہ وہ مسجد کے کونے میں ہو تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ کہا ہے (مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب ۱۳۱ ص ۱۴۴) البتہ بعض علماء کے نزدیک ماہ رمضان کا تہجد اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن اکثر وبیشتر علماء محققین ان سے متفق نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے۔

(سوال) نوافل کو با جماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان میں تہجد اور اوابین کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جماعت نوافل کی سوائے ان مواقع کے کہ حدیث سے ثابت ہیں مکروہ تحریمہ ہے فقہ میں لکھا ہے اگر تداعی ہو اور مراد تداعی سے چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے۔ پس جماعت صلوٰۃ کسوف، تراویح، استسقاء کی درست اور باقی سب مکروہ ہے۔ کذا فی کتب الفقہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۴۷)

دوسرا فتویٰ

مسئلہ: بعض قصبات میں رواج ہے کہ رمضان شریف میں بعض حفاظ نماز تہجد میں باہم قرآن شریف سنتے سناتے ہیں اور دو چار آدمی اور بھی جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے گھر جا کر جگاتے ہیں اور کسی روز بے اطلاع سب مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، سو یہ جماعت درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح وکسوف واستسقاء کے اگر چار مقتدی ہوں تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے خواہ خود جمع ہوں خواہ طلب آویں اور تین میں خلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں۔ کذا فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (جلد دوم ص ۵۵)

تہجد کی دو رکعت ادا کرنے میں اذان ہو جائے:

(سوال ۳۰۹) مجھے تہجد کا شوق ہے۔ ایک دن تہجد کی دو رکعت کی نیت کی اسی اثناء میں اذان ہوئی میں نے دو رکعت پوری کی تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ اذان بروقت ہوئی ہے اور دو رکعت جو پڑھی گئی ہے وہ صبح صادق کے بعد ادا ہوئی ہے اب سنت فجر پڑھی جائے یا نہیں؟ اس سوچ میں جماعت کھڑی ہو گئی اور سنت پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہو گیا تو اب کیا کروں سنت فجر کی قضا ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب یقین ہے کہ دو رکعت صبح صادق کے بعد ادا کی گئی ہے تو یہ دو رکعت سنت فجر کے قائم مقام ہو گئی یعنی سنت فجر پڑھنے کی ضرورت نہیں (منیہ ص ۹۸ کبیری ص ۳۸۵ شامی ج ۱ ص ۳۸۸)(۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد نبوی میں:

(سوال ۳۱۰) نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد نبوی میں؟ حاجی نفل کہاں پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے مگر حاجی کے لئے بیت اللہ اور مسجد نبوی میں نفل پڑھنا افضل ہے کہ ان کو یہ موقع میسر نہ ہوگا۔ "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں ہے۔ والظاهر ان الکعبة والروضة الشریفة تستثنیان للغرباء لعدم حصولهما فی مواضع آخر فتغتنم الصلوة فیهما قیاساً علی ما قاله ائمتنا ان الطواف للغرباء افضل من الصلوة النافلة۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی۔ مسجد میں نوافل پڑھنے کے مقابلہ میں گھر میں نوافل پڑھنا افضل ہے۔ لیکن باہر والوں کے لئے (حاجیوں کے لئے) مکہ مکرمہ اور روضۂ شریفہ اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ اور جگہ ان کو یہ حرم میسر نہیں آ سکتے۔ پس ان غریب الوطنوں کو چاہئے کہ ان مقدس حرموں میں نماز ادا کرنے کو غنیمت سمجھیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ حضرات ائمہ مجتہدین کا ارشاد ہے کہ باہر والوں کے لئے جو مکہ مکرمہ میں پردیسی ہیں۔ خانہ کعبہ کا نفلی طواف نفلی نماز سے افضل ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ طبع ملتان ج ۳ ص ۱۸۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) قوله وسنة ولو سنة فجر حتی لو تهجد برکعتین ثم تبین انهما بعد الفجر نابتا عن السنة باب شروط الصلوٰة۔

عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ :

(سوال ۳۱۱) عشاء سے پہلے چار رکعت سنت کا ثبوت حدیث سے ہے یا بے اصل ہے؟

(الجواب) نماز عشاء سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ مستحب ہے حدیث وتعامل سلف صالحین سے ثابت ہے بے اصل نہیں ہے۔ "مظاہر حق" میں ہے۔ اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ جو کوئی نماز عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھے گویا اس نے تہجد پڑھی اس رات، اور جو کوئی بعد عشاء چار رکعت پڑھے گویا اس نے چار رکعت شب قدر میں پڑھی۔ رواہ سعید بن منصور وفی سنة ع ح وبرھان شرح مواھب الرحمان۔ (مظاہر حق ص ۳۸۱ ج ۱)

وندب اربع قبل العشاء لماروی عن عائشة رضی اللہ عنھا انه علیه السلام کان یصلی قبل العشاء اربعاً ثم یصلی بعدھا اربعاً ثم یضطجع (مراقی الفلاح فصل فی بیان النوافل ص ۷۵)

وعن عائشة انه علیه الصلوة والسلام کان یصلی قبل العشاء اربعاًثم یصلی بعدھا اربعاً ثم یضطجع (الاختیار شرح المختار باب الوتر والنوافل ص ۶۶ ج ۱) واما الا ربع قبل العشاء فلیست بسنة لعدم المواظبة فکانت مستحبة الخ (عینی شرح کنز باب الوتر والنوافل ص ۴۷ ج ۱) وبروایتے بعد نماز مغرب بست رکعت آمدہ وپیش از عشاء چہار رکعت مستحب است (مالابد منہ ص ۶۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز تہجد کا صحیح وقت:

(سوال ۳۱۲) تہجد کی نماز کا صحیح وقت کون سا ہے؟

(الجواب) تہجد کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ حضرت اقدس ﷺ نے نماز تہجد ابتدائی شب میں بھی، نصف شب میں بھی اور آخری شب میں بھی پڑھی ہے مگر آخر زندگی میں زیادہ تر آخری شب میں پڑھنا ہوتا تھا۔ رات کا حصہ جتنا بھی مؤخر ہوتا جاتا ہے اتنی ہی رحمتیں اور برکتیں زیادہ ہوتی ہیں اور سدس آخر (رات کا آخری چھٹا حصہ) تمام حصوں سے زیادہ افضل ہوتا ہے۔

تہجد (لفظ) ترک ہجود یعنی ترک نوم سے مشتق ہے۔ یعنی سونے کے اوقات! اور عشاء کے بعد تمام اوقات تہجد کے ہی اوقات ہیں! (مکتوبات شیخ الاسلام نمبر ۷ ص ۲۰۲)

فرض نماز ذمہ باقی رکھ کر نوافل میں مشغول ہونا:

(سوال ۳۱۳) اگر کسی کے ذمہ فرض نماز چند سال کی ادا کرنا باقی ہو اور وہ شخص فرض نماز ادا نہ کرتا ہو بلکہ نوافل پڑھتا ہو تو اس کو نفل نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) فرائض مانند اصل (جڑ بنیاد) کے ہیں اور نوافل مثل شاخوں کے، جس طرح شاخیں بدون اصل (جڑ) کے قائم نہیں رہ سکتیں، نوافل بھی بلا فرائض کے بے سہارا اور بے حقیقت ہیں اور جس طرح شاخوں سے جڑ کو رونق حاصل ہوتی ہے نوافل بھی فرائض کے ساتھ نور علیٰ نور کے درجہ میں ہیں۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے۔ وما تقرب الی عبدی شئی احب الیّ مما افترضت علیه ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه

الخ (یعنی) اور میرا بندہ میری پسندیدہ چیزوں (عملوں) میں سے کسی بھی چیز (عمل) کے ذریعہ مجھ سے اس قدر قریب نہیں ہوتا جس قدر ان چیزوں کی ادائیگی کے ذریعہ قریب ہوتا ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مجھے محبوب ہو جاتا ہے اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کا سول پورا کر دوں اور جو مانگے اسے دے دوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے (آفات وبلیات سے) پناہ دے دوں۔ (بخاری شریف)

اگر فرائض کی کمی ہوگی اور ان میں کچھ قصور ہوگا تو نوافل کے ذریعہ پوری کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے فان انتقص من فریضة شیئی قال الرب تبارک وتعالیٰ انظرو اھل لعبدی من تطوع فیکمل بھا ما انتقص من الفریضة ثم یکون سائر عمله کذلک (یعنی) اگر کسی بندہ کے فریضہ نماز میں کمی ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے دیکھو! میرے بندہ کے پاس نوافل بھی ہیں؟ اگر ہوں گے تو ان کے ذریعہ فرض نمازوں کی کمی پوری کر دی جائیں گی۔ پھر اس کے بعد باقی اعمال روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا بھی اسی طریقہ پر حساب ہوگا یعنی فرضوں کی کمی اور خامی نفلی چیزوں سے پوری کی جائے گی (مشکوٰۃ) بہر حال سب سے زیادہ حق تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی بندہ کو فرائض کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، نوافل دوسرے درجہ میں ہیں اور فرائض کے ساتھ مفید ہوں گے، بلا فرائض کے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔

نوافل را در جنب فرائض ہیچ اعتبار نیست اداء فرضے از فرائض در وقتے از اوقات بہ از اداء نوافل ہزار سالہ است اگرچہ بنیت خالص ادا شود، ہر نفلیکہ باشد از صلوٰۃ وصوم وفکر وذکر وامثال لہٰذا الخ یعنی:۔ وہ عمل جس سے بارگاہ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے فرض ہیں یا نفل، فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے اگرچہ وہ ہزار سالہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں خواہ نوافل از قسم روزہ و ذکر وفکر وغیرہ ہوں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ تمام شب جاگے اور صبح کی نماز با جماعت چھوٹ جائے اس سے بہتر ہے کہ تمام شب سوئے اور فجر کی نماز با جماعت ادا کرے۔

زکوٰۃ کی نیت سے ایک دانگ (۶ رتی) کا دینا بہتر ہے اس سونے کے پہاڑ سے جو بطریق صدقہ نافلہ دیا گیا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۳۶) حضرت امام ربانی مزید فرماتے ہیں:۔

در اداء فرض اہتمام تمام باید نمود ودر حل وحرمت احتیاط باید فرمود، وعبادات نافلہ در جنب عبادات فرائض کالمطروح فی الطریق اند واز اعتبار ساقط اند اکثر مردم این وقت در ترویج نوافل اند ودر تخریب فرائض ودر اتیان نوافل عبادات اہتمام درانند وفرائض را خوار وبے اعتبار شمرند الخ۔ یعنی خاص کر ادائے فرض اور حل وحرمت میں بڑی احتیاط بجالانی چاہئے اور عبادات فرائض کے مقابلہ میں عبادات نوافل ایسے ہیں جیسے راستے کی گری پڑی چیز جس کی کوئی عظمت نہیں ہوتی (مگر) اس زمانہ میں اکثر لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں اور فرائض کو خوار اور بے اعتبار جانتے

ہیں۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۱۵۲)

لہذا جس کے ذمہ فرض نمازوں کی قضا ہے ان کو لازم ہے کہ اس کی ادائیگی کی فکر کریں اور نفلوں کے بجائے قضا نمازیں پڑھ لیا کریں کہ قیامت میں فرضوں کے بارے میں سوال ہوگا ہاں فرضوں کی کامل مکمل ادائیگی کرتے ہوئے جس قدر بھی نوافل ادا کئے جائیں بہتر ہوگا، جو لوگ فرض کے ساتھ نوافل پڑھتے رہتے ہیں۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں نزدیک ہو جاتے ہیں اور ان کی طبائع واعضاء وجوارح ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ نیکیوں سے مانوس ہو جاتے ہیں اور گناہ کے کام چھوٹتے چلے جاتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے نامہ اعمال میں فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی ذخیرہ ہے۔ جس طرح نوافل بلا فرائض مقبول نہیں اسی طرح فرائض میں سے بعض کا ادا کر لینا کافی نہیں ہے تاوقتیکہ سب ہی کو ادا کرے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

اربع فرضهن الله فى الاسلام فمن جاء بثلاث لم يغنين عنه شيئاً حتى يأتى بهن جميعا الصلوة والزكوة وصيام رمضان وحج البيت یعنی چار چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض قرار دیا ہے جو شخص ان چار میں سے تین ادا کرے وہ اس کے لئے کچھ مفید نہیں ہو سکتیں تاوقتیکہ سب نہ کرے نماز اور زکوٰۃ اور صوم رمضان اور حج بیت اللہ (مسند احمد) یہ اس لئے کہ جس مسلمان پر حق تعالیٰ نے جتنی چیزیں فرض کی ہیں ان فرضوں پر اسلام کا قصر (محل) قائم ہے۔ ان فرضوں میں سے ایک بھی چھوڑ دینے سے دین کا محل خطرے میں پڑ جاتا ہے جس طرح محل کے بعض ستون گر جانے سے دوسرے ستون بھی متزلزل ہو جاتے ہیں اس لئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا من لم یزک فلا صلوٰۃ لہ یعنی جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز اشراق کے لئے تعیین مکان شرط ہے :

(سوال ۳۱۴) مسجد محلہ صبح کی نماز پڑھے اور تفسیر قرآن کی سماعت کی غرض سے دوسری مسجد میں جائے اور وہاں نماز اشراق پڑھے تو نماز اشراق کا اجر وثواب ملے گا یا نہیں؟ کیا فرض نماز پڑھ کر اسی جگہ پر اشراق پڑھنا ضروری ہے؟ اگر مسجد سے مکان پر استنجا کے لئے یا گرم پانی سے وضو کرنے کے لئے جائے اور مکان ہی میں اشراق ادا کرے تو اجر و ثواب کا حق دار ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز اشراق کی پوری فضیلت اور مکمل ثواب کا وہ شخص مستحق ہے جو نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کرے یا بوجہ معذوری گھر میں پڑھے اور اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے پھر وقت مکروہ نکل جانے کے بعد دو رکعت یا چار رکعت صلوٰۃ الضحیٰ ادا کرے۔ اور وہ شخص جو تفسیر قرآن سننے کے لئے دوسری مسجد میں جائے اور وقت ہونے پر اشراق کی نماز پڑھ لے وہ بھی اشراق کی فضیلت پائے گا مگر رتبۃً کم۔ اسی طرح وہ شخص بھی جو طبعی عذر (استنجا یا وضو کی ضرورت) کی وجہ سے گھر جانے پر مجبور ہوا ہے اور حاجت سے فراغت پا کر دنیوی کام میں مشغول ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہے وہ بھی اشراق کے ثواب سے محروم نہ ہوگا۔ اور اس آمد ورفت کو مسجد میں ٹھہرے رہنے کا درجہ دیا جائے گا۔ اور جس طرح معتکف کے لئے طبعی حاجت کی بناء پر خروج مسجد منافی اعتکاف نہیں ہے اس کے لئے بھی منافی نہ ہونا

چاہئے۔

(قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى الفجر فى جماعة ثم قعد يذكر الله) اى استمر فى مكانه ومسجده الذى صلى فيه فلا ينا فيه القيام لطواف او لطلب علم او مجلس وعظ فى المسجد بل وكذا لو رجع الى بيته واستمر على الذكر (حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين) (مرقاة باب الذكر بعد الصلوة مطبوعه ملتانى ص ۳۶۵ ج ۲)

(قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قعد) اى استمر (فى مصلاه) من المسجد البيت مشتغلاً بالذكر او الفكر او مفيد اللعلم او مستفيداً او طائفاً بالبيت (مرقاة ج ۳ ص ۲۰۳ باب صلوة الضحىٰ الفصل الثانى ملتانى)

مخفی نماند کہ قعود در جائے نماز شرط کرد ای اگر برخیزد و بجائے دیگر بہ نشیند ایں ثواب بر آن مرتب نگردد چنانچہ ظاہر فحوای کلام است۔ اما اگر برخاستن و در جائے دیگر نشستین برائے دفع ریا و حفظ حضور بود از باب تکمیل و تتمیم خواہد بود و حکم تکلم بخیر دارد و بعض محققین گفتہ اند کہ ثواب ذکر و خلوت باقی است اما شاید کہ آنچہ ثواب مصابرت وجزائے مرابطت ست مخصوص بقعود در مصلا باشد۔ (شرح سفر السعادة ص ۱۵۹) (اشعة اللمعات ص ۴۲۳ ج ۱ باب الذكر بعد الصلوة. اشعة اللمعات ص ۵۵۳ ج ۱)

ف:۔ پھر بیٹھے یاد کرے اللہ کو یعنی ہمیشہ ذکر میں رہے بیچ جگہ نماز اپنی کے اور مسجد اپنی کے کہ جس میں نماز پڑھی ہے۔ پس نہیں منافی ہے اٹھنا واسطے طواف کے یا طلب علم کے یا مجلس وعظ کے مسجد میں اور اسی طرح اگر گھر میں چلا جاوے اور ذکر کرتا رہے اس کا بھی یہی ثواب ہوگا۔ اور آفتاب نکلنے کے بعد پھر نماز پڑھے۔ یعنی بعد بلند ہونے آفتاب کے، بقدر نیزے کے نماز پڑھے کہ وقت کراہت کا جاتا رہے اور اس نماز کو اشراق کہتے ہیں الخ۔ (مظاهر حق كتاب الصلوة باب الذكر بعد الصلوة ج ۱ ص ۳۲۰)

دوسری جگہ ہے۔

ف:۔ جو شخص بیٹھا رہے الخ ملا علی قاری کی شرح سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ ہے۔ کہ ہمیشہ مشغول رہے ذکر وفکر میں اور نیک کاموں میں مثل سیکھنے سکھلانے علم کے اور وعظ اور نصیحت کے اور طواف کرنے بیت اللہ کے بعد فارغ ہونے کے نماز صبح سے یہاں تک کہ پڑھے دو رکعت ضحیٰ کی خواہ مسجد میں اور اس کے مابین سوائے کلام نیک کے نہ کرے تو بخشے جاتے ہیں صغیرہ گناہ اور احتمال ہے کہ کبیرہ بھی بخشے جاویں۔ انتہی۔ پس ان کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو فرمایا کہ بیٹھا رہے نماز کی جگہ یہ بطور تمثیل کے فرمایا ہے اور مراد مشغول رہنا ذکر اللہ اور اچھے کاموں میں ہے اور حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ مراد ضحیٰ سے نماز اشراق کی ہے۔ اور حدیثوں میں ضحیٰ سے احتمال اشراق اور چاشت دونوں کا ہے۔ اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب جب ہوتا ہے کہ نماز ہی کی جگہ بیٹھا رہے اور اگر خلوت میں جا کر مشغول عبادت میں ہو یہ ثواب نہیں پائے گا۔ اور بیچ وصیتوں مشائخ کے مذکور ہے کہ اگر ڈر پریشانی کا ہو یا ریا راہ پاوے، خلوت میں جاوے۔ اور مشغول ہووے۔ اور لکھا ہے علماء نے کہ اس وقت میں قبلہ رخ بیٹھنے کو ہاتھ سے نہ دیوے۔ اور اگر نیند آوے دفع کرے۔ (مظاهر حق. كتاب الصلوة باب الضحىٰ ص ۴۲۶ ج ۱)

سنت پڑھے بغیر فرض شروع کردے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۱۵) فجر کے فرض شروع کرتے وقت یاد آ گیا۔ کہ سنت نہیں پڑھی ہے۔ ایسی حالت میں فرض توڑ کر سنت نماز پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) نہیں (سنت کے لئے فرض نہ توڑے۔ ولو ذکر فی الفجر انہ لم یصل رکعتی الفجر لم یقطع کیسی فرض نماز میں یاد کیا کہ سنت پڑھی نہیں ہے تو سنت کے لئے فرض نہ توڑے (بحر الرائق ص ۴۸ ج ۲ باب الوتر و النوافل) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

وتر کے بعد کی نفل کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر:

(سوال ۳۱۶) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟ حضور اکرم ﷺ کا عمل کیا تھا؟ آپ ﷺ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر ادا فرماتے تھے؟ مستند کتابوں کے حوالہ سے جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کے لئے نصف ثواب ہے اور آنحضرت ﷺ سے دونوں طریقے ثابت ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پورا اجر و ثواب ملتا تھا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ کیونکہ اس میں بھی امت کی تعلیم تھی کہ کھڑا ہونا فرض نہیں ہے امت کو تعلیم دینا نبوت کے واجبات میں سے ہے۔ پس آپ ﷺ کے بیٹھ کر نفل پڑھنے میں بھی واجب کی ادائیگی ہے۔ جس کا ثواب نفل سے زیادہ ہوتا ہے۔ قال ابن حجر و من خصائصه عليه السلام ان ثواب تطوعه جالسا الخ (مرقاة المفاتيح ملتانی ص ۱۲۷ ج ۳ باب الوتر) اجر غير النبی صلی الله عليه وسلم علی النصف الا بعذر. (درمختار ص ۶۵۳ ج ۱ باب الوتر و النوافل) (قوله اجر غير النبی صلی الله عليه وسلم) اما النبی صلی الله عليه وسلم فمن خصائصه ان نافلته قاعداً مع القدرة علی القيام كنافلته قائماً ففی صحيح مسلم من عبد الله بن عمرو قلت حدثت يا رسول الله انك قلت صلاة الرجل قاعداً علی نصف الصلاة وانت تصلی قاعداً قال اجل ولكنی لست كاحد منكم بحر ملخصاً ای لانه تشريع لبيان الجواز دهو واجب عليه. (شامی ص ۶۵۳ ج ۱ ايضاً)

البتہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر کوئی متبع سنت وتر کے بعد کی دو رکعت کا ہے گاہے اس نیت سے بیٹھ کر پڑھے کہ آنحضرت ﷺ بیٹھ کر ادا فرماتے تھے میں بھی اتباعاً بیٹھ کر پڑھوں، تو عجب نہیں کہ اس کو اس کی نیت کے مطابق پورا اجر و ثواب ملے۔ چنانچہ "مالابدمنہ" میں ہے۔ وبعد وتر دو رکعت نشستہ خواندن مستحب است۔ (ص ۶۱)

لیکن از روئے حدیث تو کھڑے ہو کر پڑھنے والا پورے ثواب کا اور بیٹھ کر پڑھنے والا نصف ثواب کا حق دار ہے۔ فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نماز عصر سے پہلے نفل نماز کا ثواب:

(سوال ۳۱۷) نماز عصر سے پہلے دو رکعت یا چار رکعت نفل نماز کا ثبوت ہے یا نہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ بلا دلیل ہے۔

(الجواب) عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت یا دو رکعت نماز مستحب ہے۔ روایات سے ثابت ہے بلا دلیل نہیں ہے۔ "مالابدمنہ" میں ہے۔ و پیش از نماز عصر دو رکعت یا چہار رکعت مستحب است (ص ۶۰) اور "شرح نقایہ" میں ہے وحبب ای ندب الاربع قبل العصر لما روی ابو داؤد و الترمذی وقال حديث حسن عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم رحم الله امرءا صلی قبل العصر اربعاً وبقول علی كان عليه السلام يصلی قبل العصر ركعتين رواه ابو داؤد ورواه الترمذی واحمد وقال اربعاً ولما رواه الطبرانی بسند حسن عن ابن عمر رضی الله عنه ومن صلی قبل العصر اربعاً حرمه الله علی النار وحبب قبل العشاء وبعده الخ (شرح نقايه ص ۱۰۰ باب الوتر والنوافل) واما العصر فليس فيه سنة مؤكدة الا ان لمندوب ان يصلی قبلها اربع ركعات او ركعتين لما روی ابن عمر رضی الله عنه قال ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال رحم الله امرء صلی قبل العصر اربعاً وعن امير المؤمنين علی كرم الله وجهه قال كان يصلی رسول الله صلی الله عليه وسلم قبل العصر ركعتين رواهما ابو دائود وان شاء صلاهما بتسليمتين لما عن امير المؤمنين علی كرم الله وجهه قال كان النبی صلی الله عليه وسلم يصلی قبل العصر اربع ركعات يفصل بينهن بالتسليم علی الملائكة المقربين ومن تابعهم من المسلمين والمؤمنين رواه الترمذی وقال الفقهاء المندوب ان يصلی قبل العشاء اربع ركعات وسمعت مطلع الاسرار الالهية مجمع العلوم العقلية والنقليةابی قدس سره يقول لم يوجد ذكر هذه الاربع فی كتب الحديث ولكن كان هو رحمه الله مواظباً عليها حتی مات رحمه الله تعالیٰ (رسائل الاركان ص ۱۳۳، ص ۱۳۴ ايضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

عصر اور عشاء سے قبل کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے؟:

(سوال ۳۱۸) عصر اور عشاء سے قبل سنت شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو سنت ادا ہوگی یا نہیں؟ عصر اور عشاء سے قبل چار رکعت سنت ہیں یا دو رکعت پڑھنا بھی کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر موقع ہو تو چار رکعت پڑھے، اور اگر موقع نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو دو رکعت پڑھ لینا بھی کافی ہے، عصر اور عشاء سے قبل چار رکعت یا دو رکعت دونوں پڑھ سکتا ہے، درمختار میں ہے (ويستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدها بتسليمة) وان شاء ركعتين (درمختار) شامی میں ہے (قوله ويستحب اربع قبل العصر) لم يجعل للعصر سنة راتبة لانه لم يذكر فی حديث عائشة المار بحر، قال فی الامداد وخير محمد بن الحسن والقدوری المصلی ان يصلی اربعاً او ركعتين قبل العصر لاختلاف الآثار (قوله وان شاء ركعتين) كذا عبر فی منية المصلی وفی الامداد عن الاختيار يستحب ان يصلی قبل العشاء اربعاً وقيل ركعتين وبعدها اربع وقيل ركعتين اه والظاهر ان الركعتين — المذكورتين غير

المؤکد تین (شامی ج ۱ ص ۶۳۰، ص ۶۳۱ مطلب فی السنن والنوافل)

مراقی الفلاح میں ہے (وندب) ای استحب (اربع) رکعات (قبل) صلوة (العصر) لقوله صلی اللہ علیہ وسلم من صلی اربع رکعات قبل العصر لم تمسه النار وورد انه صلی اللہ علیہ وسلم صلی رکعتین وور دار بعا فلذا خیره القدوری منهما اربعاً الخ (درمختار وشامی ج ۱ ص ۶۳۰ مطلب فی السنن والنوافل)

عمدة الفقہ میں ہے: چار رکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر وجمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرے اگر ان کو دو سلاموں سے ادا کیا یعنی (دو رکعت پر سلام پھیرا) تو وہ ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے (عمدۃ الفقہ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۹۸۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ۔ ظہر سے قبل سنت شروع کر دی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ چار رکعت پوری پڑھ کر سلام پھیرے۔

ظہر اور جمعہ سے قبل کی چار رکعت سنت ایک سلام سے یا دو سلام سے:

(سوال ۳۱۹) ظہر سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ ایک سلام سے پڑھنا ضروری ہے یا دو سلام سے بھی پڑھ سکتے ہیں؟ سنت شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا چار رکعت پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ظہر سے قبل جو چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں ان کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ہے، اگر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ سنت شمار نہ ہوگی بعد میں چار رکعت ایک سلام سے پڑھے ...... (واربع قبل الظهر . الی قوله (بتسلیمة) لتعلقه بقوله واربع وقال الزیلعی حتی لو صلاها بتسلیمتین لا یعتدبها عن السنة اه (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۳ فصل فی بیان النوافل)

درمختار میں ہے (واربع قبل الظهر و) اربع قبل (الجمعة و) اربع بعدها بتسلیمة) فلو بتسلیمتین لم تنب عن السنة، شامی میں ہے۔ (قوله بتسلیمة) ...... وعن ابی ایوب کان یصلی النبی صلی اللہ علیه وسلم بعد الزوال اربع رکعات فقلت ما هذه الصلوة التی تدا وم علیها فقال هذه ساعة تفتح ابواب السمآء فیها فاحب ان یصعد لی فیها عمل صالح فقلت أ فی کلهن قرأة قال نعم فقلت بتسلیمة واحدة ام بتسلیمتین فقال بتسلیمة واحدة رواه الطحاوی وابو داؤد والترمذی وابن ماجة من غیر فصل بین الجمعة والظهر فیکون سنة کل واحد منهما اربعاً الخ (درمختار وشامی ج ۱ ص ۶۳۰ مطلب فی السنن والنوافل)

عمدة الفقہ میں ہے: چار رکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر وجمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو ایک سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرے اگر ان کو دو سلاموں سے

ادا کیا یعنی دو دو رکعت پر سلام پھیرا تو ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے (عمدۃ الفقہ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۹۸۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ۔ ظہر سے قبل سنت شروع کر دی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ چار رکعت پوری پڑھ کر سلام پھیرے (ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ ج ۵ ص ۳۱۵، ص ۳۱۶)

نوافل کی چار رکعت میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود و دعا پڑھنے کی گنجائش:

(سوال ۳۲۰) چار رکعت نفل میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود شریف و دعا اور تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پڑھ سکتے ہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے (بخلاف) الرباعیات (المندوبة) فیستفتح ویتعوذ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی ابتداء کل شفع منها وقال فی شرح المنیة مسئلة الا ستفتاح ونحوه لیست مرویة من الا ئمة وانما هی اختیار بعض المتا خرین (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۴، فصل فی النوافل)

درمختار میں ہے (وفی البواقی من ذوات الا ربع یصلی) علی النبی صلی اللہ علیه وسلم (ویستفتح) ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلوٰة (وقیل) لایأتی فی الکل و صححه فی القنیة. شامی میں ہے (قوله وقیل لا الخ) قال فی البحر ولا یخفیٰ ما فیه و الظاهر الا ول زاد فی المنح ومن ثم عولنا علیه وحکینا ما فی القنیة بقیل، نیز شامی میں ہے فیقال هنا ایضاً لا یصلی ولا یستفتح ولا یتعوذ لو قرعه فی فسط الصلوة لان الا صل کون الکل صلاة واحدة للاتصال واتحاد التحریمة ومسئلة الا ستفتاح ونحوه لیست مرویة عن المتقدمین وانما هی علی اختیار بعض المتأ خرین الخ (درمختار، وشامی ص ۶۳۳، باب الوتر والنوافل) (عمدة الفقه ص ۳۱۰، ص ۳۱۱ ج ۱) فقط و اللہ اعلم.

تہجد کے لئے جس کی آنکھ نہ کھلتی ہو اس کا عشاء کے بعد چار رکعت بہ نیت تہجد پڑھنا:

(سوال ۳۲۱) ایک شخص کو تہجد کا شوق ہے مگر تہجد کے وقت عموماً آنکھ نہیں کھلتی کبھی اٹھ بھی جاتا ہے، اگر یہ شخص تہجد کی نیت سے عشاء کے بعد دو چار رکعت پڑھ لے تو کیا اسے تہجد کا ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت سنت پڑھ کر چند رکعت نفل پڑھ لے تو انشاء اللہ تہجد کی سنت ادا ہو جائے گی۔

شامی میں ہے وما کان صلوة العشاء فهو من اللیل وهذا یفید ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوة العشاء فهو من الیل وهذا یفید ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوة العشاء قبل النوم اه (شامی ج ۱ ص ۶۴۰ باب الوتر والنوافل مطلب فی صلوة اللیل)

مراقی الفلاح میں ہے: (و) ندب اربع (بعده) ای بعد العشاء لما روینا ولقوله صلی اللہ علیه

وسلم من صلی قبل الظھر اربعاً کان کانما تھجد من لیلته ومن صلاھن بعد صلوة العشاء کان کمثلھن من لیلة القدر (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۳ باب الوتر فصل فی بیان النوافل) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

تہجد پڑھنے کے دوران کسی کے دیکھ لینے سے خوش ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟:

(سوال ۳۲۲) ایک شخص تہجد پڑھتا ہے، اثنائے صلوٰۃ کوئی شخص آجائے اور نمازی کے دل میں یہ بات گذرے کہ وہ آدمی کہے گا کہ فلاں بڑا نمازی ہے اور اس شخص کے آنے سے یہ نمازی رکوع وسجدہ بھی اچھی طرح ادا کرتا ہے، لیکن پھر دل میں آتا ہے کہ یہ ریاکاری ہورہی ہے تو اس عبادت کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) تہجد کی نماز پر کسی کے اطلاع ہونے پر اس لئے خوشی ہو کہ یہ مجھ کو بڑا نمازی سمجھے گا اور اس کے دل میں میری عظمت ہوگی شیطانی وسوسہ ہے اس سے اپنے قلب کو پاک کرنا چاہئے اور کسی کے دیکھنے پر رکوع سجدہ لمبا کرنا اور اچھی طرح ادا کرنا ریاکاری اور اس کے ثواب سے محرومی ہے اور قابل مواخذہ ہے، اعاذنا اللہ مذکورہ صورت تو ریاکاری میں داخل ہے، البتہ اگر دل میں خوشی صرف اس وجہ سے ہو کہ مجھ کو دیکھ کر اس کو بھی عمل کی توفیق ہوگی اور وہ عمل کرے گا تو مجھے بھی ثواب ملے گا یا خوشی طبعاً ہو کہ بفضلہ تعالیٰ مجھے عمل کی توفیق ملی اور اس نے اچھی حالت میں مجھے دیکھا اور یہ شخص میرے عمل پر گواہ ہوگا تو یہ صورت ریاکاری میں داخل نہ ہوگی۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے: عن ابی ھریرة قال قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انا فی بیتی فی مصلای اذا دخل علی رجل فاعجبنی الحال التی رأنی علیھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رحمک اللہ یا ابا ھریرة لک اجران اجرا لسرواجرالعلانیہ ، رواہ الترمذی (مشکوة شریف ص ۴۵۴ باب الریاء والسمعة)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اپنے گھر میں مصلی پر (نماز پڑھ رہا تھا) کہ اس وقت اچانک میرے پاس ایک شخص آیا مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ اس نے مجھے نماز پڑھنے کی حالت میں دیکھا (تو کیا اس وقت میرا خوش ہونا ریا میں شمار ہوگا یا نہیں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوہریرہ! تم پر اللہ کی رحمت ہو تم دو ثواب کے مستحق ہوئے ایک پوشیدہ کا اور ایک ظاہر ہونے کا۔

حاشیہ مرقاۃ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے:۔ قوله فاعجبنی الحال الخ قیل معناہ فاعجبه رجاء ان یعمل من راہ بمثل عمله فیکون له مثل اجرہ والا ظھر ان اعجابه بحسب اصل الطبع المطابق للشرع من انه یعجبه ان یراہ احد علی حالة حسنة ویکرہ ان یراہ علیٰ حالة قبیحة مع قطع النظر ان یکون ذلک العمل سطمحاً للرؤیا ومطمعاً للسمعة فیکون من قبیل قوله صلی اللہ علیه وسلم من سرته حسنته وساته سیئته فھو مؤمن ۱۲ مرقاة (مشکوة شریف ص ۴۵۴، حاشیه نمبر ۸)

مظاہر حق جدید میں ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جو اس بات سے خوش ہوئے کہ اس شخص نے ان کو نماز کی حالت میں دیکھا تو اس کا سبب حضرت ابوہریرہؓ کا یہ پاکیزہ جذبہ تھا کہ مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر اس میں

بھی اس وقت کی نماز کے تعلق سے میری اتباع کا داعیہ پیدا ہوگا اور یہ شخص بھی اسی طرح نماز پڑھے گا جس طرح میں پڑھ رہا ہوں، یا ان کی خوشی کا سبب یہ تھا کہ ان کی حالت نماز گویا ایک شخص کے سامنے نیکی کے راستہ کے اظہار واعلان کا باعث بنی اور اس شخص کو اس وقت کی نماز کی طرف راغب کرنے کا ذریعہ بنی اور جیسا کہ فرمایا گیا ہے من سن سنة حسنة فله اجرھا واجر من عمل بھا انہیں بجا طور پر یہ خوش کن توقع ہوئی کہ جب یہ شخص نماز پڑھ لے گا تو اس کی نماز کا مجھے بھی ثواب ملے گا، لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوہریرہؓ کا خوش ہونا اس طبعی خواہش کی تکمیل کے تئیں تھا جو شریعت کی نظر میں بھی پسندیدہ ہے، یعنی ہر انسان کی یہ طبعی خواہش ہوتی ہے کہ جب اس کو کوئی دیکھے تو وہ اچھی حالت میں ہو، کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ بری حالت میں دیکھا جائے اور ظاہر ہے کہ اس طبعی خواہش کی بنیاد ریاوسمعہ پر نہیں ہوتی بلکہ قلب سلیم کے تقاضہ اور پاکیزگی خیال پر ہوتی ہے پس یہ بات اس ارشاد نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے من سرته حسنته وساءته سیئته فھو مؤمن. نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے قل بفضل اللہ وبرحمته فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون. لہٰذا مؤمن کی شان ہی یہ ہے کہ وہ نیک اعمال و احوال کی توفیق حاصل ہونے پر خوش ہوتا ہے، ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا خوش ہونا اس احساس شکر کے طور پر تھا کہ بارے اس شخص کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان عبادت وتوفیق کے ساتھ متعارف ہوا اور ایک نمازی کے طور پر جانا پہچانا گیا، ان لوگوں کے زمرہ میں شمار ہونے کا موقع نصیب ہوا جو نماز جیسی اہم عبادت اور اسلام کے سب سے بڑے رکن کو قائم کرتے ہیں، اور ایک مسلمان اس بات کا گواہ بنا، یہ قول حدیث کے ان الفاظ اجر السر واجر العلانیہ کے مفہوم سے زیادہ قریب ہے (مظاہر حق جدید ص ۱۶۶ جلد نمبر ۶، ریا کا بیان)

شامی میں ہے: (قوله من صلی او تصدق الخ) اعلم ان اخلاص العبادة للہ تعالیٰ واجب والریا فیھا وھو ان یرید بھا غیر وجه اللہ تعالیٰ حرام بالاجماع للنصوص القطعیة وقد سمی علیه الصلوة والسلام الریاء الشرک الاصغر ـــ الیٰ قوله ـــ وقال العلامة العینی فی شرح البخاری الاخلاص فی الطاعة ترک الریاء ومعدنه القلب اھ وھذہ النیة لتحصیل الثواب لا لصحة العمل الیٰ وکذا لوصلی مرائیاً لکن الریاء تارةً یکون فی اصل العبادة وتارة یکون فی وصفھا والاول ھو الریاء المحیط للثواب من اصله کما اذا صلی لاجل الناس ولولا ھم ما صلی واما لو عرض له ذلک فی اثناءھا فھو لغو لانه لم یصل لاجلھم بل صلاتھم کانت خالصة للہ تعالیٰ والجزء الذی عرض له فیه الریا بعض تلک الصلوة الخالصة نعم ان زاد فی تحسینھا بعد ذلک رجع الی القسم الثانی فیسقط ثواب التحسین بدلیل ماروی عن الامام عن الامام فیمن أطال الرکوع لا دراک الجائی لا للقربة حیث قال اخاف علیه امراً عظیماً ای الشرک الخفی کما قاله بعض المحققین الخ (شامی ج۵ ص ۳۷۵، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

صلوٰۃ الوتر

امام نے وتر میں قنوت نہیں پڑھی اور رکوع میں چلے گئے۔ اور مقتدیوں میں سے بعض نے رکوع کیا بعض نے نہ کیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۲۳) امام صاحب نے وتر کی تیسری رکعت میں بدون دعائے قنوت پڑھے رکوع کیا مقتدیوں نے لقمہ دیا پھر بھی امام صاحب رکوع میں رہے۔ اور تذبذب میں رہے، جس بناء پر رکوع میں زیادہ تاخیر ہوئی اس کے بعد امام نے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کی۔ بعض مقتدیوں نے نہ رکوع کیا اور نہ دعائے قنوت پڑھی کہ وہ بھی تذبذب میں رہے اور نماز پوری کی۔ اور بعض مقتدیوں نے دعائے قنوت نہ پڑھی لیکن رکوع کیا تو اس صورت میں کن مقتدیوں کی نماز صحیح ہوئی اور کن مقتدیوں کی صحیح نہیں ہوئی؟ اور سب کی نماز فاسد ہوگئی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں امام کی نماز صحیح ہوئی۔ اور جس نے امام کے ساتھ یا امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کیا ان کی نماز بھی ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن جن مقتدیوں نے رکوع نہیں کیا ان کی نماز فرض کے ترک ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوئی۔ اعادہ ضروری ہے۔ قنوت کے لئے رکوع سے قیام کی طرف لوٹنے کی ضرورت نہیں، دعائے قنوت سہوا چھوٹنے پر سجدۂ سہو سے تلافی ہوجاتی ہے۔ دعائے قنوت سہوا چھوٹنے کی چار صورتیں ہیں (۱) رکوع میں دعائے قنوت پڑھ لی (۲) رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف عود کی اور دعائے قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا (۳) دوبارہ رکوع نہیں کیا (۴) دعائے قنوت نہ رکوع میں پڑھی نہ رکوع کے بعد کھڑے ہو کر پڑھی ان چاروں میں سجدۂ سہو کرے تو نماز ہوجائے گی، درمختار میں ہے۔ ولو نسیه ای القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الاصح الا نه فیه رفض الفرض للواجب فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته لکون رکوعه بعد قرائة تامة وسجد للسهو قنت او لا لزوال محله (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۲۷ باب الوتر و النوافل) (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۱) فقط و الله اعلم بالصواب.

غیر رمضان میں وتر با جماعت ادا کرنا کیسا ہے :

(سوال ۳۲۴) غیر رمضان میں وتر با جماعت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وتر کی جماعت غیر رمضان میں مکروہ تحریمی ہے۔ کبیری میں ہے ولا یصلی الوتر بجماعة الا فی شهر رمضان ومعناه الکراهة دون عدم الجواز لانه ، نفل من وجه ولا نه لم ینقل عن النبی صلی الله علیه وسلم ولا عن احد من الصحابة فتکون بدعةً مکروهةً . (کبیری ص ۴۳۰ الباب الثامن فی صلاة الوتر) فقط الله اعلم بالصواب ۔

وتر کی نماز میں امام صاحب سہوا قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر کھڑے ہوگئے پھر لقمہ دینے سے قعدہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مفتی بہ قول ہے

(سوال ۳۲۵) زید وتر کی نماز رمضان میں پڑھا رہا تھا۔ اس نے قعدۂ اولیٰ سہوا ترک کر دیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد مقتدیوں کے لقمہ دینے سے واپس قعدہ کی طرف لوٹا، تو یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹا اب اس کی نماز سجدۂ سہو کرنے سے صحیح ہوگی یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوئی تو کیوں؟ اور اگر صحیح ہوگئی جیسا کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۱۱ اردو میں ہے" کہ نماز صحیح ہوجائے گی لیکن برا کام کرنے والا ہوگا۔ اس لئے کہ یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹنا نہیں ہے بلکہ تدارک کے لئے ہے" یہ وجہ آپ نے فتاویٰ رحیمیہ میں تحریر فرمائی ہے۔ لیکن فتاویٰ عالمگیری اردو کی اس عبارت سے اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ "وتر کا حکم حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو نوافل کا ہے (نوافل کا حکم ان کے نزدیک یہ ہے کہ اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا ہو تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے) اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں بھی قیاس اور استحسان ہے۔ اور استحسان یہ ہے کہ اس میں نماز نہیں ہوتی اور قیاس یہ ہے کہ (قعدۂ کی طرف لوٹ آنے سے) نماز فاسد ہوجاتی ہے اور یہی مختار میں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۵ اردو ترجمہ)

اب آنحضور کی خدمت میں عرض ہے کہ عالمگیری میں فساد کو مختار لکھا ہے۔ اور آپ نے عدم فساد لکھا ہے۔ تو مفتیٰ بہ قول کیا ہے تحریر فرمائیں تا کہ ہمارا اشکال دور ہو۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسئلہ مختلف فیہ ہے: راجح یہ ہے کہ قیام سے قعود کی طرف لوٹنے والے کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مگر آدمی خطا وار ہوگا۔ فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوته لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لا تفسد لکنه یکون مسیئاً ویسجد لتا خیر واجب وهو الا شبه کما حققه الکمال هو الحق (درمختار وشامی باب سجود السهو ج ۱ ص ۶۹۷) (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۴۵ ایضاً) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۷۱ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ کافرون تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کی جائے!:

(سوال ۳۲۶) کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری رکعت میں قل یا ایها الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے۔ اور تعلیم الاسلام حصہ چہارم میں بھی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے یہی تحریر فرمایا ہے اس لئے اگر کوئی شخص مسئلہ سے پورا واقف ہو اور اس مستحب پر ہمیشہ عمل کرے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ دیگر رمضان المبارک میں وتر جب کہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو امام مسئلہ کے ہر پہلو کو مقتدیوں کو بتلا دے اور پھر اس پر عمل کرے۔ یعنی رمضان المبارک کے پورے مہینے میں انہی سورتوں کو وتر میں پڑھے تو پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ سے وتر میں اس کے علاوہ دوسری سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے فقط والسلام۔

بینوا توجروا۔

(الجواب) وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں کافرون، تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا مسنون و مستحب ہے حضور اکرم ﷺ سے اس طرح پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن آپ نے اس پر مواظبت نہیں فرمائی۔ لہذا مواظبت کرنا زیادتی ہے اور اس سے ایہام وجوب وہجران الباقی لازم آتا ہے۔ شامی میں ہے۔ (قوله بل يندب قراء تهما احياناً) قال في جامع الفتاوىٰ وهذا اذا صلى الوتر بجماعة و ان صلى وحده' يقرء كيف يشاء اه . الى قوله . ومقتضاه اختصاص الكراهة بالا مام ونازعه في البحر بان هذا مبنى على ان العلة ايهام التفصيل. والتعيين اما على ما علل به المشائخ ميں هجر الباقىٰ فلا فرق في كراهة المداومة بين المنفرد و الامام والسنة والفرض فتكره المداومة مطلقاً لما صرح به في غاية البيان من كراهة المواظبة علىٰ قرائة السور الثلاث في الوتر اعم من كونه في رمضان اماماً او لا . الى قوله . وايضا ذكر في وتر البحر عن النهاية ح انه لا ينبغى ان يقرء سورة متعينة على الدوام لئلا يظن بعض الناس انه واجب اه (شامی ج ۱ ص ۵۰۸ باب الامامة) اور دوسری جگہ باب الوتر میں تحریر فرماتے ہیں۔ (قوله' والسنة السور الثلاث) اى الا على والكافرون والا خلاص لكن في النهاية ان لتعيين على الدوام يفضى الى اعتقاد بعض الناس انه واجب وهو لا يجوز فلو قرأ بما ورد به الآثار احياناً بلا مواظبة يكون حسناً بحر الخ (شامی ج ۱ ص ۶۲۳ باب الوتر والنوافل)

وتر کی تینوں رکعتوں میں دوسری سورتیں پڑھنا بھی مسنون ہے۔ چنانچہ پہلی رکعت میں۔ اذا زلزلت الارض دوسری میں انا اعطینک الکوثر تیسری میں قل هو الله احد. عمدة الرعاية على شرح الو قايه میں ہے۔ قوله' وسورة ثانى سورة شاء . الى قوله . وورد ايضاً انه كان يقرء في الا ولىٰ سبح اسم وفي الثانية قل يا ايها الكافرون وفي الثالثة قل هو الله احد ذكره' الترمذى وورد ايضاً انه كان يقرء في الاولىٰ الهكم التكاثر وانا انزلناه في ليلة القدر واذا زلزلت وفي الثانية والعصر واذا جاء نصر الله وانا اعطيناك الكوثر وفي الثالثة قل يا ايها الكافرون وتبت وقل هو الله احد ، اخرجه احمد وغيره' الخ (عمدة الرعاية حاشيه نمبر ۳ ص ۲۰۰ باب الوتر) فقط والله اعلم بالصواب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ.

تہجد گذار کے لئے بھی رمضان المبارک میں وتر جماعت سے ادا کرنا افضل ہے:

(سوال ۳۲۷) رمضان المبارک میں نماز تراویح باجماعت کا ثبوت تحریر فرما کر اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ ایک آدمی رات کے آخری نورانی حصہ میں تہجد پڑھتا ہے تو اسے وتر تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے یا جماعت چھوڑ دے اور وتر کو حدیث کے موافق رات کی آخری نماز بناتے ہوئے تہجد سے فراغت کے بعد پڑھے۔ دونوں میں افضل کیا ہے۔ بینوا توجروا۔ (از لندن)

(الجواب) رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح باجماعت کا ثبوت فتاوی رحیمیہ جلد اول، اردو، انگریزی، اور

گجراتی میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔ (جدید ترتیب میں تراویح کے لئے مستقل باب ہے اسی میں دیکھ لیا جائے۔ مرتب)

اختصاراً یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دو راتیں بیس ۲۰ رکعت تراویح اور وتر باجماعت صحابہ کو پڑھائیں پھر تراویح فرض ہو جانے کے خوف سے ترک کر دیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام رافعی کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ انه' صلى الله عليه وسلم صلى بالناس عشرين ركعة ليلتين فلما كان في الليلة الثالثة اجتمع الناس فلم يخرج اليهم ثم قال من الغداني خشيت ان تفرض عليكم فلا تطيقونها .

حافظ ابن حجرؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ متفق على صحته اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۱۱۹)

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت ابی ابن کعبؓ صحابہ وغیرہ کو بیس ۲۰ رکعت تراویح باجماعت پڑھاتے تھے اس وقت سے لے کر آج تک تمام اسلام واخلاف کا تعامل تراویح اور وتر رمضان المبارک میں باجماعت ادا کرنے کا رہا ہے لہذا تہجد گذار شخص کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ وتر باجماعت ادا کرے۔ جماعت نہ چھوڑے وصلوته مع الجماعة في رمضان افضل من ادائه منفرداً اخر الليل في اختيار قاضى خان قال هو الصحيح وصحح غيره خلفه (نور الا يضاح ص ۱۰۰ باب الوتر)

مراقی الفلاح میں ہے لانه' لما جازت الجماعة كانت افضل ولان عمر رضى الله عنه كان يؤمهم في الوتر (الىٰ قوله) وفي الفتح والبرهان ما يفيد ان قول قاضى خان ارجح لانه' صلى الله علىٰ وسلم اوتر بهم فيه ثم بين عذر الترك و هو خشية ان يكتب علينا قيام رمضان و كذا الخلفاء الراشدون صلوه بالجماعة (مراقی الفلاح شرح نور الا يضاح ص ۷۴ ايضاً) فقط و الله اعلم بالصواب .

"وتر پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعتیں واجب الاعادہ ہیں تو کیا حکم ہے":

(سوال ۳۲۸) رمضان المبارک میں تراویح کی بیس رکعت کی ادائیگی کے بعد وتر پڑھے بعد میں معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعت میں غلطی ہونے کی وجہ سے وہ واجب الاعادہ ہیں، لہذا وہ رکعت دوہرائی اور اس خیال سے کہ وتر کی نماز تراویح کی بیس رکعات کی ادائیگی کے بعد ہی پڑھی جا سکتی ہے لہذا وتر کی پڑھی ہوئی نماز صحیح اور معتبر نہیں ہے دوبارہ وتر جماعت سے پڑھی تو یہ ٹھیک ہوا یا نہیں؟

(الجواب) پہلے پڑھی ہوئی نماز صحیح اور معتبر تھی، دہرانے کی ضرورت نہ تھی، دہرائی ٹھیک نہیں ہوا۔ نور الایضاح میں ہے ويصح تقديم الوتر على التراويح وتاخيره عنها (یعنی) وتر کو تراویح سے پہلے پڑھنا بھی صحیح ہے اور بعد میں پڑھنا بھی صحیح ہے (فصل فی التراویح ص ۱۰۵) لہذا تراویح کی بیس رکعت سے پہلے پڑھے ہوئے وتر معتبر اور صحیح ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا وہ دوبارہ دعائے قنوت پڑھے یا نہیں؟:

(سوال ۳۲۹) رمضان شریف میں وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا۔ وہ شخص فوت شدہ رکعتوں کی ادائیگی کے وقت دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) جس کو امام کے ساتھ تیسری رکعت ملی یعنی تیسری رکعت کے قیام یا رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا اس کے لئے فوت شدہ باقی رکعتیں ادا کرتے وقت دوبارہ دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے ولو ادرک الأمام فی رکوع الثالثة من الوتر کان مدرکاً للقنوت فلا یاتی به فیما سبق به (نور الایضاح ص ۱۰۰، ۹۹ باب الوتر) واما المسبوق فیقنت مع امامه فقط ویصیر مدرکاً بادراک رکوع الثالثة (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۶۲۸ باب الوتر والنوافل قبیل مطلب فی القنوت النازلہ) فقط و الله اعلم بالصواب .

رمضان میں جو عشاء پڑھائے کیا ضروری ہے کہ وہی وتر پڑھائے؟:

(سوال ۳۳۰) رمضان شریف میں جو امام نماز عشاء پڑھائے وہی وتر پڑھائے کیا دوسرا وتر با جماعت نہیں پڑھا سکتا؟

(الجواب) جو فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے یہ بہتر ہے ضروری نہیں۔ امام راضی ہو تو دوسرا آدمی بھی وتر پڑھا سکتا ہے۔ لیکن با امید اس کی عادت بھی نہ بنالینی چاہئے۔ (۱) فقط و الله اعلم بالصواب .

تہجد گذار وتر با جماعت پڑھے:

(سوال ۳۳۱) تہجد پڑھنے والا رمضان میں وتر تہجد کے بعد پڑھے یا جماعت کے ساتھ؟ افضل کیا ہے؟

(الجواب) تہجد گذار کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ رمضان میں وتر با جماعت پڑھے۔ ''نور الایضاح'' میں ہے۔ وصلوته مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائه منفرداً اخر اللیل فی اختیار قاضی خان قال هو الصحیح وصحح غیره خلافه (ص ۱۰۰ باب الوتر) (هو الصحیح) لانه لما جازت الجماعة کانت افضل ولان عمر رضی الله عنه کان یؤمهم فی الوتر (مراقی الفلاح ص ۲۴۷ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب .

عشاء کی نماز فاسد ہونے یا بلا وضو پڑھنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھی گئی تو وتر کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں

(سوال ۳۳۲) ہماری مسجد میں امام صاحب عشاء اور وتر کی نماز پڑھاتے ہیں، تراویح کے لئے حافظ الگ ہیں امام صاحب کے پیچھے عشاء اور وتر ادا کی مگر صبح عشاء کا فساد معلوم ہوا، تو اس صورت میں وتر کا اعادہ بھی ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) واذا جازت التراویح بامامین علی هذا الوجه جاز ان یصلی الفریضة احدهما ویصلی التراویح الآخر وقد کان عمر رضی الله تعالی عنه یؤمهم فی الفریضة والوتر وکان ابی یؤمهم فی التراویح کذا فی السراج الوهاج (فتاوی عالمگیری فصل فی التراویح ص ۱۱۶)

(الجواب) صورت مسئولہ میں وتر کا اعادہ ضروری نہیں، مالابد منہ میں ہے، مسئلہ اگر عشاء بفراموشی بے وضو خواند وسنت و وتر باوضو خواند، ہمراہ عشاء سنت باز خواند واعادۂ وتر نہ کند ونزد صاحبین وتر را ہم اعادہ کند۔ یعنی غلطی سے عشاء کی نماز بے وضو اور سنت و وتر باوضو پڑھی تو امام اعظم رحمہ الله کے نزدیک عشاء کے ساتھ ساتھ سنت کا بھی اعادہ کرے اور وتر کا اعادہ نہ کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے۔ (مالابد منہ ص ۴۶) فقط والله اعلم بالصواب۔

نماز وتر میں مسنون قرأت:

(سوال ۳۳۳) فتوی رحیمیہ ص ۲۳۱، ص ۲۳۲ جلد ۵ میں آپ نے وتر کی نماز میں مشہور مسنون قرأت (پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ کافرون تیسری میں سورۂ اخلاص) کے علاوہ دوسری مسنون سورتیں بھی عمدۃ الرعایہ کے حوالہ سے تحریر فرمائی ہیں، مگر عمدۃ الرعایہ کی عبارت اچھی طرح سمجھ میں نہ آسکی آپ اس کی وضاحت فرمائیں، جزاکم الله۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) عمدۃ الرعایہ میں ہے وورد ایضاً انه کان یقرء فی الاولیٰ الهکم التکاثر، وانا انزلناه فی لیلة القدر، واذا زلزلت وفی الثانیة والعصر واذا جاء نصر الله وانا اعطیناک الکوثر وفی الثالثة قل یا یها الکافرون وتبت ید اوقل هو الله احد اخرجه احمدوغیره الخ. (عمدة الرعایه حاشیه شرح الوقایة باب الوتر)

اس عبارت میں وتر کی مسنون قرأت کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صورت:

پہلی رکعت میں سورۂ الهکم التکاثر، دوسری رکعت میں والعصر، تیسری رکعت میں قل یا یها الکافرون۔

دوسری صورت:

پہلی رکعت میں انا انزلناه فی لیلة القدر، دوسری رکعت میں اذا جاء نصر الله تیسری رکعت میں تبت یدا ابی لهب.

تیسری صورت:

پہلی رکعت میں اذا زلزلت، دوسری رکعت میں انا اعطیناک الکوثر اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد، پڑھے فقط والله اعلم بالصواب۔

وتر با جماعت:

(سوال ۳۳۴) ایک بجے چاند کی اطلاع پہنچنے پر تراویح اور وتر با جماعت پڑھی، حالانکہ عشاء کی نماز کے ساتھ وتر تنہا پڑھ چکے تھے تو کیا وتر دوسری مرتبہ با جماعت پڑھنا ضروری ہے یا پہلے پڑھی ہوئی کافی ہے؟

(الجواب) جولوگ وتر پڑھ چکے تھے ان کو اب جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت نہیں، البتہ جنہوں نے وتر نہیں پڑھی تھی ان میں سے کوئی ایک امام بن کر جماعت سے پڑھا سکتا ہے۔[1] فقط و الله اعلم بالصواب .

وتر کی دعا یاد نہ ہو:

(سوال ۳۳۵) جسے دعاء قنوت یاد نہ ہو وہ وتر میں کیا پڑھے۔

(الجواب) دعائے قنوت یاد کرنے کی سعی جاری رکھے یاد ہونے تک اللّٰھم اغفرلی تین مرتبہ پڑھ لے یہ بھی یاد نہ ہو تو تین دفعہ یارب پڑھے ومن لا یحسن دعاء القنوت المتقدم قال الفقیه ابو اللیث رحمه الله تعالیٰ یقول اللهم اغفرلی ویکررها ثلاث مرات (الی قوله) اویقول یا رب یارب یارب ثلاثا ذکره الصدر الشهید (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۱۰ ،باب الوتر رد المحتارج ۱/ص ۶۲۴ ـ)فقط و الله اعلم بالصواب .

دعائے قنوت کے ساتھ درود پڑھنا:

(سوال ۳۳۶) ایک شخص کہتا ہے کہ وتر میں دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) جی ہاں نماز وتر میں دعائے قنوت پوری کر کے اللهم صلی علیٰ محمد وعلیٰ ال محمد پڑھنا مستحب ہے ،ویصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم به یفتی .(درمختار مع الشامی باب الوتر والنوافل ج ۱ ص /۶۲۳)فقط و الله اعلم بالصواب.

مقتدی دعاء قنوت پوری کرے یا نہیں:

(سوال ۳۳۷) مقتدی نے دعاء قنوت پوری نہیں پڑھی تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اب مقتدی کیا کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی امام کا اتباع کرے، جتنی مقدار دعاء قنوت کی پڑھی ہے وہ کافی ہے۔

ولو رکع الامام قبل فراغ المقتدی من قرائة القنوت اوقبل شروعه فیه وخاف فوت الرکوع مع الا مام تابع امامه (باب الوتر طحطاوی ص ۲۱۱)فقط و الله اعلم بالصواب .

دعائے قنوت چھوٹ گئی:

(سوال ۳۳۸) مقتدی نے ابھی دعائے قنوت شروع نہیں کی تھی اتنے میں امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی کیا کرے؟

(الجواب) مقتدی نے ابھی دعائے قنوت شروع نہیں کی تھی اور امام نے رکوع کر دیا یا امام نے دعائے قنوت بھول کر رکوع کر دیا ایسی صورت میں اگر مقتدی دعائے قنوت پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو سکتا ہو تو پڑھ لے اور اگر شریک نہ ہو سکتا ہو تو چھوڑ دے۔

ایضاً ولو ترک الا مام القنوت یاتی به المؤتم ان امکنه مشارکة الا مام فی الرکوع

(۱) وصلوته مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائه منفرداً آخر اللیل فی اختیار قاضی خان قال هذا الصحیح وصحح غیره خلافه "نور الایضاح باب الوتر ص ۹۳.

لجمعه بین الواجبین بحسب الا مکان وان کان لا یمکنه المشارکة تابعه لان متابعته اولیٰ (طحطاوی ص ۲۱۱)فقط و الله اعلم بالصواب .

وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا:

(سوال ۳۳۹) امام نے وتر میں دعائے قنوت ترک کر کے رکوع کر دیا تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جاوے گی، رکوع یا قومہ میں دعائے قنوت کا پڑھنا ممنوع ہے اگر پڑھے گا تب بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا، اگر امام رکوع میں سے دعائے قنوت کے لئے کھڑا ہوا اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے تو یہ دوسرا رکوع لغو ہوگا (کیونکہ پہلا رکوع صحیح ہو گیا تھا) لہذا جس مسبوق نے اس دوسرے رکوع میں امام کی اقتداء کی تو اس کے حق میں یہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

(ولو نسیه) ای القنوت (ثم تذکر فی الرکوع لا یقنت) فیه لفوات محله (ولا یعود الی القیام) فی الا صح لان فیه رفض الفرض للواجب (فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته)لکون رکوعه بعد قراء ة تامة (وسجد للسهو (درمختار)

وفی الشامية حتی لو عاد وقنت ثم رکع فاقتدی به رجل لم یدرک الرکعة لان هذا الرکوع لغو (شامی ج ۱ /۶۶۷ ،باب الوترو النوافل.فقط و الله اعلم بالصواب .

تمت بالخیر ویتلوه الجزء السادس

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دارالاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

تفسیر عثمانی ۳ جلد ـــــــ علامہ شبیر احمد عثمانی
تفسیر مظہری اردو ۱۲ جلد ـــــــ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
قصص القرآن ۴ حصے ۲ جلد ـــــــ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
تاریخ ارض القرآن ـــــــ علامہ سید سلیمان ندوی
قرآن اور ماحولیات ـــــــ انجینئر شفیق ....
قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن ـــــــ ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری
لغات القرآن ـــــــ مولانا عبدالرشید نعمانی
قاموس القرآن ـــــــ قاضی زین العابدین
قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی) ـــــــ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
حلال البیان فی مفہوم القرآن (عربی انگریزی) ـــــــ ....
امثال قرآنی ـــــــ مولانا اشرف علی تھانوی
قرآن کی باتیں ـــــــ مولانا محمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو ۳ جلد ـــــــ مولانا ظہور الباری اعظمی فاضل دیوبند
تفہیم المسلم ۳ جلد ـــــــ مولانا زکریا اقبال فاضل دارالعلوم کراچی
جامع ترمذی ۲ جلد ـــــــ مولانا فضل احمد صاحب
سنن ابوداؤد شریف ۳ جلد ـــــــ مولانا .... فاضل دیوبند
سنن نسائی ۳ جلد ـــــــ مولانا فضل احمد صاحب
معارف الحدیث ترجمہ و شرح ۸ جلد ۴ حصے کامل ـــــــ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب
مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات ۳ جلد ـــــــ ....
ریاض الصالحین مترجم ۲ جلد ـــــــ مولانا .... ندوی
الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح ـــــــ امام بخاری
مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف ۵ جلد کامل ـــــــ علامہ نواب قطب الدین خان دہلوی
تجرید بخاری شریف ۲ حصے کامل ـــــــ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
تجرید بخاری شریف یک جلد ـــــــ ....
تنظیم الاشتات شرح مشکوٰۃ اردو ـــــــ مولانا ابوالحسن صاحب
شرح اربعین نووی ترجمہ و شرح ـــــــ مولانا مفتی عاشق الٰہی
قصص الحدیث ـــــــ مولانا محمد زکریا اقبال فاضل دارالعلوم کراچی

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱ پاکستان، فون و فیکس (۰۲۱) ۲۲۱۳۷۶۸
قرآن پاک اور مستند اسلامی و علمی کتب کا مرکز
دیگر اداروں کی کتب دستیاب ہیں۔ بیرون ملک بھیجنے کا انتظام ہے۔ فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

فتاویٰ رحیمیہ